MADRASAH ALIA KOLKATA ILMI-WA-DINI KHIDMAAT KA TARIKHI JAIZA

THESIS

SUBMITTED FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

SUNNI THEOLOGY

By

Md. Hadiuzzamand Qasimi

Under the Supervision of

Dr. EHSANULLAH FAHAD

DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)

2006

شعبۂ سنّی دینیات
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

Off. : Ext. 2701166
Int. : 1780
DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202 002, INDIA

Ref. No. ....

Dated 16-09-2006

CERTIFICATE

This is to certify that Mr. Mohd. Hadiuzzaman, En.No.DD-3396 a Research Scholar in the Department of Sunni Theology has completed his Ph.D. Thesis entitled "مدرسہ عالیہ کولکتہ ـ علمی و دینی خدمات کا تاریخی جائزہ" Under my supervision. This is his original piece of work.

Fahad
(DR. EHSANULLAH FAHAD)
Supervisor

Forwarded

CHAIRMAN
Department of Sunni Theology
A.M.U., ALIGARH

Dean
F/o Theology

Forwarded to A.C. Research Unit

DEAN
Faculty of Theology
A.M.U., Aligarh
23.9.06

فہرست

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. امابعد

ابتدائی زمانے سے آج تک انسان دنیا و مابعد دنیا کی زندگی سنوارنے اور ترقی دینے کی جدوجہد اور سعئی پیہم میں لگا ہوا ہے۔ دنیا کی زندگی سنوار کر آخرت کی زندگی میں کامیابی حاصل کرنا انسانی حیات کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جو اس پر کاربند ہوگا ''وہ مفلحون'' اور ''فائزون'' کی باعزت سند کا مستحق ہوگا اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ ''خاسرون'' اور ''خائبون'' کا مستحق بنے گا دنیا میں صرف کھانا، پینا اور شہوات نفسانی کا پورا کرنا ہی انسانی زندگی کا نصب العین اور مقصد اعلیٰ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان صفات میں تو غیر ذوی العقول حیوانات شریک ہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ انسانی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ اور ہے اور وہ اپنے معبود کا اقرار اور اس کے بتائے ہوئے حدود کی نگرانی ہے یہی وہ بنیادی مقصد ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز قرار دیتا ہے، اور اشرف المخلوقات کی معززترین خطاب کا مستحق بناتا ہے۔ اسی مقصد کو انسانوں تک پہونچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاورسل بھیجے اور سب سے آخر میں سیدنا حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس کی روشنی میں آپ نے دنیا کے تمام انسانوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف دعوت دی۔ اسلام کو صحیح طور سے سمجھنے اور اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں رشد و ہدایت حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی طرف رجوع کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا۔ یہی وہ سرچشمۂ ہدایت ہیں جہاں سے ہر قسم کی اخلاقی، علمی اور تمدنی رہنمائی ملتی ہے اور قیامت تک ملتی رہے گی۔

اسلام کی نظر میں تعلیم وتعلم کا مقصد خالص رضائے الٰہی کی طلب ہے۔ اس کی نظر میں تعلیم کا اصلی مقصد انسانی تخلیق کے مقصد اصلی کو پورا کرنا۔ اچھے اخلاق سے آراستہ ہونا اور دوسروں کو آراستہ کرنا،

علم کی روشنی سے جہل اور نادانی کو دور کرنا نہ جاننے والوں کو سکھانا، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا، حق کو پھیلانا اور باطل کو مٹانا ہے۔

اسلام میں علم اور دین دونوں اس طرح وابستہ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ جب لوح محفوظ سے سب سے پہلی وحی نازل ہوئی تو سب سے پہلے حصول علم ہی کی ترغیب دی گئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمْ . عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔[1]

(ترجمہ) پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا بنایا آدمی کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا رب بڑا اکریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پہلی وحی الٰہی کے ذریعہ ابن آدم کو یہ خبر دی ہے کہ جس دین اسلام کا سرچشمہ اس وحی الٰہی کے ذریعے پھوٹا ہے اس کی بنیاد علم پر ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اہل علم کی خوبیاں اور بڑائیاں گنا کر ان کے مرتبے بڑھائے چنانچہ اسلام کی مقدس کتاب قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات ہیں جس میں علم، تعلیم وتعلم اور علماء کی بزرگی اور بڑائی بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لایَعْلَمُوْنَ۔[2]

(ترجمہ) اے میرے نبی آپ کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنُ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔[3]

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ وَالْمَلَائِکَةُ وَاُوْلُوا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ:[4]

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور فرشتے اور اہل علم گواہی

دیتے ہیں، وہ اپنے احکام میں عدل پر قائم ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ۵

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔

احادیث نبوی ﷺ میں بھی جابجا علم اور اہل علم کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ فرمان رسول ﷺ مَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَیۡراً یُّفَقِّهۡهُ فِي الدِّیۡنِ۔ ۶

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اللہ کے رسول ؐ کا ارشاد ہے کہ:

مَنۡ سَلَکَ طَرِیۡقاً یَّلۡتَمِسُ فِیۡهِ عِلۡماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِیۡقاً اِلَی الۡجَنَّةِ ۔ ۷

(ترجمہ) جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کردے گا۔

اللہ کے رسول ؐ کا فرمان ہے کہ:

لَیَسۡتَغۡفِرُ لِلۡعَالِمِ مَنۡ فِی السَّمٰوٰةِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ حَتّٰی الۡحِیۡتَانِ فِی الۡبَحۡرِ ۔ ۸

(ترجمہ) ضرور عالم کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں یہاں تک کہ دریاں کے مچھلیاں بھی۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ؐ کا ارشاد ہے کہ:

فَضۡلُ الۡعَالِمِ عَلَی الۡعَابِدِ کَفَضۡلِی عَلٰی اَدۡنَاکُمۡ ۹

(ترجمہ) عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے کہ میری تمہارے ادنیٰ پر

اسلام میں تعلیم و تعلم کا آغاز خود ہمارے نبی ﷺ سے ہی ہوا اور آپ نے سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد ڈالی، نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ نے دین کی دعوت لوگوں تک پہونچائی تو متعدد صحابہ کرام نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ ان حضرات کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ نے پہلے درسگاہ کے طور پر حضرت ارقمؓ کے گھر کو منتخب کیا۔ جو صفا پہاڑ کی بلندی پر واقع تھا۔ یہ مکان عام طور پر نظروں سے اوجھل اور مخفی تھا حضور اقدس ﷺ نے اس کو اسلام کا پہلا مرکز بنایا تھا۔ نئے نئے اسلام لانے والے تمام صحابہ کرام یہاں

پر جمع ہو جاتے تھے اور رسول کریم ﷺ خاموشی کے ساتھ ان حضرات کو قرآن کریم کے نازل شدہ حصہ اور اسلام کی اہم اور بنیادی احکام کی تعلیم دیا کرتے تھے۔[۱۰]

مکہ مکرمہ کے بعد اسلام کا تعلیمی مرکز مدینہ منورہ قرار پایا۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے تعلیم کا آغاز بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد ہوا۔ مدینہ میں جو بھی صحابی اسلام قبول کرتا ان کو تعلیم دینے کے لئے حضور اقدس ﷺ نے اصحاب رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ کو مدینہ منورہ میں بھیجا تھا تاکہ یہ وہاں جا کر لوگوں کو قرآن کریم اور دین کی اہم باتوں کی تعلیم دیتے اور انھیں نماز پڑھنا سکھاتے۔[۱۱]

اس کے بعد مدینہ منورہ میں تعلیم کا دوسرا مرکز مسجد نبوی قرار پایا۔ اللہ کے رسولؐ نے صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت کے لئے مسجد نبوی کی بائیں جانب ایک چبوترہ تعمیر کرایا۔ جو ان اصحاب کا مسکن قرار پایا جو دن رات اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں رہ کر قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ وسیرت میں ان اصحاب کو اصحابہ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا یہ چبوترہ اسلامی علوم کا مرکز اور اسلامی تاریخ کا پہلا دارالعلوم قرار پایا۔[۱۲]

مسجد نبوی کا یہ چبوترہ ایک ساتھ درس گاہ اور دارالاقامہ بھی تھا باہر سے آنے والے اور بعض مدینہ کے غریب صحابہ کرام اس میں رہا کرتے تھے اور یہاں پر رہنے والوں کے لئے کھانے پینے کا بھی بندوبست تھا۔ صحابہ کرام یہاں پر تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اس دارالعلوم سے فیضیاب ہونے والے صحابہ کرام تھے اور ان کو فیضیاب کرنے والے حضور اقدس ﷺ کی ذات مبارک تھی۔ اس مدرسہ سے فارغ شدہ طلبہ کو قاری اور قراء سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہاں سے تربیت لینے کے بعد قبیلے میں جا کر دین کی تبلیغ اور علم کی اشاعت کا کام سرانجام دیتے تھے۔[۱۳]

یہی وہ داعیہ تھا کہ قرن اول ہی سے ہر وہ شخص جس کے پاس علم دین کا کچھ بھی حصہ ہوتا وہ اس بات کی حتی الامکان کوشش کرتا کہ آقائے مدینہ ﷺ کے فرمان:

بَلِّغُوْ عَنِّی وَلَوْ اٰیَۃً۔[۱۴]

(ترجمہ) میری طرف سے چاہے ایک ہی آیت کیوں نہ پہونچی ہو اس کو دوسروں تک پہونچاؤ۔

چنانچہ صحابہ کرام، تابعین عزام اور تبع تابعین اسی فرمان کے مطابق دین کی اشاعت کے لئے

دنیا کے ہر کونے میں پھیل گئے اور اس کے لئے جان و مال کی قربانیاں پیش کی۔

چوتھی صدی ہجری تک تعلیم و تدریس کا کام مساجد سے لیا جاتا رہا۔لیکن اس کے بعد عباسی دور میں تعلیم گاہ کے لئے مساجد ناکافی ثابت ہونے لگیں اور تعلیم و تعلم کے لئے الگ سے عمارتوں کی ضرورت محسوس ہونے لگیں اگرچہ مسجدوں میں بھی تعلیم کا سلسلے قائم رہا۔تاہم تعلیم گاہوں کی علیحدہ عمارتوں سے اسلام کے تعلیمی نظام کی تشکیل جدید ہوئی، مدرسوں کے لئے قواعد وضوابط بنائے گئے۔طلبہ اور اساتذہ کے لئے اقامت گاہیں تیار ہوئیں، ملک کے اہل علم اپنے عہدہ کے فرق و امتیاز کے ساتھ پیش قرار تنخواہوں پر معلّمی منصب پر سرفراز کئے گئے، اور طلبہ کے تعلیمی وظائف پابندی سے جاری کئے گئے۔ان کے لئے تعلیم کے سامان مہیا کئے گئے۔قیام، طعام اور لباس وغیرہ کا بھی انتظام کیا گیا۔[۱۵]

چوتھی صدی ہجری کے اخیر میں درسگاہوں کے لئے مستقلاً عمارت بنانے کی ابتدا ہوئی۔اور اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ ایک ہی صدی میں تمام اسلامی دنیا میں اس کا عام رواج ہوگیا، اور مدرسوں کے لئے بڑی بڑی جائدادیں وقف کی گئیں، اور مسلم معاشرہ نے ان کے لئے ہر قسم کے سامان مہیا کردیئے اور ان میں درس و تدریس کے لئے مفصل نظام عمل تیار ہوگیا۔[۱۶] اس کے بعد جب اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے کونے کونے میں پہونچا تو مسلمانوں کے ایک ہاتھ میں فتح و نصرت کا علم تھا اور دوسرے ہاتھ میں علوم و فنون کا۔جس ملک کو فتح کیا وہاں۔بساط رزم لپیٹ کر بزم علم وفن آراستہ کردی۔جہاں گئے وہاں کی دنیا ہی بدل دی۔ان ہی کی بدولت ایران سرچشمہ علم وفن بن گیا اور انہی کی تعلیم سے مصر، طرابلس، الجزائر اور مراقش کے وحشی دنیا کے معلم بن گئے۔اندلس میں انہوں نے ایسی شمع روشن کی جس نے تمام یورپ کو منور کیا۔[۱۷] ہندوسندھ بھی اس فیض سے محروم نہ رہے۔ ہندوستان کے شمال مغرب میں سندھ اور پنجاب تک مسلمان فاتحانہ انداز سے داخل ہوچکے تھے۔ ہندوستان کی جنوبی علاقے مالا بار وغیرہ میں عرب تاجروں نے اپنی آبادی قائم کرلی تھیں۔اور وسط ہندوستان میں مسلمانوں کی مستقل حکومت کا قیام ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں قطب الدین ایبک کے عہد (۱۲۰۵ء ۶۰۲ھ۔۱۲۰۹ء۔۶۰۶ھ) سے شروع ہوتا ہے۔مسلم دور حکومت میں اسلامی ممالک کے مختلف تعلیم کے لئے اہم مرکز بنے رہے۔طلبہ دور دور سے ان شہروں میں پہونچ کر علم حاصل کرتے تھے یہ تعلیمی مراکز مختلف زمانوں میں بدلتے رہے۔[۱۸]

موجودہ شکل میں مدارس کا آغاز اسلام کی تاریخ میں پانچویں صدی ہجری سے ہوتا ہے۔ دنیائے اسلام میں یہ مدرسہ سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی (وفات ۱۰۳۰ء۔۴۲۱ھ) نے اپنے پایۂ تخت غزنی میں۔ ۱۰۱۹ء۔۴۱۰ھ) میں تعمیر کیا تھا۔ اس نے جامع مسجد کے ساتھ مدرسہ کی عمارت بھی تعمیر کرائی تھی۔ مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ بھی تھا جو نادر کتابوں سے معمور تھا مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے سلطان نے بہت سی جائداد وقف کر دی تھی۔ [۱۹]

بغداد میں پہلا مدرسہ نظام الملک طوسی (وفات ۱۰۹۲ء۔۴۸۵ھ) نے مدرسہ نظامیہ کے نام سے قائم کیا تھا۔ اور ہندوستان میں یہ شرف سب سے پہلے ملتان میں ناصرالدین قباچہ نے جو وہاں کا حکمراں تھا حاصل کیا تھا انھوں نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا اور خود ہی مدرسہ کا انتظام وانصرام اپنے ذمہ رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ناصرالدین قباچہ نے مولانا قطب الدین کاشانی کے ماوراء النہر سے ملتان آنے کے موقع پر ایک اور مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں مولانا قطب الدین کا شانی مدتوں تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ ٹھیک اسی زمانے میں محمد بن بختیار خلجی (متوفی ۶۰۲ھ بمطابق ۱۲۰۵ء) جس نے سب سے پہلے بنگال فتح کیا اور رنگ پور شہر کو نیا دارالحکومت بنا کر وہاں مسجد، مدرسہ اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ آٹھویں صدی ہجری تک ہندوستان میں اسلامی مدارس قائم کرنے کا رواج عام ہو گیا تھا۔ [۲۰] اس کے بعد سے ہندوستان میں مدارس ومساجد اور خانقاہوں کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔

اسلامی ثقافت کی تاریخ میں مدرسے اور علمی اداروں کی حیثیت بہت ممتاز اور نمایاں ہے کیونکہ دینی مدارس کا وجود اصلاً اسلامی تشخص کی حفاظت، مسلم تہذیب کی نشر واشاعت دین کا تحفظ اور دفاع کے مراکز کے طور پر جانا جاتا ہے۔ نیز ان مدارس کا قیام مسلم معاشرہ کی دینی ضروریات کی تکمیل کے مقصد سے عمل میں آیا ہے۔ ان مدارس کا مقصد دین کو آسانی سے سمجھانا برادران وطن تک دین کی دعوت کو پہونچانا اور مسلم معاشرہ کو قرآن وحدیث کے مطابق ڈھال کر ایک مثالی معاشرہ وجود میں لانا ہے۔

زیر نظر مقالہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی علمی ودینی خدمات کے تاریخی جائزہ کے موضوع پر ہے، مدرسہ عالیہ کلکتہ کا شمار ہندوستان کے اولین مدارس میں ہوتا ہے جس وقت اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اس زمانے میں یہ ہندوستان کا سب سے بڑا اور مشہور مدرسہ تھا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، مظاہر العلوم سہارنپور، اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بھی سو سال پہلے کا ہے۔ انگریزی دورِ حکومت میں

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اسناد کی وقعت سرکاری تھی اور یہاں سے فارغ التحصیل طلبا کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ نے عظیم الشان تعلیم گاہ کی حیثیت سے جو بے مثال تعلیمی وعلمی خدمات انجام دیں ہیں ان کو کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس کے فیض یافتہ فرزند کم وبیش دوصدی سے زیادہ اسلام اور دینی علوم کی ولولہ انگیز خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہاں کے علماء اپنے علم وعمل کے چشمہ صافی سے برصغیر کے علاوہ ایشیا کے اسلامی ملکوں کو بھی سیراب کرتے رہے ہیں۔

علمی میدان میں اس کے فضلاء نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔جن میں مفید کتابوں کی تصنیف وتالیف ،قدیم علمی ذخیرہ کی دریافت ،مفید اور پر معنی شروح وحواشی اور معاشرہ کی سماجی خدمت وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ مدرسہ عالیہ کلکتہ مسلمانان ہند کی سیاسی رہبری کا بھی مرکز رہا ہے۔اس کے فضلاء نے نہ صرف مختلف تحریکوں کے ساتھ وابستہ ہوکر کام کیا ہے بلکہ متعدد تحریکوں میں شامل ہوکر انھوں نے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی بھی کی۔ یہاں تک کہ ملک کو آزاد کرانے میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے فضلاء نے بھی نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ممتاز اور قابل علماء وفضلاء نے صدیوں سے جو خدمات انجام دی ہیں ان کی مکمل تاریخ نہیں ملتی اگر چہ تاریخ مدرسہ عالیہ، ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن ،صوت المدرستہ العالیہ ڈھاکہ وغیرہ جیسی کتابیں اس موضوع سے متعلق موجود ہیں لیکن تاریخ مدرسہ عالیہ اور ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن وغیرہ جیسی کتابوں میں صرف تاریخی نقطۂ نظر سے گفتگو کی گئی ہے۔مدرسہ کی خصوصیات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔تنقید وتجزیہ سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ان کتابوں میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے قیام کے پس منظر کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔اس زمانے کی سیاسی ،سماجی ،اور تعلیمی حالات سے کوئی گفتگو نہیں کی گئی ہے۔کہ انگریزوں نے جو نصاب تعلیم مسلمانوں کے لئے مدرسہ میں رائج کیا وہ مسلمانوں کے لئے مفید تھا یا انگریزوں نے کسی سیاسی غرض کو حاصل کرنے کے لئے مدرسہ کی بنیاد ڈالی تھی۔لہذا اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ مدرسہ کی تاریخ کو بے کم وکاست پیش کردیا جائے۔اوراس کا تنقیدی جائزہ بھی لیا جائے اس لئے میں نے اس موضوع کو پی ایچ۔ڈی کے مقالہ کے لئے منتخب کیا۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ بورڈ آف اسٹڈیز شعبہ دینیات سنی علی گڑھ ،مسلم یونیورسٹی نے مجھے اس موضوع پر پی ایچ ۔ ڈی کے لئے کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ،'' مدرسہ عالیہ کلکتہ ،علمی و دینی خدمات کا تاریخی جائزہ '' کے موضوع پر یہ تحقیقی مقالہ استاد گرامی ڈاکٹر احسان اللہ فہد صاحب کی نگرانی اورعلمی رہنمائی میں تیار کیا گیا۔ میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے اس ناچیز اوروالدمحترم کی ایک دلی خواہش کی تکمیل کے اسباب مہیا کئے ۔ اس تحقیقی مقالہ کی تیاری کے مختلف مراحل میں عائلی ،سماجی اور معاشی مسائل قدم قدم پر دامن گیر رہے ۔لیکن اللہ عز وجل نے دستگیری فرمائی ،اسی نے اپنے فضل وکرم سے اسباب فراہم کئے۔

پیش نظر مقالہ ایک مقدمہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں بیان کیا گیا کہ ہندوستان میں یورپین اورانگریز اقوام کی آمد کب ہوئی ان کے مقاصد کیا تھے؟ اس زمانے میں بنگال کی سیاسی اقتصادی اور تعلیمی حالات کیا تھے دوسرے باب میں مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے مابین تعلق ، مدرسہ عالیہ کلکتہ کا بورڈ کب قائم ہوا، مدرسہ بورڈ قائم ہونے سے پہلے مدرسہ عالیہ کلکتہ کس کے ماتحت چلتا تھا، مدرسہ بورڈ قائم ہونے کے بعد مختلف کمیٹیوں کا قیام اوران کی سفارشات کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے تیسرے باب میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں شروع سے اب تک کیا نصاب تعلیم رہا ہے اور کن کن کمیٹیوں نے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا۔ چوتھے باب میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مشہور علماء نے درس وتدریس کی خدمات کے ساتھ ساتھ جودوسری دینی وسماجی خدمات انجام دی ہیں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔ پانچویں باب میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فارغ التحصیل علماء وفضلاء کی دینی وعلمی خدمات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ چھٹا باب ملک کی آزادی کے بعد کے حالات پر مختص ہے۔ آزادی کے بعد مدرسہ کا نصاب اس میں ترمیم واضافہ اورموجودہ صورت حال پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

مقالہ کے مواد کی فراہمی کے لئے مولانا آزادلائبریری ،سیمینارلائبریری شعبہ دینیات ،سیمینار لائبریری شعبہ عربی واسلامیات وشعبۂ ہسٹری آرٹس فکلٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ، مدرسہ عالیہ کلکتہ لائبریری ، ڈھاکہ مدرسہ عالیہ لائبریری ، ڈھاکہ اسلامی فاؤنڈیشن لائبریری ، ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری ، اورکلکتہ نیشنل لائبریری خاص طور سے قابل ذکر ہیں میں ان کے ذمہ داران ومتعلقین کا تہہ دل سے مشکور

ہوں۔ خاص طور سے ڈاکٹر تنویر احمد آفس انچارج، ڈاکٹر افتخار احمد جامعی، مولانا عبدالرزاق جلالی کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے مقالہ کے مواد کی فراہمی کے سلسلے میں ہر ممکن مدد کی جب بھی میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو خوش آمدید کہا اور موضوع سے متعلق اہم دستاویز میرے حوالہ کیے ان تمام اساتذۂ کرام کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس موضوع سے متعلق مواد کی طرف رہنمائی فرمائی۔

اس مقالہ کی تکمیل میں احقر کو ہر مرحلہ میں اپنے معزز اور مشفق اساتذہ کرام، رفقاء عظام اور سرپرستوں کا سرگرم تعاون شامل حال رہا ہے۔ ان سب کا میں بے حد ممنون ومشکور ہوں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے مشرف اور نگراں مشفق استاذ ڈاکٹر احسان اللہ فہد صاحب کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے کہ انہوں نے مقالہ لکھنے کے تمام مراحل سے لے کر مقالہ تیار ہونے تک قدم قدم پر رہنمائی کی۔ استادگرامی نے مقالہ کی ترتیب میں بھرپور معاونت فرمائی۔ مآخذ ومصادر تک رسائی میں بھی تعاون فرمایا۔ اور اپنے علمی تجربات اور قیمتی مشورں سے نوازا، انھیں کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ یہ مقالہ تیار ہوسکا۔ یہ عاجز اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ موصوف کو اجر جزیل سے نوازے۔

اس موقع پر شعبہ کی مایہ ناز شخصیت صدر شعبہ اور ناظم دینیات پروفیسر ڈاکٹر سعود عالم قاسمی/ مدظلہ العالی کا تذکرہ نہ کرنا سوءِ ادبی ہوگی موصوف نے متعدد دفعہ شفقت اور محبت سے جلد از جلد کام مکمل کرنے کی نصیحت فرمائی۔ مختلف مواقع پر مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں تشجیع فرمائی اور اس کو مختلف جرائد میں شائع کرانے کے لئے مشورہ بھی دیتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ کی عنایت وشفقت شامل نہ ہوتی تو یہ تحقیقی مقالہ مکمل نہ ہوسکتا تھا۔

میں شعبہ کے تمام اساتذہ کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے خاکسار کے مقالہ کو تکمیل کے مراحل تک پہونچانے میں مدد کی۔ اس موقع پر میں اپنے احباب ورفقاء کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے میرے ساتھ محبت وخلوص کا معاملہ فرمایا۔ خاص طور سے شعبہ کے سینئر ریسرچ اسکالرس سے خلوص اور تعلق خاطر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ان کی محبت اور دوستانہ محفلوں نے کام کرنے اور لکھنے پڑھنے کا ماحول فراہم کیا۔

آخر میں والدین کی خدمت میں دعاؤں اور نیک تمناؤں کی سوغات لے کر حاضر ہوں انہوں نے بچپن سے آج تک میری تعلیم وتربیت کے لئے جو مشقتیں برداشت کیں اور پوری زندگی مختلف مسائل سے نبرد آزما ہو کر مجھے جس طرح اعلیٰ تعلیم دلائی اور آج بھی میری تعلیم وتربیت سے متعلق آپ جس طرح مضطرب اور فکرمند رہتے ہیں اس کے لئے میں خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا سایہ ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے صحت وعافیت کے ساتھ ہماری سرپرستی اور رہنمائی کرتے رہنے کی توفیق عنایت کرے اور مجھے یہ سعادت حاصل ہو کہ میں آپ کے بلند عزائم اور نیک تمناؤں پر پورے اتر سکوں آمین۔

محمد ہادی الزماں قاسمی
ریسرچ اسکالر شعبۂ دینیات سنی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

حواشی

۱۔ العلق ۱۔۵

۲۔ الزمر،۹

۳۔ المجادلہ،۱۱

۴۔ ال عمران، ۱۸

۵۔ فاطر،۲۸

۶۔ امام بخاری۔محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح ،کتاب العلم ،باب من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین

۷۔ امام ترمذی۔ ابوعیسیٰ۔ محمد بن عیسیٰ الترمذی جامع ترمذی، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم

۸۔ امام ابن ماجہ۔ ابوعبداللہ بن ماجہ القزوینی سنن، ابن ماجہ۔ باب ثواب معلم الناس الخیر

۹۔ جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ

۱۰۔ پروفیسر سید محمد سلیم، آغاز اسلام میں مسلمانوں کا نظام تعلیم (عہد نبی امیہ تک) ص ۷۔۸ طبع اول اصلیہ آفیسٹ پرنٹرز، نئی، دہلی ۱۹۸۸ء

۱۱۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی حصہ اول، ص ۴۸۲۔۴۸۳ طبع اول کلاسیکل پرنٹرس دہلی ۱۹۸۲ء

۱۲۔ آغاز اسلام میں مسلمانوں کا نظام تعلیم (عہد بنی امیہ تک) ص ۱۰۔۱۱

۱۳۔ حوالہ بالا ص ۱۱۔۱۳

۱۴۔ محمد بن عبداللہ خطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم

۱۵۔ مولانا سید ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص ۳۸ معارف دارالمصنفین اعظم گڈھ طبع دوم ۱۹۸۳ء

۱۶۔ حوالہ بالا، ص ۴۴

۱۷۔ ڈاکٹر احمد شبلی، مترجم محمد حسین خان زبیری، تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ص ۹ طبع مدنی پریس، لاہور

۱۸۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج ۱/ص ۷۰۔۷۱، طبع اول ۱۹۹۲ء

۱۹۔ مقالات شبلی ج ۳/ص ۳۸ مطبع معارف اعظم گڈھ، طبع دوم ۱۹۵۵ء،

۱۳۷۵ھ سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۱/ص ۶۸ طبع اول ۱۹۹۲ء مطبع بھارت آفیسٹ دہلی

۲۰۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج ۱/ص ۷۱۔۷۲

باب اول

باب اول

مدرسہ عالیہ کلکتہ کا قیام و پس منظر

ہندوستان کے پہلے انگریز گورنر جنرل ''وارن ہسٹینگز'' کو مشرقی اور اسلامی علوم سے کافی دلچسپی تھی۔ اس نے ۱۷۸۰ء میں ''مدرسہ عالیہ کلکتہ'' کی بنیاد ڈال کر مذکورہ علوم کو مستقبل میں فروغ دینے کے لئے بہترین پلیٹ فارم عطا کیا۔ ابتداء میں یہاں عربی، فارسی اور اُردو کی تعلیم کا رواج تھا۔ مگر ۱۸۲۷ء کا سال اس ادارہ کے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ اسی سال سے یہاں طب (Medicine) کی تعلیم دی جانے لگی۔ لیکن ۱۸۳۶ء میں کلکتہ میں میڈیکل کالج کا قیام عمل میں آیا تو یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ ۱۸۵۴ء میں اس تاریخی ادارے نے ایک اور نئی کروٹ لی کہ اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ کا قیام عمل میں آیا اور فارسی میں ہائی اسکول کے معیار تک مضامین پڑھانے کا انتظام ہوا۔

ابتداء میں اس وقت کے مشہور عالم دین مولانا مجدالدین (عرف ملاّ مدن ۱۷۳۵ء۔ ۱۸۰۵ء) کو اس ادارے کا نگراں مقرر کیا گیا، جو فقہ، حدیث اور تفسیر کی علوم کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ ابتدائی دور میں عربی ڈپارٹمنٹ جونیئر اور سینئر شعبوں میں منقسم تھا۔ اِس وقت مدرسہ میں دو شعبہ قائم ہیں اینگلو پریشن ڈپارٹمنٹ یہاں ہائی اسکول اور ہائر سکنڈری درجات تک کی تعلیم ہوتی ہے جس کے امتحانات مغربی بنگال بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن اور ویسٹ بنگال کونسل آف ہائر سکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے تحت ہوتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا شعبہ عربی اور اسلامی علوم کے لئے مخصوص ہے یہاں فاضل، کامل اور ٹائٹل کلاسوں کی تعلیم ہوتی ہے جس کے امتحانات ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کے تحت ہوتے ہیں۔

یورپین اقوام کی ہندوستان میں آمد اور اس کے اسباب و مقاصد

جب کوئی قوم کسی ملک میں داخل ہوتی ہے۔ اس کا مقصد سیاحت ہوتا ہے یا تجارت ہوتا ہے یا اس ملک کی اقتدار پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں قدیم زمانہ سے مختلف اقوام کی آمد کا سلسلہ رہا

ہے۔ ان میں آرین ہندوستان میں داخل ہوئے۔ اور انھوں نے حکومت کی باگ ڈور پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح ہندوستان میں مسلمان آئے۔ اور انھوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کی اور پھر حکومت واقتدار کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھ میں لی۔

یورپین اقوام کا ہندوستان آنے کا مقصد تجارت تھا جیسا کہ تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان اور یورپ کے درمیان قدیم زمانہ سے تجارت کا سلسلہ رہا ہے۔ لیکن یہ تجارت عربوں کے واسطے سے ہوتی تھی۔ ہندوستان کے تاجر اپنا مال عرب کی منڈی میں بھیجتے تھے۔ اور عرب کے تاجر اس مال کو یورپ کی منڈیوں (''وینس'' کے بازار جو اس وقت یورپ کی بڑی منڈی اور اپنی دولت و ثروت کے لحاظ سے دنیا میں مشہور تھا) میں پہنچایا کرتے تھے۔ لیکن جب صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں عربوں کا تجارتی رابطہ ٹوٹ گیا اور ہندوستان کا مال یورپ کی منڈیوں میں پہنچنا بند ہو گیا تو یورپین تاجروں کو تجارت کی غرض سے براہ راست ہندوستان آنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔[۱]

۲۰ مئی ۱۴۹۸ء میں بڑی جدوجہد کے بعد پرتگالی تاجروں کا پہلا قافلہ ''مالابار'' کے ساحل پر اتر کر ''کالی کٹ'' پہنچا۔ اس زمانہ میں وہاں ایک ہندو راجہ ''زمورن'' کی حکومت تھی۔[۲] اور دہلی پر سلطان سکندر لودھی حکومت کر رہا تھا۔ لیکن اس کی حکومت پورے ہندوستان پر نہ تھی۔ ہندوستان کے مختلف حصوں پر الگ الگ حکمراں حکومت کر رہے تھے اور ملک کسی مضبوط نظامِ حکومت کے تحت نہیں تھا۔[۳] بالآخر اس راجہ نے پرتگالی تاجروں کا خیر مقدم کیا اور ان تاجروں کو (جو واسکوڈی گاما کی رہ نمائی میں کالی کٹ پہنچے تھے) خاص مراعات عطا کیں اور انھیں تجارت کرنے کی اجازت بھی دے دی۔[۴] چناں چہ انھوں نے مغربی ساحل پر کئی تجارتی مراکز قائم کر لیے۔[۵]

پرتگال کی حکومت اور عوام نے ''واسکوڈی گاما'' کی اس کامیابی کا شاندار طریقہ سے جشن منایا۔ اس کے بعد سے پرتگالیوں کا ہندوستان آنا جانا شروع ہو گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ انھوں نے ہندوستان پر حکومت کرنے کا خواب بھی دیکھنا شروع کر دیا۔ لیکن ۱۵۶۵ء کے بعد سے ان کے قدم ہندوستان سے اکھڑنے لگے اس کی وجہ یہ تھی کہ ۱۵۸۰ء میں پرتگال اسپین میں ضم ہو گیا اور مشرق میں

پرتگالیوں نے جو مقامات حاصل کیے تھے وہ سلطنت اسپین کے زیر اقتدار آ گیئے۔[٦]

ہندوستان میں یورپ کا دوسرا قافلہ سولہویں صدی عیسوی کے اخیر میں ولندیزی کے تاجروں کا آیا اور کچھ ہی عرصہ میں ہندوستان اور جزائر شرق الہند کی مسالے وغیرہ کی منڈیوں پر ولندیزی تاجروں کا قبضہ ہوگیا اور بحیرۂ شمالی ساحل پر شہر ایمسٹرڈم چند سال کے عرصے میں یورپ کا ایک بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا۔[٧]

ہندوستان میں بھی انھوں نے کئی تجارتی کوٹھیاں قائم کر رکھی تھیں اور بنگال میں دریائے ہگلی کے کنارے چنسرا Chinsural ان کی تجارت کا بڑا مرکز تھا۔[٨]

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولندیزی کے تاجر ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آئے تھے۔لیکن یہاں کے ملکی نظم ونسق کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے انھوں نے حکومت پر بھی قبضہ کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کردیا۔ چناں چہ انھوں نے جابجا قلعہ تعمیر کرنا شروع کر دیا تھا جیسے مغربی ساحل پر سورت، کوچین ۔مشرقی ساحل پر پرنیگا، پٹم اور مسولی وغیرہ میں جو قلعے تعمیر کیے، وہ اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔[٩]

سترہویں صدی عیسوی کے شروع میں ڈنمارک کے تاجر ہندوستان آئے اور انھوں نے ۱۶۲۰ء میں مدراس کے علاقے میں اپنا کارخانہ کھولا اور ایک دار الضرب بھی قائم کیا۔ کلکتہ کے قریب بھی انھوں نے اپنا کاروبار شروع کیا تھا۔لیکن ان کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بالآخر ۱۸۴۵ء میں اپنی تھوڑی بہت جائداد انگریز حکومت کے ہاتھ بیچ کر چلے گئے۔[١٠]

سترہویں صدی عیسوی کے آخر میں فرانس کے تاجروں نے بھی ہندوستان میں تجارت کا آغاز کیا اور ۱۶۷۴ء میں ہندوستان کے مشرقی ساحل پر مدراس کے قریب ایک فرانسیسی آبادی قائم کی جو ''پانڈی چری'' کے نام سے آج بھی ایک فرانسیسی علاقہ کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔ اسی طرح ''چندرنگر'' کاریکل، یانم اور ماہی ان کے مقبوضات بطور یادگار اب بھی باقی ہیں۔[١١]

مذکورہ بالا یورپین ممالک کے تاجروں کا ہندوستان میں قدم جمانے اور جنوبی ہند کے کچھ

علاقوں پر قبضہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کئی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں بٹے ہوئے تھے اور کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔ سلطان سکندر لودھی جو دہلی کا بادشاہ تھا اور ۱۴۸۸ء سے ۱۵۱۷ء تک اس کی حکومت رہی اس زمانہ میں پرتگالیوں کا پہلا قافلہ ہندوستان کے جنوبی علاقہ میں آیا۔ لیکن اس وقت جنوبی ہند لودھی سلطنت کی حدود میں نہ تھا۔ لودھی خاندان کے بعد سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں بابر نے مغلیہ سلطنت قائم کی لیکن جنوبی ہند اس وقت بھی بابر کی حدود سلطنت میں شامل نہیں تھا۔ بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ لیکن شیر شاہ سوری نے اس کو شکست دے کر حکومت پر قبضہ کر لیا جس کو ہمایوں نے ۱۵۵۵ء میں دوبارہ حاصل کیا۔ غرض یہ پورا دور افراتفری اور بدنظمی کا تھا۔ جس کی وجہ سے یورپ کی مختلف اقوام کو ہندوستان کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ لیکن یورپین اقوام زیادہ عرصہ تک اپنے ناپاک قدم ہندوستان میں جما نہ سکی۔ اس کے بعد انگریز تاجروں کا قافلہ ہندوستان آیا۔ اور تجارت کے بہانے ہندوستان کے مختلف حصوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ اس نے پورے ہندوستان کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔

برطانیہ عظمیٰ کے سوداگروں نے ''راس کماری'' سے ہندوستان کا راستہ ۱۴۹۷ء میں دریافت ہونے کے بعد سے نفع بخش تجارت میں حصہ لینے کی کوشش کی۔ لیکن انھیں ایک صدی تک کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کی وجہ یہ رہی کہ وہ تجارت جو پرخطر ہو جس کی حفاظت کے لیے فوجیں درکار ہوں۔ خواہ وہ کتنی ہی نفع بخش کیوں نہ ہو، انفرادی سرمایہ سے نہیں چل سکتی۔ ان اسباب کی بنا پر ابتداء میں متمول سوداگروں کی ایک جماعت نے مل کر ملکۂ الزبیتھ سے یہ درخواست کی کہ انھیں ہندوستان میں بلاشرکتِ غیرے تجارت کرنے کے لیے مراعات خصوصی عطا کی جائیں۔[۱۲]

چناں چہ ملکۂ الزبیتھ نے شہنشاہ دہلی (اکبر کی خدمت میں) ایک سفیر کے ذریعہ یہ درخواست پیش کی کہ میری رعایا میں سے جو اشخاص آپ کے علاقے میں تجارت کریں۔ ان کی حفاظت کی جائے اور ان پر نظر عنایت رہے۔ اس کارروائی کے بعد ملکۂ الزبیتھ نے کافی انتظار کیا کہ کوئی امید افزا صورت نظر آئے مگر اس میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کو اس نے منشور عطا کیا۔ اور

اس کے ذریعہ سے درخواست گزار سوداگروں کی ایک جماعت یا کمپنی اس نام سے قائم ہوگئی (''مشرقی جزائر سے تجارت کرنے والے لندن کے سوداگروں کی کمپنی اور اس کے نظماء'') اس منشور کی وجہ سے انھیں بلا کسی روک ٹوک کے اراضی خریدنے اور ایک گورنر اور چوبیس اشخاص کے ماتحت رہ کر تجارت کرنے کا حق حاصل ہوگیا۔[۱۳]

ارکان کمپنی اور ان کے بالغ بیٹیوں کو نیز اس کمپنی کے ہندوستان کے جملہ کارکنان کو ''منشور'' میں یہ حق عطا کیا گیا کہ وہ بلا شرکت غیرے پندرہ سال کی مدت کے لیے ممالک ایشیا و افریقہ کے تمام علاقوں میں اور ایشیا، افریقہ اور امریکہ کے تمام جزیروں، بندرگاہوں، شہروں، اور راس یونا، اسی راشرا، یا ابنائے میگلان سے جہاں تک آمد و رفت کی وسائل میسر ہوں تجارت کریں۔ کمپنی کی مجالس کو اپنا کاروبار چلانے کے لیے ایسے قوانین وضوابط بنانے کا جو سلطنت کے قانون کے خلاف نہ ہوں، اختیار دیا گیا۔ اور ان کے مال کی ہر آمد پر چار سال کے لیے چنگی معاف کردی گئی۔ انھیں ہر سال اعلیٰ قسم کے چھ جہاز اور چھ کشتیاں تیار کرنے اور ہندوستان بھیجنے کا بھی اختیار دیا گیا۔ اور چند قیود کے ساتھ تیس ہزار پونڈ، غیر ملکی سکوں یا زر کی شکل میں باہر لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔[۱۴]

اس زمانہ میں شہنشاہ جہاں گیر ہندوستان میں حکومت کر رہا تھا۔ جیمس اول نے مشہور سیاح ''سر ٹامس رو'' کو اپنا سفیر بنا کر جہاں گیر کے دربار میں بھیجا اور باہم معاہدہ کرنے کی ہدایت دی۔ شہزادہ پرویز (شاہ جہاں کا بڑا بھائی) اگرچہ کمپنی کا حامی تھا مگر شاہ جہاں کی مخالفت کے باعث اس وقت کوئی معاہدہ تو نہیں ہوسکا۔ تاہم اس سلسلہ میں تین سال تک ''سر ٹامس رو'' کا ہندوستان میں قیام رہا۔ دوران قیام سر ٹامس رو کو کمپنی کے معاملات سلجھانے اور آگے بڑھانے میں خاصی کامیابی ہوئی۔ اور سب سے پہلے ۱۶۰۸ء میں ایک انگریزی تجارت گاہ قائم ہوئی۔ اور فرمان شاہی سے اس کی منظوری ہوگئی۔ اور اس کے گرد چہار دیواری (یعنی قلعہ) بنانے کی بھی اجازت مل گئی۔ اس کے علاوہ جہاں گیر نے اپنی سلطنت میں عام تجارت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمادی۔ نیز اس کو اجازت دی گئی کہ عمال سلطنت کی ہر شکایت براہ راست شہنشاہ کے دربار میں کرسکیں۔ اسی زمانہ میں سورت کے

علاوہ آگرہ، اجمیر، احمد آباد اور بہرائچ میں انگریز کی کوٹھیاں قائم ہوگئیں۔ اور تجارت کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔

چارلس اول کے عہد میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں متعدد تجارت گاہیں قائم کیں۔ چناں چہ ۱۶۲۸ء میں بنلور اور کرشنا کے ضلعوں میں ۱۶۳۳ء میں بالا سور میں، اور ۱۶۴۴ء میں ٹراونکور کے علاقہ میں تجارت گاہیں قائم ہوئیں۔

۱۶۳۹ء میں چندرگری کے ہندوستانی راجہ سے کچھ زمین مول لے کر مدراس شہر کی بنیاد ڈالی اور وہاں قلعہ سینٹ جارج تعمیر کرایا۔ یہ قلعہ سرزمین ہند پر انگریزوں کی سب سے پہلی ملکیت بنی۔[۱۵]

۱۶۵۱ء میں ہگلی میں انگریزی آبادی شروع ہوئی اور پھر اس کے قریب ہی کلکتہ آباد ہوا۔ ہگلی کی آبادی کا موقع یوں ملا کہ اس زمانہ میں بنگال کا جو مسلمان صوبہ دار تھا۔ اس کے خاندان کو ایک انگریز ڈاکٹر کا علاج بہت موافق آیا۔ اس کی خدمت کے صلہ میں کمپنی کو ہگلی بسانے کی اجازت مل گئی۔[۱۶] جب چارلس دوم تخت نشیں ہوا تو اس کے دور میں کمپنی کو منھ مانگی مرادیں ملیں۔ اور کمپنی کے اقبال کا ستارہ خوب چمکا۔[۱۷] چارلس دوم نے ایک پرتگالی شہزادی ''ملکہ کتھیر ائن براگنزی'' سے شادی کی۔ تو اس کو جہیز میں ہندوستان کے مغربی ساحل سے قریب ایک جزیرہ بھی ملا۔ چارلس نے یہ جزیرہ دس ہزار پونڈ سالانہ لگان پر کمپنی کے حوالہ کر دیا اور بعد میں اس پر بمبئی جیسا شہر آباد ہوا۔[۱۸]

کمپنی نے اس جزیرہ کی نوآبادی میں اپنے قوانین نافذ کیے اور اپنا سکہ چلایا۔ اگر چہ اس سے قبل بھی کمپنی کو اپنے ہندوستانی مقبوضات میں اپنا سکہ چلانے کی اجازت مل چکی تھی۔ لیکن یہ اجازت دیسی والیان ملک سے ملی تھی اس کے علاوہ کمپنی نے بمبئی میں ایک عدالت خفیہ، جو کمپنی کے سول حکام پر مشتمل تھی اور ایک عدالت عالیہ جس کے رکن نائب گورنر اور ارکان کونسل ہوتے تھے، قائم کر رکھی تھی عدالت عالیہ کے فیصلے قطعی اور آخری ہوتے تھے، جن کا مرافعہ (اپیل) نہیں ہوسکتا تھا۔ اس منشور کی رو سے ایسٹ انڈیا کمپنی قلعہ تعمیر کرا سکتی تھی اور اگر ضرورت ہو تو اپنے علاقوں میں مارشل لا نافذ کرا سکتی تھی۔ غیر مسیحی اقوام سے جن سے ان کا سابقہ پڑا صلح و جنگ کے اختیارات حاصل ہوگئے۔ اور اپنی تجارت کی حفاظت کے لیے کمپنی افواج رکھ سکتی تھی۔[۱۹]

۱۶۰۰ء میں ملکۂ الزبیتھ نے انجمن مہم پردازان کو مشرق سے تجارت کرنے کا ایک فرمان دیا۔ نیز دو مزید انگریزی کمپنیوں نے اس قسم کے تجارتی فرمان حاصل کیے۔ لیکن ناقابل برداشت نقصانات کے سبب سے تمام کمپنیوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی میں ضم ہو جانا پڑا۔ انجمن مہم پردازان۔ تجارت کو چھوڑ کر راہزن بن چکی تھی اس کمپنی کی ایک قرارداد کی رو سے شریف انسانوں کا اس میں شامل ہونا ممنوع تھا۔ اس کمپنی میں بحری ڈاکو شریک تھے۔ اس کمپنی کے ملازموں میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ کمپنی کے آخری ایام تک اس میں شریف انسان نہ ہونے کے برابر تھے۔

''کپتان ہاکنز'' پہلا انگریز ہے جس نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا اور ۱۶۰۸ء میں اس کا جہاز ''ہیکٹر'' سورت کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ ہاکنز انگلستان کے بادشاہ جیمس اول کا مکتوب لیے ہوئے جہاں گیر کے دربار میں حاضر ہوا۔ لیکن بہت جلد اسے سورت واپس جانا پڑا۔ ۱۶۱۳ء میں انگریزوں کو سورت میں ایک فیکٹری اور مغل دربار سے سفارت قائم کرنے کی اجازت مل گئی۔ ''سر طامس رو'' پہلا برطانوی سفیر تھا اور جس وقت وہ جہاں گیر کی دربار میں آیا تھا اس وقت پرتگیزی (پرتگالی) کی قوت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس لیے انگریزوں کو بنگال میں تجارت کرنے کی اجازت مل گئی، جب سے ان کے قدم ہندوستان میں مضبوط ہو گئے۔ ۲۰

۱۶۵۰ء میں کمپنی کے ڈاکٹر باٹن (Dr. Bonghton) کی کوششوں سے کمپنی کو بنگال میں بلا محصول تجارت کرنے اور تجارتی کوٹھیاں کھولنے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ چناں چہ ہگلی اور دیگر مقامات پر انگریزوں نے تجارتی کوٹھیاں قائم کر لیں۔ ۲۱

۱۶۵۱ء میں کمپنی کو بنگال میں اور کئی تجارتی کوٹھیاں کھولنے کی اجازت مل گئی۔ اسی سال کمپنی کو بمبئی کا جزیرہ چارلس ثانی کی طرف سے دس پونڈ سالانہ کرایہ کے عوض پر مل گیا۔ ۱۶۵۸ء میں بنگال کے انگریزی تاجروں اور نواب شائستہ خان کے درمیان کش مکش ہو گئی۔ کمپنی کا گورنر شاہ جیمس ثانی سے اورنگ زیب کے خلاف عسکری طاقت استعمال کرنے کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بنگال اس زمانے میں دنیا کا متمول ترین ریاست تھی۔ گورنر ہندوستان کے اس زرخیز علاقہ پر برطانوی

حکومت کا خواب دیکھ رہا تھا، لیکن اس زمانہ میں بیرونی حملہ آوروں کا اپنے ارادوں میں کامیاب ہونا بہت مشکل تھا۔ انگریزوں کا جنگی بیڑہ ہگلی تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ علاوہ ازیں اورنگ زیب نے انگریزوں کو اپنی حدودِ مملکت سے خارج کر دیا اور سورت کی تجارتی کوٹھیاں تیموریوں کے قبضہ میں آ گئیں۔ انگریزوں نے اس ذلت کے انتقام میں حاجیوں کے جہاز لوٹنے شروع کر دیے، لہٰذا جدید معاہدہ کی رو سے انگریزوں کو دوبارہ ان کی تجارتی کوٹھیاں واپس مل گئیں۔[۲۲]

۱۶۶۸ء میں چارلس دوم نے بمبئی شہر جو اسے اپنی شادی کے وقت ۱۶۶۱ء میں شاہ پرتگال کی طرف سے جہیز میں ملا تھا، دس ہزار پونڈ سالانہ کرایہ پر کمپنی کو دے دیا اور اس کے علاوہ اس نے کمپنی کو اپنا سکہ چلانے اور اپنے بچاؤ کے لیے قلعہ بنوانے اور بوقتِ ضرورت لڑائی لڑنے وغیرہ کا بھی اختیار دے دیا۔[۲۳]

۱۶۹۰ء میں اورنگ زیب نے کمپنی کو کلکتہ کے مقام پر ایک اور فیکٹری قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اور اس کے چھ سال بعد فورٹ ولیم قلعہ تعمیر ہوا۔ انگیریز اپنے پیش رو پرتگیزوں کے نقش قدم پر چل رہی تھی۔ ۱۷۰۰ء کے قریب کمپنی نے ''کوبند پور اور کالی کٹ'' کے گاؤں خرید لیے۔ لہٰذا ان گاؤں کے خریدنے ہی سے کلکتہ شہر وجود میں آیا۔[۲۴]

۱۶۹۸ء میں انگلینڈ کے کچھ تاجروں نے ایک نئی کمپنی بنالی۔ یہ دونوں کمپنیاں کچھ عرصہ تو ایک دوسرے کا مقابلہ کرتی رہیں مگر آخر ۱۷۰۸ء میں آپس میں متحد ہو گئیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس متحدہ کمپنی نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیاد ڈالی۔[۲۵]

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد اس کمپنی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ہندوستان کی حکومت تاجِ برطانیہ نے سنبھال لی۔[۲۶]

مغلیہ کی حکومت اور انگریزوں و یورپین اقوام:

۲۰ مئی ۱۴۹۸ء کو یورپ کا پہلا شخص واسکوڈی گاما کالی کٹ آیا، اس سے دس سال پہلے سکندر لودھی بن سلطان بہلول دہلی کے شاہی تخت و تاج کا مالک تھا۔ سکندر لودھی نے ۱۴۸۸ء سے ۱۵۱۷ء

تک حکومت کی، اگر چہ ان کی ۲۹ سالہ حکومت شاندار اور پر شوکت تھی، مگر پھر بھی پورا ہندوستان ان کے ماتحت نہ تھا۔ سوری اور لودھی خاندان جو تغلقوں کے بعد فرماں روا ہوئے۔ وہ ہندوستان کی متعدد حکومتوں میں سے صرف ایک حکومت کے مالک تھے، بنگال، گجرات، جون پور اور مالوہ وغیرہ میں علیحدہ علیحدہ خود مختار اسلامی سلطنتیں قائم تھیں۔

۳۰۔ ۱۵۲۶ء میں بابر نے شمالی ہند میں باستثناء بنگال مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ بابر کی حکومت چوں کہ زیادہ دن نہیں رہی اس لیے متفرق شدہ اجزاء سلطنت کو وہ متحد نہ کر سکا۔ بابر کی وفات کے بعد ۱۵۳۹ء میں شیر شاہ سوری اور بنگال کے افغانوں نے ہمایوں کو ہندوستان سے خارج کر دیا۔ ۲۷

اس کے بعد ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور پنجاب کے حاکم سکندر لودھی کو شکست دے کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح سے پندرہ سال کی جلا وطنی کے بعد ہمایوں دوبارہ اپنے باپ کی حاصل کردہ حکومت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ لیکن اسے زیادہ دن تک حکومت کرنا نصیب نہ ہوئی صرف چھ مہینوں کے بعد ہی وہ دہلی میں اپنی لائبریری کی سیڑھیوں سے اترتا ہوا گر پڑا اور ۱۵۵۵ء میں دہلی میں وفات پائی اور دہلی ہی میں تدفین ہوئی۔ جو مقبرہ ہمایوں کے نام سے اب بھی جانی جاتی ہے۔ ۲۸

جنوبی ہند اور بالخصوص وہ سواحل جو یورپین اقوام کے زیر تصرف رہے فرماں روانِ دہلی کی حکومت سے خارج رہے۔

جلال الدین اکبر ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء کی فتوحات کی موجیں بحر ہند کے ساحلوں سے ٹکرانے لگیں ۱۵۷۳ء میں خود شہنشاہ اکبر احمد آباد اور سورت وغیرہ کو فتح کرتا ہوا دریا شور کے بندر ''کھمبایت'' تک پہنچا۔ اور جہاز میں سوار ہو کر دریا شور کی سیر کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپین اقوام کو ہندوستان سے تعلق قائم کیے ہوئے ۷۵ سال گزر چکے تھے۔ یورپین نے ہندوستان کے نوابوں اور راجاؤں کو اپنے سے مرعوب و مغلوب کر لیا تھا، لیکن اکبر شہنشاہ ہند تھا۔ فرنگیوں نے اس کے سامنے سپر ڈال دی۔ اس کے بعد نصاریٰ کی ایک جماعت بندرگاہ سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

اپنے ملک کی دستکاریاں بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ بادشاہ نے ان کے اس تحفہ کو قبول کیا اور ان سے ایک خاص قسم کی نسبت ہوگئی۔ ۲۹

ہندوستانی بادشاہ نے پرتگیزوں کو جن شاہی انعامات سے نوازا تھا انہیں پر قناعت نہیں کیا۔ بلکہ تیسرے سال ۱۵۷۶ء میں ایک شاہی افسر حاجی حبیب اللہ کو بہت روپیے دے کر بھیجا کہ وہ بندرگاہ پہنچ کر یورپ کی عجیب چیزیں خریدیں اور کچھ ماہرین فن بھی ساتھ کر دیے کہ جن چیزوں کو نادر سمجھیں ان کی نقل اتار کر ساتھ لائیں۔

۱۵۷۸ء میں حاجی حبیب اللہ واپس ہوئے تو ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لے آئے جو نصاریٰ کے لباس میں تھی۔ اس جماعت نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر طرح طرح کے باجے بجائے اور اکبر کے مذہبی مباحث میں شرکت کی۔

اس بناء پر اکبر نے ۱۵۷۹ء میں قطب الدین خان کو پرتگیزی بندرگاہوں کی تسخیر کے لیے مامور کیا۔ اور اپنی سلطنت کے صوبہ جات گجرات و مالوہ کے حکام کو اور دکن کے ان نوابوں کو جو اکبر سے معاہدہ کیے ہوئے تھے۔ قطب الدین خان کی امداد اور اپنے طور پر سخت نگرانی کی ہدایات صادر کر دیں۔ اس طرح پرتگیزی غداری کا انسداد کیا۔ ۳۰

جہاں گیر کی حکومت ۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء تک رہی، جہاں گیر ہی کے دور حکومت میں ۱۶۰۸ء میں کپتان ہاکنس جیمس اول کا خط لیے دربار جہاں گیر میں حاضر ہوا۔ وہ ترکی زبان جانتا تھا۔ جو جہاں گیر کی آبائی زبان تھی۔ جہاں گیر نے اس کی بہت خاطر کی۔ سورت میں انگریزوں کو تجارتی کوٹھی بنانے کی اجازت دے دی اور چار سو سواروں کا سردار بنا کر ہاکنس کو سلطنت مغلیہ کے منصب داروں میں شامل کر لیا۔ دو برس تک آگرہ رہا اور ہر روز بادشاہ کی دربار میں حاضر ہوتا اور ترکی زبان میں آپس میں خوب گفتگو کرتا۔ ہاکنس کی کوشش تھی کہ تجارتی کوٹھی کی اجازت کے علاوہ انگریزوں کو خاص طور پر کچھ مراعات بھی حاصل ہو جائیں اور کمپنی کے تجارتی مال پر ٹیکس نہ لیا جائے، بندرگاہ آنے والے مال کی تلاشی نہ لی جائے وغیرہ وغیرہ۔ ۳۱

پرتگیزوں اور انگریزوں میں اس دور میں اس قدر سخت کشمکش تھی جس کی وجہ سے ہمہ وقت لڑائی ان کے سروں پر منڈلاتی رہتی۔ سمندر میں ایک دوسرے کے جہازوں کی لوٹ مار کرتے تھے۔ ان میں جو سپاہی ہوتے ان کو سمندر میں ڈال دیا جاتا۔ اس بناء پر ہاکنس اپنے ساتھ بڑی اچھی اچھی توپیں اور کثیر تعداد میں جنگی سامان لایا تھا۔ پرتگیزی انگریزوں کی ترقی میں حائل رہے۔ اس کے علاوہ کچھ دور اندیش مدبرین مملکت کا خیال یہ بھی تھا کہ انگریز ہندوستان پر اپنا قدم جمالیں گے۔ ۳۲؎

صوبہ گجرات کے حاکم اعلیٰ مقرب خاں، اور خود (شاہ جہاں) کا بھی یہی خیال تھا کہ اس قسم کی مراعات ہندوستان کے لیے بڑی نقصان دہ ہوں گی۔ چناں چہ بادشاہ نے اس کی مخالفت کی بالآخر خصوصی مراعات کے سلسلہ میں ہاکنس کو ناکامی دیکھنی پڑی۔ لیکن پھر بھی ہاکنس نے سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے اور دہلی میں شاہ انگلستان کے سفیر کے حاضر ہونے کی اجازت حاصل کرلی۔

اس کے بعد ۱۶۱۵ء میں سر طامس رو، انگلستان کے سفیر کی حیثیت سے جہاں گیر کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات میں توسیع کی جدوجہد کی مگر ان کو پوری طرح سے کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم بادشاہ جہاں گیر نے ان کے (یعنی شاہ انگلستان) کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا۔

جہاں گیر نے جیمس کے خط کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا اور جیمس اول نے جو ہدیہ تحائف بھیجے تھے (باجے، چاقو، تلوار اور انگریزی گاڑی وغیرہ) اس کو جہاں گیر نے قبول کیا۔ اور جہاں گیر نے ہاکنس کی بڑی قدر کی، کبھی کسی سفیر کی شاہی دربار میں ایسی قدر نہیں ہوئی تھی، جیسی ان کی کی گئی۔ ۳۳؎

جہاں گیر کے مذہبی رجحان کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ جہاں گیر کے متعلق سر طامس رو کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں گیر اپنے باپ سے بھی زیادہ عیسائی مذہب سے متاثر ہوگیا۔ جہاں گیر نے باپ (اکبر) کی طرح پرتگیزوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ اپنے چرچ اور اپنے اسکول قائم کریں۔ اور تبلیغ و اشاعت پوری آزادی کے ساتھ کریں۔ نیز پادریوں کی باتیں جہاں گیر نے اس قدر غور سے سنا کہ ہاکنس سمجھ گیا کہ بادشاہ عیسائی ہوگیا ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھا کہ جس حد تک باپ نہ پہنچا وہ

اس سے بھی آگے پہنچ گیا۔

چناں چہ جہاں گیر کے دو بھتیجے دانیال کے بیٹے عیسائی ہو گئے تھے۔ ۳۴

ہندوستان کی سفارت میں انگلستان سے جو آدمی آئے تھے، ان میں مسٹر ٹیری چپن (پادری) بھی تھا۔ جہاں گیر کے عہد میں آگرہ میں تمام فرنگی (یورپین) اس کے محل تک رسائی رکھتے تھے۔ جہاں گیر ساری رات فرنگیوں کے ساتھ شراب پیتا تھا۔ ۳۵

شاہ جہاں کی حکومت ۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء تک رہی۔ شاہ جہاں ایام شہزادگی میں جب جہاں گیر کے لشکروں سے جان چھپاتا ہوا بنگالہ کے قریب سمندر کے ساحل پر پہنچا تو وہاں اس نے خود دیکھا کہ ''بندرگاہ ہگلی'' کے رہنے والے فرنگی جو سراندیپ وغیرہ کے بحری راستے سے تجارت کرتے ہیں۔ ان کا رویہ ہندوستانیوں کے ساتھ دل آزار، ناشائستہ اور تباہ کن ہے۔ تو انھوں نے حکام بنگالہ کی لاپرواہی سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ کچھ زمین قیام اور تجارت کی غرض سے حکام سے درخواست کر کے حاصل کیں۔ اور اس کے علاوہ کافی بڑا رقبہ اجارہ دار یا کسی زمین دار سے خرید کر یا کسی پر ناجائز دباؤ ڈال کر حاصل کرلیا تھا۔ انھوں نے اس زمین میں اونچے اونچے مکانات اور قلعے وغیرہ تعمیر کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور اپنے تحفظ کی تمام برّی اور بحری ذرائع بھی فراہم کر لی۔ چناں چہ وہ علاقہ بندرگاہ ہگلی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے ایک طرف سمندر تھا اور اس کے تین طرف گہری گہری خندقیں کھود کر نہر جاری کر لی تھی اور اس علاقہ کو چاروں طرف سے گھیر کر ایک محفوظ قلعہ کے مانند کرلیا تھا۔

۱۔ اس علاقہ کے لوگوں کو زبردستی عیسائی بنا کر فرنگستان یعنی یورپ بھیج دیا جاتا۔

۲۔ قرب و جوار کے مسافروں کے ساتھ لوٹ مار کرتے اور تلاشی کے وقت سخت تکالیف پہنچاتے تھے۔

۳۔ قرب و جوار کے لوگوں کو قید کر کے ان کے ساتھ زرخرید غلاموں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔

۴۔ بنگالہ یا دکن کی جن بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ وہاں کے باشندوں میں سے جو مرجاتا اس کی زمین و جائداد پر قبضہ کر لیتے۔ اور اس کے یتیم بچے کو اپنا غلام بنا لیتے تھے۔

۵۔کسی غیر کو اپنے علاقہ میں رہنے نہیں دیتے تھے۔اگر کوئی بھولے سے چلا جاتا تو اس کا واپس ہونا مشکل ہو جاتا تھا۔

جب شاہ جہاں کو مذکورہ بالا حرکات کا علم ہوا تو اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ بادشاہ ہونے پر اس جھاڑ کے کانٹے کو بنگالہ کے باغ ارم سے نکال ڈالوں گا۔

چناں چہ جب شاہ جہاں کو شاہی تخت پر جلوہ افروز ہوئے پانچ سال گزر گئے نیز قرب و جوار سے ہگلی کے باشندوں کی مزید شکایتیں بھی بادشاہ کے دربار میں پہنچیں کہ فرنگیوں کا ظلم حد سے تجاوز کر گیا ہے۔تو بادشاہ نے اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

شاہ جہاں جیسے عادل بادشاہ کو یہ کہاں گوارہ تھا، اس نے فوراً اس جانب اقدام کیا۔لہذا ۱۶۴۱ء کے ابتدا میں پیش گاہ سلطانی سے قاسم خاں گورنر بنگالہ کے نام یہ حکم صادر فرمایا کہ اس جماعت کو جلد از جلد نیست و نابود کر دیا جائے۔

بادشاہ کے اس فرمان پر فوراً عمل کیا گیا اور فرنگیوں کے باغی لوگوں کو قتل کیا گیا۔اور ہزاروں کو قید کر لیا گیا۔فرنگی سپاہیوں کے علاوہ جہاز اور پانچ ہزار آدمی قید کر لیے گئے۔۶۴ جہاز اور بہت سا مال غنیمت شاہی لوگوں کے ہاتھ آئے۔اس علاقے سے فرنگی بالکل چلے گئے۔اور ان کی عبادت گاہوں کی جگہ پر بادشاہ کے حکم سے مساجد بنائی گئیں۔اور باقاعدہ امام مؤذن رکھ کر وہاں نمازیں شروع کی گئیں۔اور جو افراد قید ہو کر آئے تھے ان کو بادشاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا ان کو خصوصی مراعات عطا کی گئیں۔اور ان میں سے بعض نے اسلام قبول نہیں کیا چناں چہ ان کو امراء میں تقسیم کر کے حکم دیا گیا کہ ان کو قید کر کے رکھیں۔

فرنگی اس دوران اگر چہ چلے گئے تھے۔لیکن پھر بھی ان کی کوٹھیاں جنوبی اور مغربی ہند کے تقریباً تین ہزار میل کے لمبے ساحل پر جگہ جگہ قائم ہو چکی تھیں۔اور بمبئی ان کا مستقل اڈہ تھا۔ان علاقوں میں روز بروز اپنا کاروبار بڑھاتے رہے۔کیوں کہ اس زمانہ میں جنوبی ہند کے ساحل کا زیادہ تر علاقہ بادشاہ کی حکومت سے خارج تھا اور بغیر کسی غلطی کے ان کو تکلیف پہنچانا شاہی عدل کے خلاف تھا۔

سفارت خانوں کا جو طریقہ اکبر و جہاں گیر کے دور میں تھا وہ شاہ جہاں کے دور میں ختم ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ رہی کہ شاہ جہاں نے اپنے تعلقات سلطان ترکی سے قائم کر لیے تھے۔ چناں چہ دو مرتبہ سلطان ترکی کی طرف سے ہدایا وتحائف بادشاہ کی خدمت میں ان کا سفیر لے کر آیا اور بادشاہ نے بھی ان کی خدمت میں ہدایا وتحائف بھیجے تھے۔[۳۶]

اورنگ زیب کی حکومت ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۸ء تک رہی۔ اورنگ زیب کی طویل عہد حکومت میں انگریز آہستہ آہستہ اپنی تجارت پھیلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات کے وقت تک انگریزوں نے ساحل ہند کی بہت سی فیکٹریوں پر قبضہ کر لیا تھا، مدراس، بمبئی اور کلکتہ میں قلعوں کی تعمیر کرائی جا چکی تھی اور ان کی وجہ سے یہ شہر بہت خوشحال ہو گیا تھا اور ان پریزیڈنسیوں میں شہری حکومت بھی انگریزوں ہی کی قائم تھی چناں چہ یہ ٹیکس وصول کرتے اور مقدمات کا فیصلہ بھی کرتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حیثیت شروع زمانہ میں صرف ایک تاجرانہ حیثیت کی تھی۔ لیکن اس کے دل میں جو روگ چھپا ہوا تھا وہ عالمگیر کے دور میں ظاہر ہونے لگا، چناں چہ ہندوستان کی اہم ساحلی شہروں میں قلعے بنانا اور اپنی گورنمنٹ قائم کرنا یہ سب اس کی بدنیتی کا پردہ چاک کر رہے تھے۔ دوسری طرف ۱۶۰۴ء سے فرانسیسی ہندوستان میں تجارتی کمپنیاں قائم کرنے کی مسلسل کوششیں کر رہے تھے جن میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ آخر وہ عالمگیر کے زمانہ میں ۱۶۶۴ء میں ایک فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے میں ان کو کامیابی ہوئی اس کے دو سال بعد فرانسیسیوں نے بیجاپور کی اسٹیٹ سے اپنے لیے ایک وسیع قطعۂ زمین حاصل کر لیا جس پر انھوں نے پانڈیچری کا شہر آباد کیا۔

حاصل کلام یہ کہ شاہان مغلیہ کے دور میں ہندوستان کی حالت یہ تھی کہ سات سمندر پار کی رہنے والی قومیں اس پر آہستہ آہستہ اپنا قدم جمارہی تھی اور دوسری طرف مسلمان اندرونی بدنظمیوں اور شدید اختلاف و انتشار کی وجہ سے اس قابل نہ رہے تھے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکیں، وہ سب کے سب اقتدار کے بھوکے اور اپنے مفاد کے بندے تھے۔[۳۷]

فرخ سیر کی حکومت ۱۷۱۳ء سے ۱۷۱۹ء تک رہی۔ فرخ سیر نے پانچ سال حکومت کی لیکن وہ

صرف نام کا بادشاہ تھا۔ اس کے زمانہ میں ۱۷۱۶ء میں کلکتہ کے انگریزوں نے بنگال کے گورنر (حسین علی) کے خلاف درخواست دی کہ وہ محصول اور ٹیکسوں کی رقم مانگنے میں بڑی زیادتی کرتا ہے۔ انگریزوں کا ایک وفد بادشاہ فرخ سیر کے پاس آیا۔ اسی وفد میں ہملٹن نامی ایک سول سرجن بھی تھا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں بادشاہ (فرخ سیر) شدید بیمار تھا۔ دربار کے تمام طبیب اور حکیم علاج کر چکے تھے۔ مگر اب تک افاقہ کی کوئی صورت نہ ہوئی اب بادشاہ ہملٹن کے علاج سے جلد ہی صحت یاب ہو گیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر پوچھا میں اس کے بدلے میں کیا انعام دوں۔ ہملٹن نے شخصی مفاد پر قومی مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے کہا کہ ''میرا انعام صرف یہ ہے کہ آپ بنگال کے انگریزوں پر سے خاص خاص چنگی کے محصولوں اور ٹیکسوں کو معاف کرا دیجیے اور کلکتہ میں انگریزوں کی آبادی کے پڑوس میں جو بعض گاؤں ہیں وہ ان کو دے دیجیے۔'' بادشاہ نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا اور ۱۷۱۷ء میں اس مضمون کا ایک پروانہ شاہی بھی لکھ دیا۔ یہ اگرچہ معمولی سا تھا لیکن ہندوستان کی تاریخ میں اس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے کہ اسی کی وجہ سے انگریزوں کو ہندوستان میں اپنے قدم جمانے اور آخر اس ملک پر قبضہ کرنے کا موقع ملا۔ ۳۸

محمد شاہ کی حکومت ۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء تک ۳۰ سال رہی۔ وہ بڑا عیش پرست بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں اکثر صوبوں میں انگریزوں اور یورپین کی تجارتی کوٹھیاں قائم ہو چکی تھیں۔ ۳۹

محمد شاہ کے بعد دولت مغلیہ کے اختتام تک پانچ مغلیہ خاندان کے بادشاہ ہوئے۔ احمد شاہ ۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۴ء تک۔ شاہ عالم گیر ثانی ۱۷۵۴ء سے ۱۷۵۹ء تک اور شاہ عالم ثانی ۱۷۵۹ء ۱۸۰۶ء تک اور اکبر ثانی ۱۸۰۶ء سے ۱۸۳۸ء تک اور بہادر شاہ ظفر ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء یہ صرف برائے نام بادشاہ تھے ورنہ دراصل یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے پنشن خوار تھے۔ تمام معاملات و امور حکومت کمپنی کے مقرر کیے ہوئے نمایندوں کی وساطت اور ان کے مشورے سے طے پاتے تھے۔ شاہ عالم کی نسبت تو یہ مشہور تھا کہ ''حکومت شاہ عالم از دہلی تا پالم'' شاہان دہلی تو لال قلعہ سے باہر کی کسی اور چیز پر کوئی اقتدار و اختیار نہیں رکھتے تھے۔ ۴۰

شاہ عالم کی حکومت ۱۷۵۹ء سے ۱۸۰۶ء تک رہی اسی کے دور میں انگریزوں نے ۱۷۶۵ء میں شاہ عالم سے جبراً تینوں صوبوں، بہار، بنگال اور اڑیسہ کی دیوانی کی سند پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔[۴۱] بہادر شاہ ظفر کی حکومت ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء تک رہی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں اور ہندوستانیوں میں جو بہادر شاہ ظفر کے حامی تھے جنگ ہوئی (جن کو انگریز غدر کے نام سے جانتے ہیں) جس میں بہادر شاہ ظفر کو شکست ہوئی اور انگریز باقاعدہ ہندوستان کے حاکم اور فرماں روا ہو گئے اور شاہانِ مغلیہ کا چراغ یوں ٹمٹما کر بجھ گیا۔[۴۲]

بنگال کی سیاسی حالات

بنگال یا بنگالہ، ہندوستان کا ایک صوبہ جو برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے بعد تقسیم ہو کر بھارت کی ریاست مغربی بنگال اور پاکستان کا صوبہ مشرقی پاکستان (مشرقی بنگال) میں شامل تھا، لیکن ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے آزادی حاصل کر کے بنگلہ دیش کے نام سے ایک الگ ملک ہو گیا ہے۔[۴۳] بنگال کی سب سے پہلی تقسیم حکومت انگریز نے کی۔ صوبہ بنگال کی حکومت کے نظم و نسق کو مضبوط بنانے کی غرض سے بنگال کے گورنر لارڈ کرزن نے بنگال کے بڑے صوبے کو تقسیم کر کے آسام اور مشرقی بنگال کو ملا کر ایک الگ صوبہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ہو جاتی تھی اور مغربی بنگال میں بہار اور اڑیسہ کے رہنے والوں کی، لہٰذا نواب سلیم اللہ اور دوسرے مسلمان تعلق دار اور شرفاء اس تقسیم کے حق میں تھے، لیکن بنگالی ہندو کا اس تقسیم سے سراسر نقصان تھا۔ اس لیے ہندو سیاست دانوں نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ اس کے باوجود ۱۹۰۵ء میں بنگال تقسیم ہو گیا اور ڈھاکہ نئے صوبے کا صدر مقام قرار پایا۔[۴۴] لیکن انتہا پسند ہندوؤں کی دہشت انگیز اور تشدد آمیز سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ جارج پنجم نے ۱۹۱۱ء میں بنگال کی تقسیم منسوخ کر دی۔ اور آسام کو چیف کمشنر کا صوبہ قرار دیا۔[۴۵]

بنگال کی تقریباً وہی حدود اربعہ ہیں جو برطانوی ہند کے صوبہ بنگال کی تھیں، یعنی شمال میں ہمالیہ کی ترائی سے خلیج بنگال تک اور مغرب میں راج محل کی پہاڑیوں سے مشرق میں گارو، کھاسی اور چاٹ گاؤں تک۔ اس سرحد نے تبت، چین اور برما سے علیحدہ کیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کے ساتھ صرف درۂ تلیا گڑھی، جھارکھنڈ کے دشوار گزار راستے سے ملحق ہے۔

بنگال کی زمینیں زیادہ تر اُباشی ہیں متعدد دریاؤں اور بے شمار ندی نالوں سے بھری ہوئی ہیں۔ گنگا، برہم پتر، میگھنا، کروٹیا، مہانندا، کوسی اور ان کی معاون ندیوں کا اصل بنگال کی معاشی اور معاشرتی ترقی کا انحصار انھیں کے اوپر ہے۔ اور بہت سے شہروں اور دیہات کو بسانے اور اجاڑنے

میں ان ندیوں کا بڑا حصہ رہتا ہے۔ ان کے قرب و جوار کی زمینیں زیادہ اونچی نہ ہونے کی وجہ سے برسات میں تقریباً چار ماہ تک زیرآب رہتی ہیں، جس سے زراعت کو خاصا نقصان پہنچتا ہے۔ کبھی کبھی شدید طوفان بھی اس علاقے کو اپنا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ ۴۶

کلکتہ صوبہ مغربی بنگال کی راجدھانی اور بھارت کا سب سے بڑا شہر ہے، جو خلیج بنگال سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر دریائے گنگا کی ایک شاخ ہگلی کے بائیں جانب مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ ریل اور سمندر کے ذریعے آمدورفت کا مرکز اور یورپ اور مشرقی ایشیا کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے دنیا کے مصروف ترین بندرگاہوں میں سے ہے۔ ہندوستان کے سمندر پار کے ممالک سے تجارت کے تقریباً ۵/۷ حصے میں سے کلکتہ اور بمبئی شریک ہیں۔ جن میں سے بڑا حصہ کلکتہ کا ہے۔ ملک بھر کے کارخانوں کی تقریبا ایک تہائی منظم صنعت اس کے گردونواح میں قائم ہے۔

۱۶۹۰ء میں کلکتہ شہر کی بنیاد انگریزوں نے رکھی، انگریز تاجروں کو جو تقریبا پچاس سال سے بنگال میں آئے ہوئے تھے، ان کو کسی مورچہ بند جگہ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس کے لیے وہ ۱۶۸۶ء کے بعد سے کوشش کر رہے تھے بالآخر ۲۴/ اگست ۱۶۹۰ء کو موجودہ کلکتہ کے شمالی حصے ''سوتانت'' میں آباد ہو گئے۔ ۱۶۹۶ء میں انگریزوں کو قلعہ بنانے کی اجازت مل گئی۔ ۱۶۹۸ء میں عظیم الشان گووند پور کے تین گاؤں کرایہ پر لینے کی اجازت حاصل ہوگئی ۱۷۱۷ء میں مغل بادشاہ فرخ سیر سے اس کے نواح میں ۳۸ گاؤں خریدنے کی اجازت حاصل کر لی۔ ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کے بعد انگریز عملی طور پر بنگال کے مالک ہو گئے۔ چناں چہ انھوں نے کلکتہ شہر کی تعمیر کی ازسرنو منصوبہ بندی کی۔ ۱۷۷۲ء میں صوبے کا خزانہ مرشدآباد سے کلکتہ منتقل کیا گیا اور ۱۷۷۳ء میں کلکتہ برطانوی ہندوستان کا سرکاری صدر مقام بن گیا۔ ۱۷۷۳ء سے ۱۹۱۱ء تک کلکتہ ہندوستان کا دارالحکومت رہا۔ اور ۱۹۱۱ء سے اب تک صوبہ بنگال کی راجدھانی ہے۔ ۴۷

بنگال میں ہندوؤں کی حکومت

بنگال میں آریاؤں کی آمد کا آغاز تقریبا ایک ہزار سال قبل مسیح میں ہوا لیکن اس وقت صوبہ

بنگال کسی مرکزی حکومت کے تحت نہیں تھا بلکہ یہ چھوٹی چھوٹی ریاست میں منقسم تھا۔ اور یہاں پر الگ الگ حکمراں تھے۔ مشرقی علاقے میں گنگا ریدائی حکومت کرتے تھے۔ ہگلی ان کی راجدھانی تھی۔ اسی طرح مغربی بنگال میں یوشکرنا کی حکومت تھی۔

اس کے بعد چوتھی صدی سے چھٹی صدی عیسوی تک گپتا خاندان کی حکومت رہی۔ اور ان کی راجدھانی سورنا (رانگاماٹی) تھا۔ ۴۸؎

آٹھویں صدی عیسوی میں ملک میں طوائف الملوکی پھیلنے کے بعد مغربی بنگال و بہار میں پال خاندان برسرِ حکومت آیا۔ راجہ گوپال اس خاندان کا بانی اور وہ بدھ مت کا پیرو تھا، اس نے اند پور، نالندا اور بہت سے مقامات پر مذہبی اسکول، مدرسے اور خانقاہیں قائم کی تھیں۔ اور اند پور اس کی راجدھانی تھی۔ پال خاندان کی حکومت بنگال سے بہار تک وسیع تھی۔

اس کے بعد اس کے بیٹے دھرم پال جو اسی خاندان کا، بنگال کا راجہ تھا، اس نے ۴۵ سال تک حکومت کی۔ اس نے بھاگل پور کے نواح میں بہت سی خانقاہیں اور درس گاہیں تعمیر کرائی تھیں۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے دیو پال نے بنگال کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اس نے اپنی حکومت کے دور میں اڑیسہ اور آسام پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ اس خاندان کے لوگ پشتوں پے در پے حکومت کرتے رہے۔ پہاڑی علاقہ کے قبیلہ کام لوج نے اس خاندان کی حکومت کو اپنے پے در پے حملوں سے کمزور کیا، بایں ہمہ اس خاندان کا نواں بادشاہ مہی پال تھا۔ جس کے زمانہ میں جنوب ہند کے چول راجہ راجندر نے بنگال پر حملہ کیا اور مہی پال کو شکست دی اور اس کے بعد رام پال تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں بدھ مذہب کا زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس کا اثر زائل ہونے لگا۔ رام پال اس خاندان کا آخری بڑا راجہ تھا۔ اس کے بعد اس کے جانشین بہت کمزور اور نااہل تھے۔ بارہویں صدی عیسوی میں سین خاندان نے ان کی سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ ۴۹؎

سین خاندان کی بنیاد گیارہویں صدی میں ہمنت سین نے ڈالی تھی، سمنت سین کا بیٹا ہمنت سین تھا اس کے بعد اس کا بیٹا اور اس کا جانشین دُجا سین ہوا، اس کے زمانہ میں سین خاندان کی قوت بہت

زیادہ بڑھ گئی اور مہی پال کی سلطنت پر بھی سین خاندان کا قبضہ ہوگیا۔اس کا بیٹا ہلال سین برہمنوں کے مذہب کا بڑا حامی تھا،اس کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے اس نے بہت کوشش کی۔ ہلال سین خود بھی ایک عالم راجہ تھا اور دوسرے عالموں کی قدر کرتا تھا۔اس کا بیٹا لکشمن سین اس خاندان کا آخری بنگال کا راجہ تھا۔سین خاندانوں نے مسلسل کئی سال تک بنگال میں خودمختار حکومت کی،سین خاندان کا آخری حکمراں لکشمن سین تھا۔اس کے عہد میں دہلی سلطنت کے قطب الدین ایبک کے ایک ترک سپہ سالار اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے بنگال فتح کیا اور اس وقت سے بنگال دہلی سلطنت کا ایک صوبہ ہوگیا اور بنگال کی خودمختار حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔۵۰

بنگال میں مسلمانوں کی حکومت

۱۱۹۹ء میں قطب الدین ایبک دہلی سلطنت کا حکمراں تھا اور اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی اس کا ایک ترک سپہ سالار تھا۔ وہ قطب الدین ایبک کے حکم سے جنوب بہار فتح کر کے مسلم سلطنت کی توسیع کرنے کے بعد بنگال کی طرف بڑھا اور سین راجہ کے دارالحکومت ندیا میں داخل ہوا اور راجہ لکھمنہ کو شکست دے کر مسلمانوں نے بنگال پر قبضہ کرلیا اور بنگال کی خودمختار حکومت کو ختم کر دیا۔محمد بن بختیار خلجی ریاست بنگال کا حاکم اعلیٰ مقرر ہوا اور اس نے ندیا کے بجائے لکھنوتی کو بنگال کی راجدھانی بنایا۔محمد بن بختیار خلجی بنگالہ کی سرحد پر شہر نودیا کی جگہ ایک دوسرا شہر آباد کیا اور اس کا نام ''رنگ پور'' رکھا۔بختیار نے یہاں پر بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کروائیں،مسجدیں خانقاہیں اور مدرسے بنوائے اور ہندو مذہب کی جگہ مذہب اسلام کے احکامات کو رائج کیا۔۵۱

محمد بن بختیار خلجی کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تک عزالدین محمد شیران حاکم اعلیٰ ہوئے۔اس کے انتقال کے بعد علی بن مردان بنگال کا حاکم ہوا اور سلطنت دہلی قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد اس نے بنگال میں اپنا لقب علاء الدین اختیار کر کے اپنی خودمختار بادشاہت کا اعلان کر دیا،اپنے نام سے سکہ اور خطبہ جاری کیا،لیکن اس نے جبر وتعدی اور خود پسندی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ خلجی امراء نے عاجز آ کر اس کو قتل کرا دیا۔اس کے بعد حسام الدین خلجی سلطان غیاث الدین کے لقب سے بنگال میں

بادشاہ ہوگیا۔ اور وہ ایک خودمختار حکومت کرنے لگا۔ اس نے اپنے نام سے خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ اس کے زمانہ میں بنگال نے بڑی ترقی کی، حدود سلطنت میں توسیع ہوئی۔ اڑیسہ، کامروپ کے راجا خراج دینے لگے۔۵۲

۱۲۲۵ء میں سلطنت دہلی بادشاہ التمش نے بہار و بنگال پر حملہ کر کے بنگال کی راجدھانی لکھنوتی پر قبضہ کرلیا اور اپنے بیٹے ناصر الدین التمش کو بنگال کا حاکم بنایا۔ لیکن غیاث الدین نے بغاوت کر کے کامروپ کے حصہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بیٹے ناصر الدین بن التمش اور غیاث الدین کے درمیان جنگ ہوئی، غیاث الدین شکست کھا کر پکڑا گیا، ناصر الدین نے اس کو قتل کر دیا اور بنگال کا آزادانہ حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد سے بنگال میں صوبہ دار مقرر ہوتے رہے۔۵۳

ناصر الدین کے انتقال کے بعد اس کے وزیر غیاث الدین بلبن دہلی کی سلطنت پر پھر بیٹھا۔ بلبن کے سلطنتِ تخت پر بیٹھتے ہی اپنے غلام مغیث الدین طغرل کو بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا۔ لیکن ۱۲۷۹ء میں جب غیاث الدین بلبن بیمار ہوا، جن کی موت کی افواہ پھیل گئی اسی وقت اس کے غلام طغرل خاں ملقب بہ مغیث الدین نے بنگال کی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اب غیاث الدین بلبن خود بنگال پر حملہ آور ہوا، طغرل خاں فرار ہوگیا، چناں چہ دوبارہ صوبہ بنگال سلطنت دہلی میں شامل ہوگیا۔ ۱۲۸۴ء میں غیاث الدین بلبن نے اپنے لڑکے بغرا خاں کو اقلیم لکھنوتی اور بنگالہ کا حاکم بنایا چناں چہ اس کی بنگال میں دوبارہ حکومت ہوگئی۔

۱۲۹۰ء میں دہلی کی سلطنت بلبنی خاندان سے چلی گئی اور خلجیوں کا قبضہ ہوا، لیکن بنگال میں بلبنی خاندان بدستور حاکم بنے رہے اور وہ خودمختاری کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔۵۴

بغرا خاں کے بعد شہاب الدین بغرا شاہ بنگال کا حاکم ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہادر شاہ حاکم ہوا۔ بہادر شاہ اور بہرام خاں کے درمیان جنگ ہوئی بہادر شاہ نے شکست کھائی اور شہاب الدین حکومت پر بحال ہوا۔ ۱۳۲۴ء سے ۱۳۳۰ء تک مشرقی بنگال میں بہرام خاں اور بہادر شاہ کی مشترکہ حکومت رہی۔ اور ۱۳۳۰ء سے ۱۳۳۸ء تک بہرام کی حکومت رہی۔ اور ۱۳۳۹ء میں بہرام

خاں کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے وزیر فخر الدین ۔سلطان فخر الدین مبارک شاہ کے نام سے بادشاہ ہوا۔ اور اس کی حکومت ۱۳۴۹ء تک رہی ۔ اور ۱۳۲۵ء سے ۱۳۳۹ء تک صرف لکھنوتی میں قدر خاں حاکم تھا اور ۱۳۲۳ء سے ۱۳۳۹ء تک سات گاؤں میں عز الدین اعظم الملک حاکم رہے ۔ ۵۵

علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین نے سلطان فخر الدین کو قتل کر کے خود بنگال کا حاکم ہوا اس نے ایک سال پانچ ماہ حکومت کی اس کے بعد حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین نے بنگال کے حاکم اعلیٰ مبارک علی کو قتل کر کے بنگال کا بادشاہ ہوگیا۔ لیکن اس زمانے میں دہلی پر حکمراں تغلق خاندان کی تھی اس نے مغرب میں اپنی سلطنت ترہٹ سے آگے چمپارن، گورکھ پور اور بہرائچ تک بڑھالی ۔ سلطان شمس الدین الیاس شاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے سکندر شاہ ابن سلطان شمس الدین تمام امیروں اور اراکین سلطنت کے باہمی مشورے سے تخت نشین ہوا لیکن اس کے عہد میں دہلی کی سلطنت (فروز شاہ) نے بنگال پر حملہ کیا۔ لیکن اس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی، چناں چہ بنگال کے حاکم وہی بنے رہے ۔ سکندر شاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹا غیاث الدین بنگال کا بادشاہ ہوا اس نے سات سال تک حکومت کی ۔ غیاث الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین سلطان السلاطین کا خطاب لے کر تخت پر بیٹھا، وہ بہت ہی نیک طبیعت، بہادر بادشاہ تھا اس نے بنگال میں دس سال تک حکومت کی ۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین ثانی بنگال کا بادشاہ بن گیا تھا، مگر شمس الدین کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اس لیے اس کے وزیر میں سے ایک ہندو وزیر (راجا کنس) نے اس کو قتل کر کے خود حکومت پر قبضہ کرلیا، لیکن اس کی حکومت زیادہ دن نہیں چل سکی ۔

اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین سلطان محمد شاہ کے نام سے بنگال کا نیا مسلم حکمراں ہوا۔ وہ نہایت عادل اور منصف مزاج تھا۔ اس نے تقریباً اٹھارہ سال تک حکومت کی ۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ بنگال کا خود مختار بادشاہ ہوا، اس نے بھی اپنے والد کی طرح نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ حکومت کا کام انجام دیا۔ اس نے سولہ برس تک حکومت کی ۔ اس کے انتقال کے

بعد اس کے ایک غلام ناصر الدین نے سلطنت وحکومت پر قبضہ کرلیا لیکن وہ زیادہ دن حکومت نہیں کرسکا کہ الیاس شاہ کے خاندانوں نے دوبارہ حکومت پر قبضہ کرلیا اور بنگال کی حکومت دوبارہ الیاس شاہ کے خاندان میں آگئی۔ چناں چہ سب سے پہلے ناصر شاہ بن شاہ بنگال کا بادشاہ ہوا اور وہ بھاگل پور، ساتگاؤں، باگر ہاٹ، فرید پور اور نصرت آباد علاقے میں حکومت کرتے رہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا باربک شاہ تخت پر بیٹھا۔ باربک شاہ نے اڑیسہ کے راجا سے جنگ کرکے اڑیسہ کو فتح کرلیا اور اپنی سرحد دریائے کرٹیا تک وسیع کرلی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے یوسف شاہ باربک نے سات سال تک حکومت کی۔ ۸۶۷ھ میں خواجہ باربک سرحبشی اور فتح شاہ کے درمیان جنگ ہوئی جس میں فتح شاہ کی شکست ہوئی اور صوبہ بنگال حبشیوں کے قبضہ میں آگئی اور الیاس شاہی کی حکومت ختم ہوگئی۔ خواجہ باربک حبشی کو سردار ملک اندیل حبشی نے قتل کردیا اور خود سیف الدین کا لقب اختیار کرکے تخت پر بیٹھا لیکن تین سال کے بعد وہ بھی مارا گیا۔ اس نے تین سال تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا محمود شاہ حاکم ہوا۔ اس نے ایک سال تک حکومت کی اس کے بعد سیدی بدر شمس الدین مظفر کے لقب سے بادشاہ ہوگیا۔ بادشاہ ہوتے ہی اس نے فوج کی تنخواہ کم کردی۔ جس کی وجہ سے اس کے وزیر نے سید حسین کی سرکردگی میں اس کے محل کا محاصرہ کرلیا چناں چہ شمس الدین مظفر مارا گیا۔ اور حبشی حکومت یہیں ختم ہوگئی۔ ۵۶

۱۴۹۳ء سے ۱۵۳۷ء تک حسین شاہی خاندان کی حکومت رہی۔ ۱۴۹۵ء میں سید حسین شاہ علاء الدین حسین شاہ کے لقب سے بادشاہ ہوگیا۔ وہ عرب نسل کے تھے۔ لیکن اس نے بنگالیوں کی تہذیب کی سرپرستی کی اور اس کے زمانے میں فتوحات وتعمیرات کی آغاز ہوا۔ اس کے قائم کردہ متعدد مدارس میں سے ایک مالدہ کے مدرسہ کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۵۱۹ء میں اس کے وفات کے بعد اس کا بیٹا نصرت شاہ ابو المظفر نصرت شاہ کے نام سے بادشاہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں بابر نے دہلی کی سلطنت ابراہیم لودھی کو شکست دے کر مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ لیکن بابر کے زمانہ میں بنگال میں حبشی شاہی کی حکومت رہی۔ ۱۵۳۲ء میں نصرت شاہ کو اس کے

ایک غلام نے قتل کر دیا، تو اس کا بیٹا علاء الدین فیروز شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن کچھ ہی دن بعد اس کے چھوٹے چچا غیاث الدین محمود نے اس کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور اسی کے عہد میں شیر شاہ سوری نے بنگال پر حملہ کیا، اس کے زمانہ میں بہار میں شیر شاہ خود مختار حکمراں بن بیٹھا تھا۔ ادھر بنگال کے خود مختار بادشاہ غیاث الدین محمود نے درہ تلیا گڑھی میں اس کا مقابلہ کیا، لیکن اس کو شکست ہوگئی اور اس نے سلطنت دہلی ہمایوں سے مدد طلب کی۔ ۱۵۳۸ء میں ہمایوں کا لشکر آگے بڑھا۔ لیکن راستہ میں شیر شاہ کے بیٹے جلال خان نے اس سے مقابلہ کیا اور آگے بڑھنے کا راستہ مسدود کر دیا۔

۱۵۳۸ء ہی میں ہمایوں کا صوبہ بنگال کی راجدھانی گور پور پر قبضہ ہو گیا۔ اس نے بنگال کو جزو سلطنت بنانے کا اعلان کیا، چناں چہ وہ جہاں گیر قلی بیگ کو بنگال کا گورنر مقرر کر کے آگرہ کی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں مقام قنوج اور مقام چوسا پر شیر شاہ کے فوج اور ہمایوں میں جنگ ہوئی۔ ہمایوں کو شکست دے کر دہلی کی سلطنت پر قبضہ کر کے شیر شاہ پورے ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ بنگال کی طرف بڑھا۔ جہاں گیر قلی بیگ سے جنگ ہوئی وہ میدان جنگ میں مارا گیا اور بنگال کی راجدھانی گور پر شیر شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

۱۵۴۱ء میں شیر شاہ نے خضر خان ترکی کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن بعد میں اس کو معزول کر کے شیر شاہ نے ملک کے نظم ونسق کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا اور قاضی فضیلت کو اس کا سربراہ مقرر کیا۔

شیر شاہ کے بعد اس کے بیٹے سلیم شاہ کے عہد میں محمد خان بنگال کا گورنر تھا۔ سلیم شاہ کے انتقال کے بعد اس نے بنگال میں اپنا لقب شمس الدین محمد شاہ غازی اختیار کر کے بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد دہلی پر حملہ کیا اور جون پور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن کچھ دن کے بعد عادل شاہ کے ایک وزیر ہیموں کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے بعد اس کے بیٹے خضر خان غیاث الدین نے ۱۵۶۰ء تک بنگال میں حکومت کی۔ اس کے انتقال کے بعد سلیمان خان نے مغربی بنگال اور جنوبی مشرقی بہار پر قبضہ کر لیا اور کوچ بہار سے پورے اڑیسہ اور دریائے سون سے برہم پتر تک اپنی سلطنت کی توسیع کر لی۔ اور ۱۵۷۲ء تک حکومت کی اور اکبر کے نام سے خطبہ پڑھ کر اپنا اقتدار برقرار رکھا۔

۱۵۷۲ء میں سلیمان کے انتقال کے بعد اس کے چھوٹے بھائی داؤد نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اس زمانہ میں دہلی کی سلطنت پر اکبر کی حکمرانی تھی۔ داؤد خان نے اکبر کی اطاعت قبول کر نے سے انکار کیا۔ اس پر اکبر نے بنگال پر فوج کشی کی، آخر کار ۱۵۷۵ء میں داؤد نے شکست کھائی اور بنگال پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔

۱۵۷۶ء میں اکبر منعم خان کو بنگال کا گورنر بنا کر چلا آیا، لیکن وہ جلد ہی وفات پا گیا۔ اس کے بعد حسین قلی بیگ گورنر ہوئے، اس دور میں داؤد خان نے پھر حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی، آپس میں جنگ ہوئی جس میں وہ مظفر خاں کے ہاتھوں مارا گیا۔ حسین قلی بیگ کے بعد ۱۵۸۲ء میں خان اعظم بنگال کا مغل گورنر مقرر ہوا، اکبر کے دور حکومت میں شیر شاہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کی حکومت دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں میں برابر مصروف رہا۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔

جہاں گیر کے دور میں افغانوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ جہاں گیر کے عہد میں پہلے مان سنگھ اور پھر اسلام خان بنگال کا ناظم مقرر ہوا۔ اسلام خان کے زمانے میں بنگال کی نشو دنما ہوئی اور بحری تجارت کو فروغ ہوا، کیوں کہ اسی زمانہ میں بیرونی تاجروں، یعنی ولندیزوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں نے اپنی اپنی کمپنیاں قائم کیں۔ اور درآمد کی تجارت کو منظّم کیا۔ ملک کی آمدنی بڑھ گئی اسلام خان کے عہد میں حدود سلطنت میں بھی توسیع ہوئی۔ ۱۶۱۹ء میں کوچ بہار پر قبضہ ہوا۔ اس کے علاوہ ضلع نوا کھالی کا جنوب مشرقی حصہ اور مدنا پور کا مشرقی حصہ مغلوں کے قبضے میں آ گیا اور ۱۶۱۱ء میں سنار گاؤں پر مغلوں کا قبضہ ہوا۔ اسلام خان کے بعد جہاں گیر نے فدائی خاندان کو بنگال کا گورنر مقرر کیا، وہ پانچ لاکھ روپے سالانہ جہاں گیر کو اور اتنی ہی رقم نور جہاں کو بھیجتے تھے۔ جہاں گیر کے زمانہ میں بنگال میں سیاسی اور جغرافیائی اتحاد اور اس کا مرکزی سلطنت کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا ہوا۔ شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے عہد میں بنگال میں امن و امان قائم رہا اور آسام اور اڑیسہ کی طرف بنگال کی سرحد بڑھی۔ شاہ زادہ محمد شجاع ۲۱ سال تک بنگال میں مغل گورنر رہے۔ اور شائستہ خان ۲۳ سال تک گورنر رہے۔ اور شاہ زادہ عظیم الشان ۱۰ سال تک گورنر رہے، اس زمانہ میں پرتگیزی ہگلی پر قبضہ کر چکے تھے اور بحری

قزاقی اور لوٹ مار کرنے کے علاوہ اکثر مغلوں کے خلاف اراکان کے مگھ راجاؤں کی مدد کرتے رہتے تھے۔

چناں چہ ان کی سرگرمیوں سے تجارت اور استحکام سلطنت کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔ تین ماہ کے محاصرہ کے بعد ۱۶۳۲ء میں پرتگیزوں نے ہگلی پر قبضہ کرلیا۔ اور ۱۶۳۷ء میں کامروپ پر بھی قبضہ کرلیا۔

شاہزادہ محمد شجاع نے ۱۶۳۹ء سے ۱۶۶۰ء تک بنگال پر حکومت کی۔ اس نے اپنا صدر مقام راج محل قرار دیا۔ اس کے عہد میں ولندیزوں اور انگریزوں کو تجارت کی اجازت ملی۔ ۵۷ؐ

شاہ جہاں کے عہد میں پرتگیزوں نے ہگلی کے مقام پر ایک تجارتی کوٹھی بنا رکھی تھی۔ لیکن یہ لوگ ہندو اور مسلمان یتیم بچوں کو پکڑ کر زبردستی عیسائی بنا لیتے تھے۔ اور غلاموں کی تجارت بھی کرتے تھے۔ اس پر شاہ جہاں نے ناراض ہوکر بنگال کے صوبیدار کو ہگلی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ پرتگیزوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، لیکن پرتگیزوں نے شکست کھائی۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور ان کی بستی تباہ کردی گئی۔ ۵۸ؐ

۱۶۵۷ء میں شاہ جہاں بیمار ہوگئے تھے، دہلی کی سلطنت کے لیے سب بھائیوں میں جنگ چھڑ گئی۔ شجاع نے بنگال میں خودمختاری کا اعلان کیا اور اپنے نام کے سکے جاری کیے۔

۱۶۵۸ء میں کھجوراہ کے مقام پر شجاع اور اورنگ زیب کے سپہ سالار میر جملہ اور شاہزادہ محمد سلطان سے جنگ ہوئی، شجاع نے شکست کھائی۔ شجاع رضاپور سے ٹانڈے، ڈھاکہ ہوتا ہوا ۱۶۶۱ء میں اراکان چلا گیا، میر جملہ ڈھاکہ میں داخل ہوا اور بنگال پر اورنگ زیب کا قبضہ ہوگیا۔ اورنگ زیب کے عہد میں میر جملہ کو ہفت ہزاری منصب اور بنگال کی نظامت ملی اور ڈھاکہ پھر اس دور میں صدر مقام بنا۔ اس نے نظامت کے دور میں کوچ بہار پر فوج کشی کر کے قبضہ کرلیا۔ اور اس کے علاوہ ملک آسام کو بھی اپنے حدود میں شامل کرلیا۔

۱۶۶۳ء میں میر جملہ کی وفات کے بعد شائستہ خان ولایت بنگال پر بادشاہ کا نائب مقرر ہوا۔ اس کے دور میں سینکڑوں مدرسے، مسجدیں، پل، سڑکیں اور سرائیں تعمیر ہوئیں۔ ۱۶۶۶ء میں کوچ بہار کے راجہ کے مرنے کے بعد کوچ بہار کو اس نے بنگال کی حدود میں شامل کرلی۔ اس کے علاوہ رنگ پور

اور کامروپ کے علاقے بھی بنگال میں شامل کر لیے اور ۱۶۶۶ء میں چاٹگاؤں پر قبضہ کر کے اس کا نام اسلام آباد رکھا۔

شائستہ خان کے دور میں انگریزوں کی ہگلی میں تجارتی کوٹھی قائم تھی اور وہ بلا محصول مال لانے لے جانے لگا، چناں چہ ۱۶۸۶ء میں انگریزوں سے ہگلی اور ۱۶۸۷ء میں بالاسور چھین لیا گیا۔ لیکن اگست ۱۶۸۷ء میں مصالحت ہو جانے پر کلکتہ کے قریب الوبیڑیا میں انگریزوں کو قلعہ بنانے اور ہگلی میں دوبارہ تجارت کرنے کی اجازت مل گئی، لیکن اس زمانہ میں مغل جہازوں پر انگریزوں نے بمبئی کے قریب حملہ کیا جس کی وجہ سے شائستہ خان نے یہ مراعات واپس لے لیں۔ اس کے علاوہ شاہی فرمان کے مطابق بنگال اور سورت وغیرہ کی تمام کوٹھیاں چھین لی گئیں اور تمام انگریز تاجر اور گماشتے، جو فرار نہ ہو سکے، سب کے سب گرفتار کر لیے گئے۔

۱۶۸۵ء سے ۱۶۸۸ء تک انگریزوں اور مغل شہنشاہ میں جنگ ہوتی رہی۔ جن میں انگریزوں کو برابر شکست ہوتی رہی۔ انگریزوں کو کافی نقصان اور ذلت ہوئی اس لیے انھیں مغل امیروں اور وزیروں سے خوشامد اور معافی کے بعد چند سخت شرائط پر دوبارہ تجارت کی اجازت مل گئی۔

۱۶۹۰ء میں فرانسیسی چندنگر میں آباد ہوئے اور اسی سال کلکتہ کی بنیاد پڑی۔ اس زمانہ میں شائستہ خان بنگال کے صوبیدار تھے۔ اس کے بعد ابراہیم اور عظیم الدین وغیرہ بنگال کے صوبیدار ہوئے لیکن شائستہ خان کے بعد جو بھی صوبے دار ہوئے امن و امان برقرار نہیں رکھ سکے اور ریاست کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔

اورنگ زیب کے آخری زمانے میں اس کا پوتا عظیم الشان بنگال کا صوبیدار تھا۔ اور مرشد قلی خان بنگال کا دیوان ہو کر آیا تھا اس نے انتظام درست کرنے کے ساتھ ساتھ سرکاری خزانے میں بھی اضافہ کیا۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد بہادر شاہ نے اسے پھر دیوان مقرر کیا اور ۱۷۱۷ء میں وہ بنگال کا صوبے دار ہو گیا تھا۔

مرشد قلی خان ایک کامیاب گورنر تھا۔ اس نے محصول کی ادائیگی کم کر دی۔ اور اندرونی امن و امان قائم رکھنے کے لیے فوج کا اچھا انتظام کیا تھا۔ زمین داروں سے لگان الگ الگ اکٹھا کرنے کے بجائے اجارہ داری کا دستور قائم کیا، جس کی رو سے ٹھیکے دار ایک مقررہ رقم پیشگی ادا کر دیتے تھے۔ بیرونی تجارت کو فروغ دیا۔ فرنگی تاجروں پر کڑی نگرانی رکھی اور رشوت ستانی اور ریشہ دوانی کے راستے بند کیے۔ ۱۷۲۷ء میں مرشد قلی خان کی وفات کے بعد اس کا داماد شجاع الدولہ جو اڑیسہ کا ناظم تھا وہ بنگال کا صوبے دار مقرر ہوا۔

محمد شاہی کے دورِ حکومت میں مرکزی حکومت اتنی کمزور ہوگئی کہ اس کا اقتدار بنگال اور دکن جیسے بڑے صوبوں پر قائم نہ رہ سکا۔ لہٰذا اس زمانے سے صوبے داری میں وراثت کا اصول چلنے لگا۔ ۱۷۳۳ء میں محمد شاہ نے صوبۂ بہار کو بنگال اور اڑیسہ کے ساتھ ملحق کر دیا۔ شجاع الدولہ نے پورے صوبے کو تین حصوں یعنی ڈھاکہ، اڑیسہ اور بہار میں تقسیم کیا اور اس نے خود نظامت کا کام دیکھا، ڈھاکہ میں علی وردی خان کو نائب ناظم مقرر کیا اور مرشد قلی دوم اڑیسہ کو ناظم مقرر کیا تھا۔ اور محمد تقی خان کو بہار کا نائب ناظم مقرر کیا تھا۔

۱۷۳۹ء میں شجاع الدولہ کے انتقال ہو جانے کے بعد اس کے بیٹے سرفراز علاء الدولہ حیدر جنگ کے نام سے بنگال کا صوبیدار ہو گیا، لیکن علاء الدولہ کے صوبے دار ہوتے ہی علی وردی اور علاء الدولہ میں جنگ چھڑ گئی۔ چناں چہ تلیا گڑھی کے قریب جنگ ہوئی، سرفراز علاء الدین مارا گیا اور ۱۷۴۰ء میں علی وردی خان بنگال کا صوبے دار ہو گیا۔ علی وردی خان حاکم ہوتے ہی اپنی آزادی کا اعلان کیا اور اڑیسہ کے نائب ناظم مرشد قلی خاں دوم کو مار بھگایا۔ اور اڑیسہ پر قبضہ کر لیا۔ ۵۹

بنگال کا صوبہ جس کا دار الخلافہ مرشد آباد تھا محمد شاہ کے زمانہ میں بنگال کے صوبے دار نواب علی وردی خان کے انتقال کے بعد اس کا پوتہ نواب سراج الدولہ ۱۷۵۶ء میں بنگال کا صوبہ دار بنا۔ نواب سراج الدولہ بنگال کا صوبے دار ہوتے ہی انگریزوں کی مخالفت کی کیوں کہ انگریز صرف تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ لیکن انگریز تجارت کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ مضبوط قلعے اور تجارتی کوٹھیاں وغیرہ

قائم کر رہے تھے۔ نیز انگریز بنگال میں اپنے تجارتی حقوق کا ناجائز استعمال کر رہے تھے۔ سراج الدولہ نے انھیں منع کیا لیکن وہ نہیں مانے جن سے سراج الدولہ سمجھ رہے تھے کہ آہستہ آہستہ انگریز بنگال پر قابض ہو جائے گا۔ چناں چہ جب انگریز باز نہ آئے تو سراج الدولہ نے انگریزوں کے قلعے اور تجارتی کوٹھی قاسم بازار اور کلکتہ پر حملہ کر کے انگریزوں کو باہر نکال دیا۔

۱۷۵۷ء میں انگریزوں نے سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر اور بااثر ہندو (راجہ دلاب رام) اور عذار مسلمان اہل کاروں کو ساتھ ملا کر سراج الدولہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ تیار کیا ۱۷ر جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی میں انگریزوں اور سراج الدولہ کی فوج میں جنگ ہوئی۔ اس مشہور جنگ میں سراج الدولہ کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ اور نواب سراج الدولہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا لیکن راستے میں گرفتار ہو کر مرشد آباد لایا گیا اور میر جعفر کے بیٹے میرن کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا، چناں چہ بنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔[۶۰]

سراج الدولہ کے بعد انگریزوں نے میر جعفر کو بنگال کا صوبے دار بنا دیا۔ میر جعفر کی حکومت کا دار و مدار سراسر انگریزوں کی خوش نودی پر تھا۔ چناں چہ اس نے انگریزوں کو فرانسیسی مقبوضات پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دی۔

اس کے علاوہ سراج الدولہ کے حملے کی وجہ سے انگریزوں کو جو نقصان ہوا تھا اس کے بدلے پینتیس لاکھ دس ہزار روپیہ اور چوبیس پرگنہ ضلع کے علاقے کی زمینیں کمپنی کو ادا کرنا پڑیں اور پچاس لاکھ پچھتر ہزار روپیہ کمپنی کے ملازمین کو ادا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود میر جعفر کمپنی کی ہر طمع پوری نہ کر سکے اس لیے انگریزوں نے اس کو معزول کر کے میر جعفر کے داماد میر قاسم کو بنگال کا نواب مقرر کیا۔ اس کے بدلے میں میر قاسم نے انگریزوں کو بردوان، مدناپور اور چاٹ گانگ کے اضلاع دے دیے۔[۶۱]

میر قاسم ایک قابل حکمراں تھا۔ بنگال واڑیسہ کا (۱۷۶۱ تا ۱۷۶۳) ناظم رہا وہ ملک میں امن وامان اور نظم ونسق کی بحالی کا خواہاں تھا۔ لیکن انگریز اپنے آپ کو ہر قاعدے قانون سے آزاد سمجھتے تھے۔ کمپنی کا ہر ملازم اپنے مال کو بلامحصول خرید وفروخت کرنے لگا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ہندوستانی

سوداگروں سے بھی کچھ روپیہ لے کر انھیں پروانے لکھ دیتے تھے۔ جس سے وہ بھی محصول کی ادائیگی سے بچ جاتے تھے۔ اس وجہ سے نواب کی آمدنی گھٹنے لگی۔

میر قاسم حتی الامکان لڑائی سے بچنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے دارالخلافہ مرشد آباد کے بجائے منگھیر کو بنالیا، آخر انھوں نے انگریزوں کا محصول معاف کر دیا۔ جس سے کمپنی کے ملازم پروانے دے کر ناجائز روپیہ کمانے سے محروم ہوگئے۔ یہ اقدام ان کی اجارہ داری کے حق میں مہلک ثابت ہوا۔ چنانچہ انگریزوں نے میر قاسم سے جنگ چھیڑ دی اور دوبارہ میر جعفر کی نوابی کا اعلان کر دیا۔ ۱۷۶۴ء میں جنگ ہوئی میر قاسم کو شکست ہوئی۔ وہ بہار سے ہوتا ہوا اودھ پہنچا، جہاں نواب شجاع الدولہ اور دہلی کا مغل بادشاہ شاہ عالم بھی موجود تھا۔ میر قاسم نواب شجاع الدولہ اور مغلیہ بادشاہ شاہ عالم کے فوجوں اور انگریزوں میں بکسر کے مقام پر جنگ ہوئی (جو پٹنہ اور بنارس کے درمیان دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے) انگریزوں نے انہیں شکست فاش دی۔ میر قاسم بھاگ گیا اور لاپتہ ہوگیا۔ شاہ عالم اور شجاع الدولہ نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ ۱۷۶۴ء میں شاہ عالم نے انگریزوں کو بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی عطا کی اس طرح سے سارے بنگال میں انگریزی عمل داری قائم ہوگئی اور بنگال کا نوابی دور ختم ہوگیا۔

۱۷۶۶ء میں میر جعفر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا نجم الدولہ نواب بنا۔ لیکن وہ انگریزوں کا محض وظیفہ خوار تھا جس کا حکومت میں کوئی عمل دخل نہ تھا۔ بنگال پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہوگیا تھا۔[۶۲]

پلاسی کی لڑائی کے بعد بنگال، بہار اور اڑیسہ کے دو اضلاع انگریزی حکومت میں شامل ہوئے۔ بنگال کا صوبہ جس کا دارالخلافہ مرشد آباد تھا محمد شاہ رنگیلا کے زمانہ میں صوبہ دار علی وردی خان نے وفات پائی اور اس کا پوتہ سراج الدولہ بنگال کا نواب بنا، نواب سراج الدولہ اور انگریزوں میں پلاسی کے مقام پر لڑائی ہوئی جس میں انگریزوں کی طرف سے وزیر میر جعفر کو نمک حرامی کے سبب سے نواب سراج الدولہ کو شکست ہوئی اور بنگال پر انگریزی اقتدار قائم ہوگیا۔[۶۳]

ہندوستان میں صوبہ بنگال کا سب سے پہلے انگریز گورنر رابرٹ کلائیو:

کلائیو ۱۷۲۵ء میں انگلینڈ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوا تھا اس کا باپ ایک پادری تھا۔ کلائیو کو پڑھائی لکھائی میں کوئی دل چسپی نہ تھی۔ اس کا بچپن شرارتوں اور دنگے فسادوں میں گزرا تھا۔ وہ اپنے قصبہ کے لوگوں کے لیے بھی ایک مصیبت تھا اور اس کے ماں باپ بھی اس سے سخت نالاں تھے۔ ۱۷۴۴ء میں جب اس کی عمر ۱۹ سال کی تھی وہ کمپنی کی ملازمت میں کلرک میں بھرتی ہو کر ہندوستان چلا آیا۔ کچھ عرصہ اس نے مدراس میں بطور کلرک کے عہدے پر کام کیا۔ مگر اس کام سے اس کی طبیعت بہت جلد اکتا گئی آخر وہ کلرک کا عہدہ چھوڑ کر فوج میں بھرتی ہو گیا۔[۶۴]

ہندوستان میں انگریزی حکومت کا بانی فی الواقع کلائیو ہی تھا اس نے بہادری، تدبر اور مستقل مزاجی سے انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کو جو محض ایک تجارتی کمپنی تھی حکمران طاقت بنا دیا اور پھر یہ رفتہ رفتہ ایسی زبردست طاقت بن گئی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔[۶۵]

۱۷۵۳ء میں کلائیو خرابی صحت کی وجہ سے واپس انگلینڈ چلا گیا۔ ۱۷۵۶ء میں وہ فورٹ سینٹ ڈیوڈ کا گورنر مقرر ہو کر دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۷۵۷ء میں اس نے پلاسی کی لڑائی فتح کی جس سے انگریزوں کے قدم بنگال میں بڑی مضبوطی سے جم گئے۔ ۱۷۵۷ء تا ۱۷۶۰ء وہ بنگال کا پہلا انگریز گورنر رہا۔ اس کے گورنری کے زمانہ میں سلطنت دہلی مغل بادشاہ شاہ عالم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ نے کلائیو پر حملہ کیا لیکن کلائیو نے انھیں شکست دی اور ان کی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔

۱۷۵۹ء میں فرانسیسیوں کے علاقے شمالی حصوں پر قبضہ کر لیا اور دکن سے ان کے اقتدار کو زائل کر دیا۔ اس طرح گورنری کے پہلے دور میں کلائیو نے بنگال اور دکن میں انگریزوں کی طاقت کو مضبوط کر دیا۔ ۱۷۶۰ء میں اس کی صحت خراب ہو جانے کی وجہ سے وہ انگلینڈ واپس چلا گیا۔ اور وہاں لارڈ کے عہدہ پر مقرر کیا گیا۔

۱۷۶۰ء میں جب وہ بنگال سے چلا گیا اس دوران بنگال کی حالات دن بدن خراب اور بدتر ہونے لگے۔ اور اس کی غیر حاضری میں بنگال میں طوفان سا مچ گیا۔ کمپنی کے ملازم نجی طور پر تجارت

میں مصروف ہو گئے ۔ اور تمام جائز اور ناجائز طریقوں سے روپیہ کمانے لگے۔ اس سے کمپنی کے کاروبار کو سخت نقصان پہنچا۔ ایسی حالات میں کمپنی کے ڈائرکٹر نے لارڈ کلائیو کو دوبارہ بنگال کا گورنر بنا کر ہندوستان بھیجا۔ ۶۶

وارن ہیسٹنگز انگریز کا پہلا جنرل گورنر

وارن ہیسٹنگز ایک غیر معمولی قابلیت کا انسان تھا۔ اس کا شمار ہندوستان کے بہت بڑے گورنر جنرلوں اور انگلستان کے صف اول کے مدبروں میں کیا جاتا ہے۔[۶۷] وہ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک کلرک کی حیثیت سے ہندوستان آیا تھا اپنے حسن لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا اعلیٰ عہدہ پر پہنچ گیا۔ ۶۸

۱۷۷۲ء میں وہ بنگال کا گورنر مقرر ہوا۔ اور ۱۷۷۴ء سے ۱۷۸۵ء تک یہ پہلا شخص ہے جو ہندوستان میں انگریز کی سب سے پہلا جنرل گورنر ہوا۔ وارن ہیسٹنگز کی صوبہ بنگال میں گورنر تقرر کے وقت بنگال کی حالت بہت ہی خراب تھی حکومت کا سارا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ لگان اصول کرنے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔ خزانہ تقریبا خالی پڑا تھا۔ ملک میں قحط پڑا ہوا تھا۔ محکمہ انصاف کی حالت ناگفتہ بہ تھی اور علاقہ میں ڈاکو اور رہزن پھر رہے تھے۔ چناں چہ وارن ہیسٹنگز نے سب سے پہلے اس کا انتظام کیا۔ جب آپ صوبہ بنگال کے گورنر ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے ہر ضلع میں ایک انگریز کلکٹر مقرر کیا۔

دار الخلافہ مرشد آباد کے بجائے کلکتہ کو مقرر کیا اور وہاں ایک ریوینیو بورڈ Revenue Board قائم کیا۔ ہر ضلع میں ایک دیوانی اور ایک جداری عدالت قائم کیا، دیوانی عدالت کا جج انگریز کلکٹر ہی ہوتا تھا جو لگان بھی وصول کیا کرتا تھا۔ کلکتہ میں اپیل کی دو عدالتیں قائم کیں، ایک صدر دیوانی عدالت جو مالی اور دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرتی تھی ۔ اور دوسری صدر نظامت عدالت جو فوجداری مقدمات کی اپیل سنتی تھی ۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے قوانین کا ایک سادہ سا مجموعہ تیار کیا گیا تاکہ اس کے مطابق مقدموں کا فیصلہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کام انجام دیے۔ ۶۹

بنگال کی اقتصادی حالات

تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ تقریبا ایک ہزار سال قبلِ مسیح سر زمین بنگال میں آئے۔اور مشرقی ہند کے مختلف علاقے میں ان کی آبادی پھیلتی گئی۔۱؎

ابتدائی زمانہ میں آریہ کا ذریعۂ معاش جانور وغیرہ پالنا تھا۔وہ بکثرت جانوروں کو پالتے تھے۔وہ بڑی تعداد میں گائیں پالتے تھے اور اس پر ان کی دولت اور خوش حالی کا انحصار تھا۔اور اسی کو وہ اپنی ''فلاح و بہبود'' سمجھتے تھے۔اس جہت سے ہم اس بات کا بڑی آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے جانوروں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے کتنے خواہش مند تھے۔ان کے پالتو جانوروں میں گھوڑا، بھیڑ، بکری، کتا اور گدھا بھی شامل ہوتے تھے۔

آریوں کا ایک اور پیشہ زراعت تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ ہل چلانے کے وہ بہت پہلے سے عادی تھے۔ہل میں بیل جوتے جاتے تھے۔ہل کی پھال دھات کی بنی ہوئی ہوتی تھی۔ان کی فصلیں گندم، جو، چاول، کپاس، دال اور تیل وغیرہ کی کھیتی ہوتی تھی۔اس کے علاوہ انھیں صنعت وحرفت میں بھی کچھ کمال حاصل تھا۔وہ کپڑے بننے اور چمڑے رنگنے اور زیورات بنانے میں بھی کافی ماہر تھے۔وہ بڑھئی ،لوہار اور دوسرے دستکاری کا ہنر بھی جانتے تھے۔وہ تجارت کے چیزوں کا تبادلہ کرتے تھے۔یعنی جانور کے بدلے دوسری چیز لیتے تھے۔ان کی زندگی چوں کہ بالکل ابتدائی منزل میں تھی اس لیے ان لوگوں کی ضروریات بھی بہت مختصر تھیں۔اور یہ بالکل بہ آسانی سے پوری ہوجاتی تھی۔ ا؎ ضلع ہگلی کے قریب ان کی راجدھانی تھی۔راجدھانی کے قریب ان کی تجارت کی بڑی منڈی تھی یہاں بہت اچھے ململ کے کپڑے تیار ہوتے تھے اور اس کے قریب ایک سونے کی کان بھی تھی۔۲؎

مسلمانوں کے دور حکومت میں بنگال کی زمین بڑی زرخیز تھی، پیداوار کی افراط اور چیزوں کی فراوانی اتنی تھی کہ اسے باغ جنت سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ہندوؤں کے دور حکومت میں جو کوڑی رائج تھی ،مسلمانوں کے دور حکومت میں چاندی اور سونے کے سکوں میں بدلنے لگا،مشرقی بنگال ڈھاکہ اور

ضلع میمن سنگھ میں لوہے کی کان تھی ۔ اور ہگلی و بردوان کے علاقے میں ہیرے جواہرات کی کان تھی ۔ لوہے، جواہرات، کاغذ اور قالین کے کارخانوں بنگال میں موجود تھے ۔ ڈھاکہ کی کارخانہ پورے دنیا میں شہرت تھی ۔ شمالی اور مغربی بنگال میں ریشمی کپڑے بنائے جاتے تھے ۔ بنگال میں سفید چینی بنائی جاتی تھی ۔ یہاں نمک بنانا عام پیشہ تھا ۔ یہاں چھوٹے بڑے جہاز مقامی طور پر تیار کیے جاتے تھے ۔ ۳ ے

بنگال میں سوتی کپڑے، ریشمی کپڑے، چینی، مرچ، چاول، مکھن، نمک اور پھل برآمد کیے جاتے تھے ۔ بیرونی تجارت کے فروغ سے ملک کو بڑا فائدہ ہوا ۔ برآمدی چیزوں کے بدلے میں سونا، چاندی، ہیرے اور جواہرات درآمد ہوتے تھے ۔ جس سے ملک کی معاشی اور معاشرتی ترقی ہوئی تھی عوام کو ارزانی کے باعث اچھا کپڑا اور اچھا کھانا میسر ہونے لگا ۔ ملک کی یہ خوش حالی ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارت پر اجارہ داری کی وجہ سے ختم ہوگئی ۔ ۴ ے

عہد مغلیہ میں سترہویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور میں ہندوستان کی صنعتیں نشو و نما پاتی رہیں، بیرونی ممالک میں تجارت کرنے والے تاجر جو تقریباً غیر ملکی ہوتے تھے ۔ مثلاً پرتگال، ڈچ، انگریز اور فرانسیسی بلکہ عرب، ایران اور اہل زنجبار بھی ہندوستانی بحری تجارت میں معتد بہ حصہ لے رہے تھے ۔ ہندوستان کے اکثر مسلمان تاجر جو زیادہ تر سندھ، گجرات، کناڈا، مسولی، پٹم وغیرہ کے باشندے تھے ۔ بڑے بڑے تجارتی جہاز رکھتے تھے اور مشرق قریب و بعید کے تمام ممالک سے تجارت کرتے تھے ۔ اس زمانہ کے رسل و رسائل اس قدر محدود اور پُرخطر گوار تھے کہ بیرونی ممالک کے دور دراز مقامات پر ایسی اشیاء کی تجارت جو قیمت میں کم اور حجم اور وزن میں زیادہ ہوں محال تھی ۔ ملک کے باہر اور ملک کے دور دراز مقامات پر صرف وہی چیزیں بھیجی جاتی تھی جو نتیجتاً حجم میں کم اور قیمت میں بہت زیادہ ہوتی تھی ۔ صرف اسی قسم کی تجارت نفع بخش تھی ۔ اس زمانہ میں ہندوستان کی مشہور بندر گاہیں ۔ مثلاً احمد آباد، سورت، مسولی، پٹم، ست گاؤں (نزد ہگلی) سری پور (نزد ڈھاکہ) اور چاٹ گاؤں تجارت کو منفعت بخش بنانے میں کافی حصہ لیتی تھیں ۔ ۵ ے

سترہویں صدی عیسوی میں سلطنت مغلیہ کے دور میں حدود بنگال سے مندرجہ ذیل چیزیں باہر

جاتی تھیں۔

(ا) سوت، روئی اور خام روئی:- صرف فارس اور عرب کو بھیجی جاتی تھی۔ کیوں کہ یورپ یا دیگر دور دراز مقامات پر روئی کی برآمد منفعت بخش تجارت نہ تھی۔ خاندیش اور برار میں روئی کی کاشت بکثرت ہوتی تھی۔ بنگال، مسولی اور پٹم کے تمام سوتی کے کپڑوں کے کارخانے مقامی پیداوار پر منحصر تھے۔ برار یا دیگر مقامات کی برآمد سے انھیں مطلق سروکار نہ تھا۔ موٹے سوتی کپڑے بنگال اڑیسہ اور مشرقی ساحل کے چند دیگر مقامات، جنوبی ایشیاء کے اکثر ممالک جاپان اور یورپ کے بعض مقامات کو بھیجے جاتے تھے۔ قاسم بازار (کلکتہ) میں ڈچ کمپنی نے ریشمی کپڑے بننے کے لیے سات آٹھ سو ملازم رکھتے تھے۔ اور فرانسیسی اور انگریز کمپنیاں تین چار سو ملازم رکھتے تھے۔ روئی سے تیار کی ہوئی چیزوں میں بہترین حیثیت ململ کپڑا کو حاصل تھا۔ یہ بہترین قسم کا نہایت نفیس نرم کپڑا ہوتا تھا۔ بالعموم سادہ بعض رنگین اور پھول دار ہوتے تھے۔ ململ میں سنہری اور روپہلی تاروں کا کام بھی نفاست سے ہوتا تھا۔ اس قسم کے کپڑوں کا مرکز، ڈھاکہ، قاسم بازار (کلکتہ) مالوہ، وغیرہ میں تیار ہوتے تھے۔ یورپ اور مشرق بعید کے ممالک خاص طور سے اس کے گاہک تھے۔ ۶ے

ریشم:

ریشمی کپڑے کی صنعت بنگال کی مشہور صنعت تھی۔ مقامی استعمال کے علاوہ مغلیہ حکومت کے تمام علاقوں میں یہیں سے کپڑے بھیجے جاتے تھے۔ سورت میں ریشم کے قالین، اور سونے چاندی کے تاروں کے پردے بنائے جاتے تھے۔ احمد آباد میں بنگال سے لائے ہوئے ریشمی دھاگوں سے اچھے اور پھول دار پارچہ جات خصوصیت کے ساتھ تیار ہوتے تھے۔

ہندوستان کے علاوہ ریشمی کپڑے ''پلایا'' کے جزیروں کو بھی بھیجے جاتے تھے۔ بنگال کا مشہور شہر قاسم بازار پارچہ بافی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں ہر قسم کے ریشمی کپڑے تیار ہوتے تھے۔ اور بہت سے مقامات کو بھیجے جاتے تھے۔ بنگال کے اور بھی شہروں میں ریشمی کپڑے بنائے جاتے تھے۔ اِن ریشمی سامان کے بڑے گاہک یورپ اور برما تھے۔

ٹسر:

یہ نباتات سے بنایا جاتا تھا اور یہ بالکل ریشم معلوم ہوتا تھا۔ یورپین کو یہ بہت پسند تھا۔ اس لیے اس کا سب سے بڑا گاہک یورپ تھا۔ اڑیسہ اور بنگال میں اس صنعت کا کارخانہ تھا۔

نیل:

نیل زیادہ تر بنگال سے باہر ممالک میں بھیجا جاتا تھا۔ خاندیس کے مغربی علاقے اور گجرات کے علاقہ سارکھج میں معمولی قسم کا نیل ہوتا تھا۔ لیکن بہترین قسم کا نیل آگرہ کے علاقہ میں ''بیانا'' سے حاصل ہوتا تھا۔ جو دیگر علاقوں کے نیل سے پچاس فی صد زیادہ قیمت پر فروخت ہوتا تھا۔ ہندوستان میں اس کی بہت مانگ تھی۔ کیوں کہ معمولی قسم کے کپڑے کو صاف اور اجلا کرنے کے لیے نیل بہت کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔

کورے کپڑے کے تھان بالعموم آگرہ، احمد آباد، قاسم بازار (کلکتہ) مسولی، پٹم اور ڈھاکہ وغیرہ بھیجے جاتے تھے۔ جہاں نیل بکثرت ہوتا تھا۔ اور کپڑے دھونے کے بڑے بڑے کارخانے قائم تھے۔

لاکھ:

لاکھ بھی بنگال اور اڑیسہ کی مخصوص کاشت تھی اس سے دو فائدے ہوتے تھے۔ رنگنے اور روارنش کے کام میں آتا تھا۔ کھلونے اور لکڑی کی چیزوں پر اس کی پالش ہوتی تھی۔ اور سب سے زیادہ اس کی چوڑیاں بنتی تھیں۔ جن کی مقامی طور پر بہت مانگ تھی۔ ڈچ تاجر لاکھ کو فارس بھیجتے تھے۔ جہاں یہ رنگنے کے کام میں آتا تھا۔

سرکہ:

اڑیسہ اور بنگال میں اس کی پیداوار بکثرت ہوتی تھی اور یہیں سے باہر بھیجا جاتا تھا۔

ادرک:

بنگال اور اڑیسہ میں بکثرت پیدا ہوتا تھا اور زیادہ تر یہ بنگال اور اڑیسہ سے باہر ممالک بھیجا جاتا تھا۔

گھی:

اس زمانے میں گھی بنگال کے بعض علاقوں اور اڑیسہ میں بکثرت بنتا تھا۔ اور سمندر کی راہ سے دوسرے ممالک بھیجا جاتا تھا۔ اکثر ممالک اس کے گاہک تھے۔

مرچ:

مرچ کی پیداوار بھی بنگال میں اچھی تھی بنگال اور مغربی ساحل کے علاقوں سے باہر ممالک میں بھیجی جاتی تھیں۔ اور دنیا کی اکثر ممالک کی مانگ کو پوری کرتی تھی۔ یہی مرچ تھی جس نے مالا بار کے ساحل پر انگریز اور ڈچ قوموں کو بلایا۔ پہلے یورپ میں مرچوں سے کھانے کی چیزیں بہت شوق سے تیار کی جاتی تھیں۔ اور اہل یورپ اس کو شوق سے استعمال کرتے تھے۔ زبان کی چٹخارے کی خاطر اور کچھ تجارتی منفعت کی غرض سے یہ قومیں مشرق کے ان علاقوں پر ٹوٹ پڑیں۔ جہاں مرچ پیدا ہوتی تھی۔ ۷۷ ؎

ڈھاکہ میں ۳۶ قسم کے سوتی کپڑے تیار ہوتے تھے اور جہاں گیر کے زمانے میں ململ کی بعض قسمیں ایسی بنی جاتی تھیں جو پندرہ گز لمبی اور ایک گز چوڑی ہوتی تھیں، لیکن ان کا وزن نو گرین سے زیادہ نہ ہوتا تھا، بعض قسم کی ململ کا ایک تھان دیا سلائی کے بکس کے اندر آ جاتا تھا۔ اس کی صنعتی خوبی کی وجہ سے ایک تھان کی قیمت جہاں گیری عہد میں چار چار سو روپے تک ہوتی تھی۔ ڈھاکہ میں جامدان بھی اچھی تیار ہوتی تھی۔ چناں چہ اورنگ زیب کے لیے جامدانی کا ایک تھان ۱۲۵ روپیہ میں تیار ہوا تھا۔

بنگال میں عام استعمال کے لیے جو دھوتیاں اور ساڑیاں تیار کی جاتی ان کی بہت سی قسمیں تھیں، ململ کی ایک قسم ایسی بھی ہوتی، جس میں ریشم اور سوت دونوں ملا ہوتا اور اس کے کناروں پر زری کا کام بھی ہوتا، لوگ شوخ رنگی کو زیادہ پسند کرتے تھے، اس لیے ساڑیوں کا کنارہ زیادہ تر رنگین ہوتا تھا۔ لحاف کے فردوں، مسہری کے پردوں اور دوسری قسم کے ریشمی اور سوتی کپڑوں پر بھی رنگین تحریریں ہوتیں۔

بنگال میں ریشم کے کپڑے بکثرت بُنے جاتے تھے۔ اس لیے یہاں ۲۵ لاکھ پونڈ سالانہ خام ریشم تیار ہوتا تھا۔ دس لاکھ پونڈ کی کھپت مقامی طور پر ہو جاتی، تین لاکھ پونڈ ڈچ لوگ اپنے ملک لے جاتے تھے۔

قاسم بازار میں اچھے ریشمی کپڑے تیار ہوتے تھے۔ بعض قالین ریشم اور سوت کے تار سے

بنائے جاتے تھے۔ بعض میں چاندی کا تار ہوتا۔ قاسم بازار میں ڈچ کارخانے میں سات سات اور آٹھ آٹھ سو آدمی کام کرتے تھے۔

ریشم کیڑوں سے تیار کیا جاتا تھا، یہ کیڑے دو قسم کے ہوتے تھے، ایک دیسی دوسرے فصلی کیڑے چین اور اطالیہ سے لائے جاتے تھے، جن سے بہت باریک ریشم نکالا جاتا تھا، یہ کیڑے تین فٹ کے بلند شہتوت کے درخت پر ہوتے تھے، جو قطار میں چھ یا آٹھ انچ کے فاصلے پر بوئے جاتے تھے۔ ان درختوں کے بونے کے چار مہینے کے بعد ان کے سارے پتے چن لیے جاتے، اور پھر اس کی جگہ نئی پتیاں نکل آتیں ان ہی سے ریشم کا تار نکالا جاتا تھا۔ ۸ے

انگریزی دور میں بنگال کی اقتصادی حالات

بنگال جو سلطنت مغلیہ کا سب سے زرخیز اور خوش حال صوبہ تھا اور جسے سلطنت ہند کی پیداوار کا ذخیرہ کہا جاتا تھا، انگریزی حکومت کے قیام کے بعد اس کا حال یہ ہو گیا تھا کہ چند ہی دنوں میں غیر آباد ہو کر رہ گیا، کاشتکاروں کو خوشامد کرنا پڑتی تھی۔ جدید نظام مال گزاری کی رو سے نہایت سخت لگان عائد کیا گیا تھا اور اس پر عمل بھی سختی سے ہونے لگا تھا، جو اکثر زمین داروں کی تباہی کا باعث ہوا۔ ذاتی تعلقات کا لحاظ جو پرانے دستور العمل کی کامیابی کا راز تھا نئے نظام میں بالکل مفقود تھا۔ ۱۷۷۰ء میں بنگال میں بہت بڑا قحط پڑا جس سے بنگال کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی۔ اس قحط کے زمانے میں کلکتہ کے شہر میں بے کس اور لاچار لوگوں کا ایک دریا امڈا چلا آرہا تھا، بھکمری کی وجہ سے اموات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ نعشیں جا بجا سر راہ پڑی ملتی تھیں۔ متواتر کئی ہفتے تک روزانہ پچاس کی اوسط کی تعداد میں لوگ مرتے رہے۔

۱۷۸۹ء کو لارڈ کارڈ نوالس نے اپنی روئداد میں لکھا کہ کمپنی کے ہندوستانی مقبوضات کا ایک تہائی حصہ بالکل جنگل اور ویران ہو گیا تھا جو اب صرف وحشی درندوں کا مسکن ہے۔ کیا دس سال کی اجارہ داری اب کسی زمیندار کو اس بات پر مائل کر سکتی ہے کہ وہ ان جنگلوں کو کاٹ کر کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کرے یا خود اپنی تمام محنت و مشقت کے معاوضے کی امیدیں ترک کر دے۔ کیوں کہ غالباً اس عرصہ کے اختتام پر بھی اسے اپنی محنت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ بہ مشکل حاصل ہوگا۔ کمپنی کے کاغذات

میں جا بجا یہ لکھا ہے کہ تمام خرابیاں صرف اس پرانے دستور العمل کا نتیجہ تھیں جو انھیں مغلوں سے ملا تھا۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اس نظام کو سمجھ ہی نہیں سکے جو اکبر بادشاہ کے زمانہ سے نہایت احتیاط سے بنائے ہوئے دستور العمل کی صورت میں چلا آ رہا تھا مغل حکومت میں بقایا وصول کرتے وقت خاص حالات کا خیال رکھا جاتا تھا، اور کاشت کاروں کے حالات بھی ہمیشہ پیش نظر رکھے جاتے تھے۔لیکن انگریزی دور میں بقایا بہت سختی کے ساتھ وصول کیا جاتا تھا۔ اور اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی۔ جہاں قبل ازیں نادہندہ لوگوں سے کاروائیوں میں بہت تاخیر ہوتی تھی، اور کامیابی اور ناکامی کا لوگوں کو کوئی یقین نہ تھا۔ نیز ضابطہ کارروائی بھی سخت اور دقیق تھا۔ اس لیے بددیانت اکثر بمقابلہ دیانت دار کے فائدہ اٹھا لیتے تھے۔ اور جو لوگ قاعدہ کی پابندی کرنا چاہتے تھے وہ مفسد اور چالاک لوگوں کے پھندے میں پھنس جاتے تھے۔۹ے

سوداگری اور تجارت کے برے استعمال کی وجہ سے اور بھی بدتر حالت تھی اگرچہ سوداگری اور تجارت کے حالات زراعت کی پستی کے پورے آئینہ دار تھے، مگر ان کے علاوہ کئی اور بھی خرابیاں تھیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حیثیت اور تاریخ ہی کا نتیجہ تھیں۔کل غیر ملکی تجارت کمپنی کے ہاتھ میں تھی۔ کمپنی کی حیثیت ایک خاص پہلو رکھتی تھی اسے دوگونہ اجارہ حاصل تھا۔ ایک طرف تو اسے اپنے وطن (انگلستان) میں ہندوستانی تجارت کا مکمل حق فروخت حاصل تھا، جو کسی اور کمپنی یا شخص کو نہ تھا۔ اس وقت ہندوستان کی تجارت نفیس پارچہ کی تھی جو انگلستان کی روئی کے جدید کارخانوں کا مقابلہ کرتی تھی۔ ڈھاکہ اور مدراس میں نرمی یا سختی سے عارضی دباؤ ڈال کر کام لیا جاتا تھا۔ وہاں اب پابندی کے زعم میں زمینیں نیلام کر دی جاتیں اور کاشت کاروں کو مارے مارے پھرنے کے لیے نکال دیا جاتا، اور اس زمانہ کے لحاظ سے گویا انھیں ذریعہ معاش سے محروم کر دیا جاتا تھا، اگرچہ سختی اور جبراً روپیہ وصول کرنے کا طریقہ پہلے سے چلا آ رہا تھا، مگر اب تو اس میں دوگنی بلکہ چوگنی سختی ہونے لگی۔ کمپنی کے ادنیٰ ملازم اپنی من مانی کرتے، کیوں کہ انھیں بخوبی معلوم تھا کہ ان کے غیر ملکی آقا ان چالاکیوں کے متعلق شبہ تو کر سکتے تھے لیکن ان سے واقف ہونا محال تھا۔ دراں حالیکہ غیر ملکی آقا خود اس اصول پر کاربند تھے کہ جہاں

تک جلدی ممکن ہو ملک سے روپیہ اکٹھا کر کے وطن کی راہ لو۔ اعلیٰ حکام اپنے ماتحتوں سے کہیں زیادہ حریص تھے اس لیے اپنی حرص پوری کرنے کے لیے انھیں ایسے ذرائع سے بھی دریغ نہ ہوتا جن سے ان کے ماتحت ظلم و جور سے روپیہ وصول کر سکتے۔ رسم و رواج جو زمین داری کے مختلف مفاد کے تعلقات میں توازن قائم رکھتے تھے دیہات میں بخوبی سمجھے جاتے تھے۔ مگر نئے نظام میں صرف روپیہ وصول کرنے سے غرض تھی اور ان رسوم کو ذرا بھی دخل نہ تھا، کلکتہ کے انگریزی صدر کا دستخط شدہ ''دستک'' تمام ان اشیاء کو جن کا اس میں ذکر ہوتا تھا چنگی کے متعلق ہر قسم کی روک تھام بلکہ معائنہ سے بھی بری کر دیا تھا۔ اس کا ناجائز استعمال کیا جاتا تھا، اور یہی ناجائز استعمال کمپنی اور نوابان بنگال کے درمیان مناقشات کی وجوہ میں سے ایک وجہ بنتا رہا۔ بلکہ کمپنی نے نواب بنگال کی حکومت کے اس مشورے کی بھی مخالفت کی کہ نواب کی رعیت کو بھی محصول وغیرہ سے اسی طرح معافی دی جائے۔ جب سے کمپنی آقا بن بیٹھی تو یہ خرابی اور رنگ لائی۔۸۰

نمک، چھالی، تمباکو اور چاول کی ملکی تجارت میں بہت نفع ہوتا تھا، کیوں کہ یہ عام استعمال کی اشیاء تھیں کمپنی کے ملازموں نے اس تجارت پر پورا قبضہ حاصل کر لیا اور نفع سے اپنی جیبیں بھرنے لگے۔ تیل، مچھلی، بھوسا اور بانس وغیرہ روزانہ استعمال کی اشیاء کی فہرست میں شامل کر لیے گئے اور قیمت بڑھانے کے لیے ان کی کل منڈی اپنے ہاتھ لے لی گئی۔ کمپنی کے ملازموں کی مقرر کردہ قیمتوں پر جبری خرید و فروخت کی شکایت اس قدر بڑھ گئی کہ ۱۷۶۴ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کو دخل دینا پڑا اور ملازموں کو ذاتی تجارت سے منع کر دیا گیا۔ مگر کمپنی کے ملازم بالکل بے پرواہی سے ان احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ کمپنی کے اعلیٰ ملازموں نے جن میں کلائیو بھی شامل تھا۔ ''مجلس تجارت'' کے نام سے ایک جماعت ۱۷۶۵ء میں قائم کر لی۔ جس کے کاروبار کے لیے نمک، چھالی اور تمباکو ایسی نفع بخش اشیاء چنی گئیں، یہ سودا اس قدر سودمند ثابت ہوا کہ ۱۷۶۷ء میں کلائیو نے اپنے پانچ حصے ۳۲ ہزار پونڈ کے عوض فروخت کر دیے۔ یہ حصے کلائیو کو اس بنا پر ملے تھے کہ وہ اس مجلس کا بانی تھا۔ اسے گورنر ہونے کے باعث پانچ حصے بحیثیت عہدہ دیے گئے تھے، حالاں کہ اس نے فی الواقع سرمایہ میں کوئی روپیہ ادا

نہیں کیا تھا۔ اس سے پیشتر نمک کے اجارہ میں صرف نو ماہ کے قلیل عرصے میں ۴۵ فی صدی نفع ہو چکا تھا۔ یہ تجارت نہ تھی محض ایک لوٹ تھی جو ان ذرائع کی مدد سے جاری تھی جو مسلح قوت اور سیاسی غلبے نے ان کے ہاتھ میں دے رکھے تھے۔۸۱

انگریزی دور میں بنگال میں مسلمانوں کی معاشی حالات

۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کے بعد مغل شہنشاہ عالم نے ۱۲ اگست ۱۷۶۵ء کو باضابطہ طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیوانی کے حقوق عطا کر دیے جن کی رو سے کمپنی کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ سرکاری محاصل وصول کر سکے۔ لیکن اس کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت میں کوئی خاص فرق نہیں ہوا اور وہ بدستور سرکاری اعتماد اور ذمہ داریوں کے اصل گردانے جاتے رہے۔ سرکاری زبان فارسی تھی اور فوج داری مقدمات کے فیصلے نواب ناظم کیا کرتے تھے۔ درحقیقت کافی طویل عرصہ تک بنگال کے عدلیہ اور مالیات کا تمام تر نظم و نسق مسلمانوں ہی کے سپرد رہا۔۸۲

۱۷۹۹ء میں لارڈ کارنواس نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر کے دونوں محکمے علیحدہ علیحدہ عہدیداروں کو تفویض کیے۔ بیشتر اعلیٰ انتظامی عہدے یورپین کے لیے مختص کر دیے گئے۔ اس نے عدلیہ کے نظم میں بھی کئی تبدیلیاں کیں۔ مسلمانوں پر ان تمام اقدامات کا مضر اثر ہوا کیوں کہ اس طرح کئی مسلم امراء کو اچھے عہدوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ لارڈ ایمہرسٹ کی گورنر جنرل کے اختتام تک مسلمانوں کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچ چکا تھا۔ مسلمان جاگیرداروں سے سرکاری محصول کی وصول یابی کا حق چھن گیا اور مسلم عمایدین مال کی جگہ انگریز تعلقہ داروں (کلکٹروں) نے لے لی۔۸۳

لارڈ کارنواس کے اس فیصلے سے ہندوستان کے دیگر علاقوں کے مسلم خاندان بھی سماجی اور سیاسی اتھل پتھل کے مضر اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ مزید برآں لارڈ ولیم پینٹنگ نے گورنری کا عہدہ سنبھالنے کے بعد جب زمین داروں کی ملکیت کی دستاویزات کی جانچ پڑتال کا حکم دیا تو اس مقصد کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کی گئیں اکثر ''مخبروں'' جھوٹے گواہوں، خاموش اور سخت گیر بازیافتی عہدے داروں نے گمراہ کیا''۔ جو کوئی مغل عطیات کے بارے میں اپنی ملکیت ثابت کرنے میں ناکام رہا اسے

اپنی زمینوں اور جائداد سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس کے نتیجے میں متعدد مسلم گھرانے کنگال ہو گئے۔ ۸۴

اس کے علاوہ مسلمانوں پر دوسری افتاد یہ پڑی کہ ۱۸۳۷ء میں سرکاری زبان کے طور پر فارسی کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ فارسی کی جگہ انگریزی اور دیگر صوبائی زبانوں کو سرکاری کام کاج میں استعمال کیا جانے لگا۔ اس اقدام کے فطری تقاضے کے طور پر کئی اہل کاروں کو اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ مسلمان نہ تو انگریزی سے ہی واقف تھے اور نہ انھوں نے بنگالی، اڑیا، مراٹھی، تلگو، تامل اور گجراتی جیسی صوبائی زبانوں سے کوئی خاطر خواہ واقفیت بہم پہنچائی تھی جن کا ارتقا برطانوی حکومت کے زیر سرپرستی تیزی سے ہو رہا تھا۔ مزید برآں اسلامی ضابطہ فوج داری کی جگہ تعزیرات ہند کے نفاذ نے مسلمانوں کی بگڑتی ہوئی حالت کو مزید ابتر بنا دیا۔

انام کمیشن نے کئی مسلم گھرانوں کو بلا وجہ ان انعامی جاگیر سے محروم کر دیا جو انھیں ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے عطا کی تھیں۔

حکومت نے قاضیوں اور مفتیوں کے عہدے ختم کر کے مسلمانوں کی معاشی اور سماجی زندگی پر ایک ضرب کاری لگائی۔

حکومت نے ان افراد کی حوصلہ افزائی کی جنھوں نے اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اور مسلمانوں کی زمین چھین کر کے ان لوگوں کو بطور ہدیہ عنایت کی گئی۔

حکومت نے مسلمانوں کے تعلیمی جائداد اور اوقاف پر غاصبانہ تصرف کے ذریعے انھیں اپنے تمام فوائد سے محروم کر دیا جس کے وہ قانوناً مستحق تھے۔

حکومت نے اپنی الطاف وعنایات کے دروازے ان مسلمانوں پر بند کر دیے جو اپنے علوم وفنون، قوانین، ادب اور زبان پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔

ان تمام عوامل کا اجتماعی اثر یہ ہوا کہ مسلمان تمام سرکاری عہدوں سے محروم ہو گئے۔ اور چوں کہ زیادہ تر مسلمانوں کا انحصار سرکاری ملازمتوں پر ہوا کرتا تھا اس لیے بے روزگاری اور غربت ان کا مقدر بن گئی۔ ۸۵

بنگال کی تعلیمی حالت

تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے ریاست بنگال میں تعلیم کا ایک سلسلہ رہا ہے، چناں چہ مسلم حکمرانوں سے پہلے ہندوؤں کے دورِ حکومت میں اگر چہ تعلیم کا کوئی خاص نظم ونسق نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی تعلیم کا کلی فقدان نہیں تھا۔ چناں چہ تاریخی کتابوں سے راجہ مہاراجہ کے اپنے اپنے دربار میں کچھ خانقاہیں اور مذہبی مدرسے وغیرہ کے ثبوت ملتے ہیں۔ جیسے آٹھویں صدی عیسوی میں مغربی بنگال و بہار میں پال خاندان کی حکومت تھی اور گوپال اس خاندان کا بانی تھا وہ بدھ مت کا پیرو تھا۔ اس نے اندرپور میں بدھ مت کی خانقاہیں اور بہت سے مذہبی مدرسے قائم کیے تھے۔[۸۶] اس کے علاوہ نالندہ اور دوسرے مقامات میں بھی مٹھ اور مذہبی مدرسے قائم تھے۔[۸۷] اور پال خاندان کا آخری راجہ دھرم پال تھا جس کی حکومت بنگال سے بہار تک وسیع تھا۔ اس نے بھاگل پور کے قریب خانقاہیں اور درس گاہیں تعمیر کرائی تھیں۔[۸۸] اس کے علاوہ ہندو حکمراں کے زمانے میں ہر موضع میں ایک ایک مدرسہ ہوتا تھا اور وہ مدرسے دیہاتی کمیٹیوں کے ذریعے چلتے تھے۔ یہ نظام تعلیم مسلم حکمرانوں کے دور میں بھی باقی رہا، لیکن جب سے انگریز کمپنی ریاست بنگال کے گورنر ہوئے تو انھوں نے ان دیہاتی کمیٹی نظام کو توڑ دیا جس کی وجہ سے گاؤں میں چلنے والے مدرسے بند ہو گئے۔

انگریزوں کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ تعلیم یافتہ لوگ اگر باقی رہیں گے تو وہ ہماری حکومت کو فنا کر دیں گے، اس لیے انھوں نے تعلیم گاہوں کو ملیا میٹ اور مدارس کو نیست و نابود کر دیا اور تعلیم گاہوں کی تمام موقوفہ زمین کو سرکاری قبضے میں لے لیا۔

انگریزوں نے خاص طور سے مدرسہ اور تعلیم گاہوں کو اس لیے برباد کیا تھا کیوں کہ ان کا نصب العین زیادہ سے زیادہ مالی منافع حاصل کرنا تھا۔ اس لیے انھوں نے یہاں کے لوگوں کو تعلیم دینا اپنے مقاصد کے خلاف سمجھا۔[۸۹]

ریاست بنگال میں مسلمانوں کا نظام تعلیم

مسلمان عرب کی مقدس سرزمین سے نکلے اور مختلف ملکوں کو فتح کرتے ہوئے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے ان کا پھیلنا ہی ساری دنیا کے لیے مبارک ثابت ہوا۔ اگر ایک طرف اندلس کی سر زمین پر تہذیب وتمدن کی روشنی پھیلا کر ان کے ظلمت کدوں کو روشن کیا تو دوسری طرف مصر وطرابلس کے افریقی وحشیوں کو علم وفضل کے معراج پر پہنچایا۔ ایران کو اگر سرچشمہ علوم وفنون بنایا تو ہندوسندھ اور خاص طور سے بنگال بھی اس فیض سے محروم نہ رہا۔ مسلمان تاجروں کے ساتھ علماء وفضلاء بھی اسلامی دنیا کے ہر خطہ سے ہندوستان آنے لگے اور وہ جہاں جہاں گئے اسلامی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کا روشنی بھی ساتھ لے گئے۔ جگہ جگہ مدرسے قائم ہوئے۔ خدا اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت بھرے کلام کے دریا بہا دیے گئے۔ بلاتفریق مذہب وملت ملک کے باشندوں کو سیراب کرنے لگے۔ لطف یہ کہ نہ ان کو کسی بڑی عمارت کی ضرورت پڑی اور نہ صاف شفاف سامان کی ضرورت پڑی اور نہ کسی انتظامیہ کمیٹی کی حاجت ہوئی اور نہ کسی مجلس شوریٰ کی ضرورت پڑی۔ مسجدیں مدرسے بن گئے اور زمین نے کرسی اور ٹیبل کا کام انجام دیا۔۹۰

مسلم حکمرانوں کے دور میں بنگال کا نظامِ تعلیم (انگریزوں کی آمد سے پہلے)

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد دوسرے صوبوں کی طرح ریاست بنگال میں بھی مسجدیں علمی مرکز بن گئی تھیں۔ چوں کہ ہندو اور مسلمان دونوں میں علوم کی بنیاد مذہب پر ہے۔ اس وجہ سے ان اداروں کے لیے حکومت کو زیادہ بار اٹھانا نہیں پڑتا تھا۔ ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک اس کا انتظام بغیر کسی فیس اور معاوضہ کے کیا جاتا تھا۔ اکثر وبیشتر یہ مدارس اوقاف اور وصیت کی آمدنی سے زندہ رہتے تھے۔ جسے لوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے وصیت یا وقف کر جاتے۔ یہ حالت ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ تک رہی خود کمپنی نے چار طرح کی تعلیم اپنے عہد میں رائج پایا جس میں دو طریقے ہندوؤں کی تعلیم کے تھے۔ ایک تو وہ جو برہمن اپنے پجاریوں کو دیا کرتے تھے اور دوسرے وہ جو ان کے ٹولی اور سنسکرت کے درسگاہوں میں دی جاتی۔ اسی طرح دو طریقے مسلمانوں کی تعلیم کے بھی موجود

تھے۔ ایک تو وہ جو ہر گاؤں کے چھوٹے چھوٹے مکاتب میں دی جاتی تھی اور جس میں دیہات کے زمیندار کاشت کار اور صنعت کاروں کے بچے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دوسرے وہ جو مدارس میں دی جاتی تھی جس میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔ غرض دیہات سے لے کر شہر تک درس و تدریس کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ ۹۱

ان تعلیم گاہوں کی سرپرستی والیان ملک اور امراء کیا کرتے تھے۔ اور بڑی فیاضی اور فراخدلی سے مدارس کی ترقی پر خرچ کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے بادشاہوں، نوابوں، امراء اور اہل ثروت کی طرف سے جائدادیں اور جاگیریں تعلیمی مصارف کے لیے وقف کر دی گئی تھیں۔ اور بعض خود تنہا ان درسگاہوں کی پوری ذمہ داری اپنے سر لیتے تھے۔ اس طرح صوبہ بنگال میں صوبہ کا چوتھائی حصہ تعلیم کے لیے وقف تھا۔ سرکاری خزانوں سے ان کی امداد ہوتی تھی۔ دہلی کی مرکزی حکومت کے ٹوٹ جانے پر صرف اضلاع روہیل کھنڈ میں جو دہلی سے قریب ہے پانچ ہزار علماء و فضلاء کرام مختلف چھوٹے بڑے مدارس میں درس و تدریس کی خدمت دیتے تھے اور حافظ الملک کی ریاست سے تنخواہیں پاتے تھے اور یہی حال کم و بیش تمام ریاستوں کا تھا اس کے علاوہ خود رعایا کی جانب سے پورے ہندوستان میں ایک ایسا نظام تعلیم قائم تھا۔ ۹۲

ہر قریہ اور دیہات میں ایسے مدارس موجود تھے جس میں لکھنے، پڑھنے، حساب وغیرہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں صرف ٹھٹہ سندھ میں چار سو کالج مختلف علوم و فنون کے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسکول، پرائمری اسکول اور مکاتب کس قدر تھے۔ جب کہ دار السلطنت دہلی سے ایک ہزار میل سے زیادہ دوری پر بسنے والے شہر میں اس قدر کالج تھے تو پھر شہر دہلی، آگرہ، دیگر ریاستوں یوپی، بہار، بنگال، اڑیسہ، مدراس، بمبئی، سندھ، پنجاب، آسام وغیرہ کے بڑے شہروں کے متعلق قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہاں تعلیمی حالت کیا ہوگی۔ بادشاہ محمد تغلق کے زمانہ میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدارس تھے۔ انگریزی عملداری سے قبل ریاست بنگال میں اسی ہزار مدرسے تھے اس طرح چار سو آدمیوں کی آبادی کے لیے ایک مدرسہ کا اوسط ہوتا تھا۔ ۹۳

دہلی اور لکھنؤ کے علاوہ رام پور، مدراس، ڈھاکہ، بنگال (کلکتہ) اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں علم کے سرچشمے جاری تھے۔ ہندوستان کا کوئی قصبہ یا شہر ایسا نہ تھا جہاں علماء اور ان کی درسگاہیں نہ ہوں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مدرسہ ناصرالدین قباچہ نے مولانا قطب الدین کاشانی کے لیے ملتان میں بنوایا تھا، جس میں حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی (م ۵۷۸ھ) نے تعلیم پائی۔

ریاست بنگال میں پرائمری تعلیم کا نظام

ابتدائی یا پرائمری تعلیم کی درسگاہوں کا شمار تو ممکن ہی نہیں جو ہر گاؤں میں موجود تھے۔ انگریزی عملداری سے پہلے صرف بنگال میں اسّی ہزار مکتب تھے۔ یہ ابتدائی تعلیم کے مدرسے مقامی لوگوں کی مرہون منت سے چلتے تھے۔ اس لیے پڑھنے والوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ اور تعلیم سادہ اور بالکل مفت ہوا کرتی تھی۔ ۹۴

ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا نظام

ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی بھی کمی نہ تھی۔ قریب قریب تمام مساجد اور خانقاہوں میں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا بندوبست تھا۔ اس زمانے میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام علماء کے ہاتھوں میں تھا۔ جو ہمہ تن اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے تھے۔ ہر مسجد اور خانقاہ کے ساتھ مدرسہ کا ہونا لازمی تھا جس کے مصارف حکومت کی جانب سے یا تو نقد کی صورت میں پورا کیا جاتا یا کافی جاگیریں دی جاتیں۔ اور اس کے علاوہ عوام بھی دل کھول کر اس کی مدد کرتے تھے۔ بلکہ عوام مدد کرنا اپنا مذہبی فریضہ تصور کرتے تھے۔

امراء و منصب دار اس کار خیر میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہندوستان کے بہت سے شہر مثلاً گوپامئو، خیرآباد، جون پور، ہگلی اور آگرہ وغیرہ علمی مرکز کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے جہاں ہندوستان کے گوشے گوشے سے تشنگان علم جمع ہوتے تھے۔ اور سیراب ہوکر واپس جاتے تھے اس زمانہ میں مسلمانوں کا تعلیمی نصاب صرف ونحو، بلاغت، منطق، علم کلام، تصوف، ادب، فقہ، فلسفہ اور حدیث وتفسیر کی تعلیم ہوتی تھی۔ ۹۵

مساجد اور خانقاہوں میں تعلیم

ہندوستان کے قدیم اسلامی شہروں میں قدم قدم پر وسیع اور شاندار مسجدیں ملتی ہیں۔ یہ وسیع عمارتیں صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کے کام نہیں آتی تھیں بلکہ ان کا بڑا حصہ قومی درس گاہوں کے لیے وقف تھا۔ ان مسجدوں میں اب بھی صحن کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے وسیع حجرے نظر آتے ہیں جو طلبہ اور مدرسین کے رہنے کے مکانات تھے۔ اور بعض مقامات پر اب تک اس کام میں استعمال کیے جارہے ہیں۔ قدیم خانقاہیں بھی عموماً تعلیم گاہوں کے مصرف میں آتی تھیں، گوشہ نشین مشائخ اور ریاضت گزار صوفیان کرام صرف مجاہدہ نفس ہی کو عبادت نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ شریعت و طریقت ظاہری و باطنی دونوں کے تعلیم و تزکیہ کو اپنا نصب العین جانتے تھے۔ اس لیے ہر خانقاہ میں تشنۂ علم ظاہری و باطنی کی جماعت کثیر تعداد میں آتی تھیں اور فیضیاب ہوکر واپس جاتی تھیں۔ تعلیم کی یہ حالت تھی جو ہر دیہات، قصبہ اور شہر میں پائی جاتی تھی۔ مگر خاص مدارس کی بھی کمی نہیں تھیں جو صرف تعلیم ہی کے لیے وقف تھے اور تعلیم ہی ان کا بنیادی مقصد تھا۔ ۹۶

عہد اسلامی کے صوبۂ بنگال کے چند مشہور مدارس

ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مدارس کی طرح صوبۂ بنگال میں بھی بے شمار مدرسے تھے۔ جو علمی مرکز ہونے کے اعتبار سے مشہور تھے۔

بختیار خلجی کا مدرسہ

محمد بختیار خلجی ہی وہ مسلمان جنرل تھا جس نے سب سے پہلے ۱۱۹۷ء میں بنگال فتح کیا اور خود مختار ریاست قائم کی اگر چہ برائے نام خطبہ محمد غوری کے نام سے پڑھا جاتا تھا۔ بختیار کے فتوحات کی سرحد بنگالہ کے قدیم شہر ندیا تک وسیع تھا، بختیار نے بنگالہ پر قبضہ کرنے کے بعد ندیا کی جگہ رنگ پور نامی ایک شہر آباد کیا۔ پھر اس نے اس شہر میں متعدد مساجد، مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کرائیں یہ شہر بختیار کی دار الحکومت تھی۔ ۹۷

ٹیلہ کا مدرسہ و مدرسہ درس باڑی

بنگال میں غیاث الدین اول جس کی حکومت ۱۲۲۲ء سے ۱۲۲۷ء تک تھی۔ تعلیم کے میدان میں ممتاز حکمرانوں میں سمجھا جاتا ہے۔ اس نے اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ جو لوگ علمی تحقیق اور تعلیم کا کام کرتے ہیں، اگر ان کی مادی ضروریات کا پورا خیال رکھا جائے تو وہ علم و تحقیق کے حق میں بہت مفید ثابت ہوں گے۔ چناں چہ اس نے علمی کام کرنے والوں کے لیے وظائف اور بوڑھوں کے لیے پنشن کا انتظام کرایا تھا۔ اس نے ایک مدرسہ بنایا تھا جو مدرسہ ٹیلہ کے نام سے مشہور ہے تاریخ میں ان کا نام اس مدرسہ کی وجہ سے ہمیشہ روشن ہے جس کو اس نے اپنے پایۂ تخت میں بنایا تھا۔

غیاث الدین ثانی جو خود بھی ایک شاعر تھا، اہل علم کا بڑا قدرداں تھا۔ اس نے بھی ایک کالج قائم کیا تھا جس کا نام ''درس باڑی'' رکھا تھا۔ ۹۸

بوہار کا مدرسہ

ضلع بردوان کا ایک گاؤں بوہار ہے جو مغربی بنگال میں واقع ہے یہاں کے زمیندار اعظم منشی صدر الدین صاحب خود بھی عالم تھے اور بڑے علم دوست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں امارت (سرکاری عہدہ) بھی عطا فرمائی تھی۔ ان کے درخواست پر مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنؤ سے بوہار تشریف لائے تھے۔ منشی صدر الدین نے مولانا موصوف کے لیے ۱۷۷۸ء میں بوہار گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ جس میں ایک عرصہ تک مولانا درس و تدریس دیتے رہے۔ مولانا کی تنخواہ چار سو روپے تھے۔ اور ان کے ایک سو شاگردوں کا وظیفہ اس کے علاوہ تھا۔ یہ طلبہ مولانا کے ساتھ آئے تھے۔ ۹۹

بردوان ہی کے ایک بزرگ سید غلام مصطفیٰ جو آپ کے شاگردوں میں تھے جو اپنی ذاتی قابلیت اور استعداد کی بناء پر کچھ دنوں کے لیے ضلع اٹاوہ کے مفتی بھی مقرر ہوئے تھے اس کے بعد پھر وہ اپنے وطن بیر بھوم کے مفتی مقرر ہوئے تھے۔ انھوں نے بوہار ہی کے مدرسہ میں تعلیم پائی تھی، زمانہ کے تغیر سے یہ مدرسہ بند ہو گیا اور اس کا عظیم الشان اور قیمتی کتب خانہ جس میں نایاب قلمی نسخوں کی ایک کثیر تعداد تھی حکومت برطانیہ کی زیر نگرانی دے دیا گیا تھا۔ حکومت برطانیہ نے ان تمام کتابوں کو مدرسہ بوہار

سے امپیریل لائبریری (کلکتہ) میں دیا تھا۔ امپیریل لائبریری کلکتہ کا بوہار سکشن میں اس کی یادگار اب تک موجود ہے۔[۱۰۰]

حسین شاہ کا مدرسہ

بنگال میں تعلیم کی ترقی حسینی خاندانوں کے عہد میں ہوئی۔ حسین شاہ اور نصرت شاہ جو بنگال میں حسینی خاندان کے ممتاز حکمرانوں میں تھے دونوں ہندو اور مسلم ادب کے یکساں قدر دان تھے۔ انھوں نے اپنی سلطنت میں بہت سے اسکول اور کالج قائم کیے اور مذہبی مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کرائی تھیں۔ اور اس کے لیے بڑی بڑی جائدادیں اور جاگیریں وقف کیں۔ ان مدرسوں کے کھنڈرات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارتیں سنگ مرمر اور خاص پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔

یہ اپنی نوعیت میں ان مدارس سے جدا تھے جو لکھنوتی کے دوسرے حصوں میں تھے۔ لیکن یہ ان سے بھی زیادہ شاندار اور عظیم الشان تھے۔ یہ مدرسہ سلطان علاء الدین ابو المظفر حسین شاہ الملک الحسینی کے حکم سے یکم رمضان ۹۰۷ھ مطابق ۱۴۹۳ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔[۱۰۱]

مدرسہ باگھا۔ ضلع راج شاہی

منگل کوٹ اور ڈھاکہ کے علاوہ اس زمانے میں علم و ہدایت کا ایک سرچشمہ قصبہ باگھا تھا۔ ۱۵۱۹ء میں یہاں بغداد سے مولانا شاہ معظم دانش مند (المعروف شاہ دولہ) تشریف لائے اور انھوں نے مخدوم پور کے شاہی جاگیر دار الٰہ بخش برخوردار لشکری کی صاحب زادی زیب النساء سے شادی کی اور انھوں نے یہاں پر خاندانی مدرسہ کا آغاز کیا۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے نے بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کے پوتے شاہ عبدالوہاب کو بادشاہ شاہ جہاں کی طرف سے بیالیس گاؤں، جن کی آمدنی کا اندازہ اس زمانے میں آٹھ ہزار کیا جاتا تھا، انعام میں ملے تھے۔ غالبًا یہ اراضی اس زمانے میں ملی ہوگی، جب شاہ جہاں ریاست بنگالہ میں مقیم تھا۔

۱۶۲۷ء میں شاہ عبدالوہاب کے بیٹے شاہ محمد رفیق نے نصف جائداد کو وقف میں منتقل کر دیا تھا۔ اور باقی نصف اپنے بھائی نور العارفین کی اولاد کے پاس رہنے دی۔ اس وقت سے یہ وقف برقرار ہے

اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم ہے اس مدرسہ کے ساتھ ہی ساتھ ایک مسجد اور ایک درگاہ بھی قائم کی تھی ۔۱۰۲

مولانا حمید الدین دانش مند منگل (م ۱۶۵۳ء) کوٹی کا مدرسہ

عہد مغلیہ میں بردوان اور مرشد آباد کے درمیان کا سارا علاقہ بالخصوص وہ حصہ جو شرفاء کی آبادی کی بناء پر شریف آباد کہلاتا تھا اور چھبیس پرگنوں پر مشتمل ایک پوری سرکار (سرکار شریف آباد) کی وسعت رکھتا تھا مسلمان علماء اور مشائخ کی وجہ سے ممتاز تھا۔ ان میں سے بعض خاندان ایسے تھے جو گور (لکھنوتی) کی تباہی کے بعد یہاں آبسے اور علیحدہ دیہات کو آباد کر کے اسلامی عمل دخل اور علم و ہدایت کا مرکز بن گئے ۔لیکن سرکار شریف آباد میں جو قصبہ اشاعت علمی کے لیے عہد مغلیہ میں سب سے مشہور تھا۔ وہ منگل کوٹ تھا جو ضلع بردوان کے شمال میں ایک معمولی گاؤں کی حیثیت رکھتا ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے منگل کوٹ کی نوے فی صدی آبادی مسلمان تھی اس آبادی میں قدیم مساجد اور مزار ہیں۔ ایک مزار مخدوم شاہ محمود غزنوی المعروف راہی پیر کا ہے۔ دوسرا مزار مخدوم شاہ عبد اللہ گجراتی کا ہے۔ کئی پرانی مسجدوں کے آثار بھی موجود ہیں۔ اور ایک شکستہ مسجد جس کا سال تعمیر ۱۵۱۰ء میں ہے۔ جس کو علاء الدین حسین فرمانروائے گوڑ نے تعمیر کرائی تھی ۔۱۰۳

عہد مغلیہ میں مولانا حمید الدین جو حضرت مجدد الف ثانی کے چہیتے تھے۔ اور جن کا قدردان بادشاہ شاہ جہاں بتایا جاتا ہے۔

مولانا حمید الدین دانش مند منگل کوٹ کے قاضیوں کے مشہور خاندان سے تھے ان کی مورث اعلیٰ قاضی ضیاء الدین (المعروف احمد سالار) بنگال میں شاہ صفی الدین کے ساتھ، جن کا مزار پنڈوہ (ضلع ہگلی) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے اور جن کی وفات تیرہویں صدی عیسوی کے آخری سالوں میں ہوئی، تشریف لائے ۔مولانا حمید الدین کو تعلیم کے لیے لاہور بھیج دیا گیا۔ جہاں انھوں نے علوم ظاہری کا پوری طرح مطالعہ کیا، ان علوم کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ صوفیہ کے مخالف ہو گئے ۔حضرت مجدد الف ثانی اس زمانے میں لاہور میں تھے۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ دہلی آئے اور مفتی عسکری کے مکان پر مقیم ہوئے ۔ یہاں پر مجدد الف ثانی سے ملاقات ہوگئی آپ حضرت مجدد الف ثانی سے اس قدر متاثر

ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کی اور ایک سال تک آپ حضرت کی خدمت میں رہے۔ ایک سال بعد حضرت مجدد نے انھیں خلافت عطا کی اور یہ مرشد کی کھڑاویں لے کر اپنے وطن واپس آئے۔ اور باقی وقت منگل کوٹ میں ارشادو ہدایت میں صرف کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ شاہجہاں آپ کا بڑا معتقد تھا۔ وہ منگل کوٹ آیا۔ آپ سے اخذ فیض کیا اور مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کے لیے اسی ہزار سالانہ آمدنی کی وسیع اراضی کا فرمان جاری کیا۔ تقسیم ہند تک اس شہر میں علمی اثرات موجود تھیں۔ تقسیم ہند کے وقت تک یہاں ایک مدرسہ تھا لیکن تقسیم ہند کے بعد وہ مدرسہ بند ہوگیا مگر اس کا کتب خانہ اب مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے کتب خانہ کا حصہ ہے۔"[۱۰۴]

ڈھاکہ کے مدارس

امیر الامراء شائستہ خان عالم گیر شہنشاہ دہلی کا ماموں اور عہد شاہ جہانی اور عالم گیری کا ممتاز امیر جو مختلف صوبوں کا ناظم مقرر کیا گیا تھا۔ وہ جہاں جہاں گیا اپنی یادگار چھوڑی۔ اس نے ڈھاکہ کے صوبہ داری کے زمانے میں جو ۱۶۶۴ء سے ۱۶۸۰ء تک تھا اس نے ایک مدرسہ اور مسجد بنوایا تھا۔ یہ مدرسہ گزشتہ صدی کے نصف اول تک قائم تھا۔ کچھ دنوں ویران رہنے کے بعد اب مدرسہ کی عمارت ہسپتال کے طور پر استعمال کی جانے لگی۔ اس وقت دریا کے کنارے صرف ایک شکستہ گھاٹ اور مسجد باقی ہے۔ مسجد کا کتبہ بھی آتشزدگی سے خراب ہو چکا ہے۔ تاہم جس قدر پڑھا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

"الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين"۔ [۱۰۵]

اسی طرح شائستہ خان کے نامکمل قلعے سے کوئی دو فرلانگ مغرب ایک عظیم الشان مسجد ہے۔ جو خان محمد مہردہ کی مسجد کہلاتی ہے۔ یہ عمارت دو منزلہ ہے نیچے بہت سے وسیع کمرے ہیں جو طلبہ کے لیے ہوسٹل یا دارالاقامہ کے کام آتے تھے اور صحن مسجد کے چاروں طرف کھلے ہوئے وسیع اور ہوادار کمرے مدرسہ کے نام سے اب تک موجود ہیں۔[۱۰۶]

اس طرح کی ایک اور مسجد اورنگ زیب کے بیٹے محمد اعظم یا عظیم الشان کے نام پر ڈھاکہ کے محلہ اعظم پورہ میں ہے یہ مسجد بھی دو منزلہ ہے۔ اس مسجد کے بالائی حصہ میں شمالی جانب چند ہوادار اور

وسیع کمرے ہیں ۔ جو اب تک مدرسہ کے نام سے زبان زد ہیں ۔ کتبہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ تزکیہ نفس اور علوم باطن کی درس گاہ تھا، ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے گزرنے کے بعد علوم باطن کے ساتھ علوم ظاہر کی بھی تعلیم دی جاتی ہو مسجد سے ملحق ایک خانقاہ بھی ہے جو دائرہ کے نام سے مشہور رہے ۔ جہاں کچھ پاک نفس بزرگ اب بھی اگلوں کی یاد تازہ کرر ہے ہیں ۔ اور مرجع خلائق ہیں ۔ ۱۰۷

مشرقی بنگال کی راجدھانی ڈھاکہ میں ان کے علاوہ اور بھی کثرت سے ایسی مسجدیں موجود تھیں جن میں مدرسہ کی جگہیں یعنی کمرے بنے ہوئے تھے ۔ ۱۰۸

مرشد آباد کا مدرسہ

علی وردی خان مرشد آبادی جو علوم وفنون کا شیدائی تھا اس نے عظیم آباد سے متعدد علماء وفضلاء کو مرشد آباد آنے کی دعوت دی اور ان کے لیے گراں قدر وظائف مقرر کیے، جو علماء اس کی دعوت پر عظیم آباد سے مرشد آباد آگئے ، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں ۔ میر محمد علی، حسین خان، علی ابراہیم خان، اور حاجی محمد خاں ۔ میر محمد علی ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک بھی تھے ۔ جس میں دو ہزار مجلّات تھیں ۔

مرشد آباد میں ایک عالی شان مدرسہ کٹرہ کے نام سے مشہور ہے جس کی شاندار عمارت اب تک اپنے گزشتہ عظمت کو یاد دلا رہی ہے ۔ اس مدرسہ کا بانی جعفر خاں تھا ۔ اٹھارہویں صدی کے آخر تک چند تعلیمی مقامات باقی رہ گئے تھے ۔ جن کو ہندوستان کے عہد ماضی کی علمی یادگار سمجھا جاتا تھا ان مدرسوں میں ہندو اور مسلمان دونوں عربی و فارسی علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرتے تھے ۔ ۱۰۹

غرض اس طرح کے اعلیٰ تعلیم کے مدارس ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں موجود تھے ۔ جن میں سے چند کا ذکر یہاں کر دیا گیا جو صوبۂ بنگال میں مشہور تھے ۔ اس پر ان علاقوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے جنہیں تعلیمی مرکز ہونے کا فخر صدیوں سے حاصل رہا ہے ۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ کا قیام اور اس کے اسباب ومقاصد

تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے سات سو سال تک حکومت

کی۔ چناں چہ مختلف زمانوں میں بنگال کی سرزمین میں عرب، ایران، ترکی اور حبشی جیسے ملک سے مسلمان آکر آباد ہوتے رہے۔ محمد بن بختیار خلجی کے حملے سے قبل بھی چاٹگام کے نواح میں عرب تاجروں کی آبادی کا سراغ ملتا ہے۔ پہاڑ پور اور بینامتی سے ملنے والے سکوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ہارون الرشید کے عہد میں بھی مسلمان آباد تھے اور محمد بن بختیار کے عہد میں بیرونی مسلمانوں کی آبادی کثیر تعداد میں تھی اور خلجیوں کے عہد میں مزید افغان، ترک اور ایرانی کثیر تعداد میں شمالی ہند سے یہاں پہنچے۔ عہد مغلیہ میں ہندوستان کے شمالی صوبوں بلکہ ترکستان اور حبشہ جیسے دور دراز ممالک سے مسلمان بغرض ملازمت وتجارت یہاں آکر بسنے لگے۔ ان میں تاجر بھی تھے، معلم اور طبیب بھی تھے اور سپاہی بھی۔ اس دوران میں لاکھوں مقامی باشندوں نے بھی اسلام قبول کیا، چناں چہ ۱۷۷۰ء میں ایک تہائی بنگالی مسلمانوں کے آباء واجداد بیرونی مسلمان تھے اور ایک تہائی مقامی نومسلم۔

سرزمین بنگال میں اشاعت اسلام میں سلاطین، علماء اور صوفیہ کا بڑا حصہ ہے۔ سلاطین نے حکومت قائم کر کے علماء کی سرپرستی اور صوفیہ کی اعانت کی پھر انھوں نے مدارس قائم کیے، مساجد تعمیر کیں، خانقاہیں بنوائیں اور ایک خالص مسلم معاشرے کی بنیاد ڈالی۔ علماء نے نہ صرف سلاطین کو وقتاً فوقتاً اسلامی اصولوں پر اپنی حکومت قائم کرنے کی تلقین کی بلکہ اشاعت دین کے لیے متعدد مدرسے قائم کیے، لوگوں کو فارسی، عربی اور بنگلہ زبان میں دینی ودنیوی تعلیم دی۔[۱۰]

ادھر ۱۶۰۰ء عیسوی کے لگ بھگ ایسٹ انڈیا کمپنی بنگال میں آکر جگہ جگہ اپنی کمپنیاں قائم کر چکا تھا، جس کی وجہ سے بنگال کے نوابوں اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں دن بدن کش مکش بڑھتا رہا، آخر کار ۱۷۵۷ء میں نواب سراج الدولہ اور انگریزوں میں پلاسی کی مشہور جنگ ہوئی جس میں نواب سراج الدولہ کو شکست ہوئی اور انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۷۶۴ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے سلطنت دہلی بادشاہ شاہِ عالم ثانی سے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی سند دیوانی حاصل کر لی اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کے اوقاف کی تمام جائدادیں بھی چھین لیں، ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی زمینیں اور جائدادیں بھی ضبط کرلیں، مزید مسلمانوں کو ملازمتوں سے نکال کر غیر مسلمین کو ملازمتیں دینے لگے۔ جس سے مسلم قوم دن بدن

غربت اور تنگ دستی میں پھنستی چلی گئی اس طرح مسلمانوں کی آمدنی کے تمام ذرائع بند ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تعلیمی ادارے بھی آہستہ آہستہ بند ہوتے گئے، اور مسلمانوں کی تعلیمی اور ثقافتی معیار میں دن بہ دن کمی آتی رہی۔[۱۱]

لیکن پھر بھی وہ مایوس نہ ہوئے بلکہ خود مسلمانان کلکتہ نے ہی ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا اور یہ کوئی انوکھی یا تعجب خیز بات نہ تھی، کیوں کہ مسلمان اپنے مذہبی علوم کے پڑھنے پڑھانے کو ایک ایسا فرض سمجھتے تھے جس سے کسی وقت کوتاہی کرنا خودکشی کے مترادف تھا اور اسی وجہ سے ملک کے ہر گوشہ میں ایسے دینی مدارس موجود تھے جہاں مسلمانوں کی کوئی آبادی تھی، خود وارن ہیٹنگز کی تحریر اس سلسلے میں گواہ ہے کہ ابتدا میں مسلمانوں نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تا کہ مذہبی علوم کی اشاعت ہو اور وہ ایسے لوگوں سے محروم نہ ہو جائیں جو ان کو مذہب اور مذہبی ضروریات کی طرف رہنمائی کی قابلیت رکھتے ہوں۔ کیوں کہ کلکتہ میں کوئی ایسا مدرسہ اس وقت تک قائم نہیں ہوا تھا اور حکومت کے زوال کی وجہ سے افلاس و غربت مسلمانوں میں پھیل چکی تھی اور مدرسہ کے قائم کرنے کے مصارف برداشت کرنے کی صلاحیت ان میں باقی نہیں تھی۔ مگر اس کی ضرورت کا بڑا سختی سے احساس کیا جا رہا تھا۔ زمانہ کے دستور کے مطابق صرف معلم کی تنخواہ ہی مدرسہ کا کل خرچہ نہ تھا بلکہ طلباء کے تمام مصارف بھی مدرسہ ہی کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ کلکتہ کے مسلمانوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ اس عظیم الشان کام کے لیے مستقل سرمایہ فراہم کر سکیں۔ لیکن دینی درسگاہ کے نہ قائم کرنے کے نتائج سے بھی وہ باخبر تھے۔[۱۲] ٹھیک اسی دوران ملا مجد الدین جو ایک متبحر عالم دین اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مولانا نظام الدین سہالویؒ (بانی مدرسہ نظامیہ) کے شاگردوں میں تھے۔ ۱۷۶۲ء سے کلکتہ میں رونق افروز تھے آپ کی ذاتی قابلیت لوگوں میں ضرب المثل تھی۔ بڑے قابل پاک طینت اور نیک بزرگ تھے، آپ کی خوبیاں اور علمی تبحر کا شہرہ بہت جلد شہر اور مضافات شہر میں پھیل گئی اور تشنگان علم جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے لگے اور فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ کے علمی فیوض کو دیکھ کر کلکتہ کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ مولانا کے لیے کلکتہ میں مستقل رہنے کا بندوبست کیا جائے تا کہ آپ کے فیوض سے تشنگان علم

سیراب ہوتے رہیں۔جس کی اس وقت کلکتہ میں بڑی ضرورت تھی ،لیکن سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ مسلمانوں کی مالی حالت اس وقت ایسی نہ تھی جو کسی ادارے کا بار اپنے سر لے سکیں۔ کیوں کہ اس زمانے میں نظام تعلیم کے دستور کے مطابق صرف مدرس ہی کے مصارف کا انتظام کافی نہ تھا بلکہ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی رہائش اور خورد و نوش کا بھی انتظام کرنے کے لیے کافی رقم کی ضرورت تھی۔ جب مسلمانوں کو اس کا یقین ہوگیا کہ یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے تو یہ طے کیا کہ ایک درخواست ناظم بنگالہ کی خدمت (جو اس وقت لارڈ وارن ہیسٹنگز تھا) میں پیش کی جائے اور مسلمانوں کی تعلیم کے لیے ایک ادارہ قائم کرنے کی التجا کی جائے۔تاکہ ملا مجدالدین وہاں تعلیم دے سکیں اور مسلمانوں کی ایک بڑی ضرورت پوری ہو جائے، چناں چہ مسلمانوں نے ایک درخواست مرتب کی اور شرفاء کلکتہ کا ایک وفد لارڈ وارن ہیسٹنگز سے ملا۔۱۱۳

ادھر ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو نظام حکومت سنبھال سکیں اور فوج داری وعدالتوں میں جج ،منصف اور اسیر کے فرائض انجام دے سکیں۔ کیوں کہ اس زمانہ میں اس وقت تک نظام حکومت اسلامی قوانین پر مبنی تھا اور تمام دفاتر فارسی زبان میں تھے چناں چہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے منتظمین بھی ایسے لوگوں کی تربیت کے متعلق غور و خوض کر رہے تھے جو علوم اسلامی سے واقف ہوں۔۱۱۴

اس کے علاوہ انگریز حکام کو اس لیے بھی اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس وقت تک تمام قوانین فارسی زبان میں تحریر تھے، تمام عدالتوں میں مسلم قانون کے مطابق فیصلے ہوتے تھے اور وہ اسلامی قوانین اور فارسی زبان سے واقف نہ تھے۔ فارسی نہ جاننے کی وجہ سے انھیں مشکلات پیش آنے لگیں چناں چہ انگریز حکومت کے حکام نے اس بات کو بھی اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ اگر عربی، فارسی اور اسلامی علوم کے تعلیم کا انتظام نہ کیا گیا تو ان کی حکومت کی مشکلات کا حل نہیں ہوسکتا اور جو علماء اس زمانے میں فارسی اور اسلامی علوم سے واقف تھے وہ انگریز کی غلامی میں رہ کر نوکری کرنا نہیں چاہتے تھے۔۱۱۵

اس کے علاوہ ۱۷۶۵ء کے بعد جب ایسٹ انڈیا کمپنی ایک سیاسی قوت بن گئی تو اس کی تعلیمی

پالیسی میں تبدیلی آئی ابھی تک ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی ساری توجہ یورپین اور اینگلو انڈین بچوں کی تعلیم تک محدود رکھی تھی۔ اب اس نے یہ محسوس کیا کہ اسے ہندوستانیوں کے لیے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ سیاسی طور پر کمپنی ان ہندو اور مسلمان حکمرانوں کی جانشین تھی۔ جنھوں نے کلاسیکی زبانوں میں اعلیٰ تعلیم دینے کے لیے مدرسے اور پاٹھ شالائیں قائم کی تھیں۔ پڑھے لکھے مولویوں اور پنڈتوں کو اعزاز اور امداد دی تھی اور اعلیٰ مذہبی تعلیم کے بعض اداروں کے لیے اوقاف قائم کر کے ہمت افزائی کی۔ اس لیے عام طور پر انھیں یہ احساس پیدا ہوا کہ کمپنی کو چاہیے کہ ان روایات کو بھی باقی رکھے مزید یہ کہ کمپنی بااثر ہندوستانیوں کے لڑکوں کو حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنے کے لیے تعلیم دینا چاہتی تھی تا کہ اسے اعلیٰ طبقوں کا اعتماد بھی حاصل ہو اور اس طرح ہندوستان میں اس کی حکومت کو استحکام بھی ملے۔ اس لیے انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ کمپنی کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے کچھ مراکز کھولنے چاہئیں۔ ۱۱٦ ٹھیک یہی وہ خواہش تھی کہ جب مسلمانوں نے مدرسہ کے قیام کی درخواست کی تو اس امر کو غنیمت سمجھا گیا کیوں کہ اس مدرسہ کے قیام سے خود ان کی اپنی ضرورت بھی پوری ہوتی نظر آئی اور مسلمانوں کی دل جوئی بھی۔ ۱۱۷ چناں چہ انگریز گورنر بنگال کے حاکم اعلیٰ لارڈ وارن ہیسٹنگز نے اکتوبر ۱۷۸۰ء بمطابق شعبان ۱۱۹۴ھ میں سیالدہ اسٹیشن کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں جو ایک بیٹھک خانہ تھا مدرسہ کا افتتاح کر دیا اور نصاب تعلیم درس نظامیہ کے مطابق رکھا کیوں کہ ملا مجد الدین براہ راست بانی درس نظامی کے شاگردوں میں تھے۔ ملا مجد الدین کو اس نگراں اور صدر مدرس کی حیثیت سے مقرر کیا۔ مدرسہ کے مصارف کی ذمہ داری خود گورنر نے اپنے ذمہ لی۔ ۱۱۸

ٹھیک ایسے ہی سیاسی مقاصد کے پیش نظر ۱۷۹۱ء میں بنارس سنسکرت کالج کی بنیاد رکھی گئی تا کہ ہندوؤں اور پنڈتوں کو خوش کر سکیں۔ اور حکومت کو مقبول بنانے کا رجحان بھی پیدا کر سکیں۔ ۱۱۹

کلکتہ فورٹ ولیم کالج کا قیام

لارڈ ویلزلی کا زمانہ ۱۷۹۸ء سے ۱۸۰۵ء ہے اس کے زمانہ میں کلکتہ فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا یہ کالج بھی خالص سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ ویلزلی کے عہد میں کمپنی کے

ملازموں اورعہدے داروں پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوچکی تھی ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ کمپنی کے ملازم اورعہدے دار ہندوستان کی زبان سے واقف ہو ہندوستان کے متعلق انہیں کچھ علم نہیں تھا، وہ ہندوستان کی زبانوں اوراس کے حالات سے واقف نہیں تھے جب یہ نوجوان ہندوستان پہنچے تو اپنے فرائض کو پوری طرح سے ادانہیں کرسکتے تھے نہ انگلستان میں ان کی تعلیم کے لئے کوئی انتظام تھا اور نہ ہندوستان میں انھیں ٹریننگ دینے کے لئے کوئی کالج موجود تھا چنانچہ ویلزلی نے انڈین سول سروس میں بھرتی ہونے والے انگریزوں کے لئے یہ کالج قائم کیا۔۱۲۰

کلکتہ اینگلو انڈین کالج کی بنیاد:

۱۸۱۶ء میں انگریزی تعلیم کے لئے باضابطہ اینگلو انڈین کالج کی بنیاد رکھی گئی، اس کے بعد سے ہندوستان کے ہرکونے کونے میں انگریزی تعلیم کےفروغ کے لئے کالجوں کے قیام کا سلسلہ جاری ہوگیا ۱۸۱۸ء میں کیمری نام کے پادری نے بنارس میں جے نرائن کالج کے نام سے انگریزی کالج قائم کیا۔ ۱۸۲۱ء میں پونا ہندو کالج اور۱۸۲۳ء میں آگرہ کالج قائم ہوئے اس طرح انگریزی تعلیم کا چرچا ہرجگہ تیزی سے پھیلنے لگا۔ اسی زمانہ میں ۱۸۲۶ء میں انگریز گورنر جنرل کے حکم سے مدرسہ عالیہ کلکتہ اور سنسکرت کالج کلکتہ میں بھی ایک انگریزی کلاس کا اضافہ کیا گیا۔۱۲۱

مدرسہ عالیہ کی پہلی عمارت

تھوڑے ہی دنوں کے بعد کرایہ کا مکان ناکافی اور نامناسب ثابت ہوا، اس لیے وارن ہیسٹنگز نے ایک قطعہ زمین بیٹھک خانہ کےقریب پدوپوکھر کے محلّہ میں خریدی تاکہ اس پر خاص مدرسہ کے لیے ایک مناسب عمارت تعمیر کی جاسکے۔ اس زمین کی قیمت پانچ ہزار چھ سو اکتالیس روپے گورنر نے خود اپنے پاس ہی سے ادا کردی۔۱۲۲

ان کے زمانہ میں مدرسہ کا ماہانہ خرچ چھ سو پچیس روپے تھا وہ بھی گورنر نے خود ہی ادا کیا۔ دو سال بعد۱۷۸۲ء میں یہ مدرسہ گورنمنٹ نے اپنے ذمہ لے لیا اور وہ اس کے اخراجات کی خود کفیل ہوگئی۔۱۲۳

مدرسہ کے مصارف کے لیے انگریز بورڈ آف ریونیو کمیٹی نے مستقل آمدنی کے لیے ۲۴ پرگنہ کے چند مواضع جس کی ماہوار آمدنی بارہ سو روپے تھی۔ مدرسہ کے مصارف کے لیے مخصوص کر دی۔ ۱۲۴؎

۱۷۸۵ء میں مدرسہ کی نگرانی کے لیے ریونیو بورڈ کی کمیٹی نے ایک امین کا تقرر کیا جو مدرسہ کے اوقاف کی آراضی اور مدرسہ کے اور بھی بہت سے داخلی امور اور اس کا نظم و نسق قائم رکھنے طلبہ کے داخلے سے متعلق امور کی نگرانی مدرسہ کی تعطیلات اور مدرسین کی درخواستیں منظور کرنا بھی انھیں کے فرائض میں تھا۔ ۱۲۵؎

۱۷۸۸ء میں بورڈ آف ریونیو کمیٹی کے صدر مسٹر جان شور نے امین کو عہدہ سے معزول کر دیا اور مدرسہ کے تمام مالی معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے اور داخلی معاملات کو صدر مدرس کے ذمہ کر دیا۔ اس کے بعد ۱۷۹۰ء میں یہ جائداد پھر گورنمنٹ نے اپنے قبضہ میں لے لی اور مدرسہ کے تمام اخراجات سرکاری خزانہ سے پورا کیا جانے لگا۔ ۱۲۶؎

مدرسہ عالیہ کے نصاب تعلیم اور اس کے دوسرے امور کی تحقیق کے لیے گورنمنٹ وقتاً فوقتاً مختلف کمیٹیوں اور کمیشن کا تقرر کرتی رہتی تھی۔ ۱۲۷؎

چناں چہ ۱۷۹۱ء میں بورڈ آف ریونیو کے حکم سے مدرسہ کے معاملات کی جانچ پڑتال کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل کی گئی۔ اس کمیٹی نے تحقیقات کے بعد ۱۷۹۱ء میں ملا مجد الدین کو نااہل ثابت کر کے ان کو صدر مدرس کے عہدے سے برطرف کر دیا اور مولوی محمد اسرائیل کو ان کی جگہ صدر مدرس مقرر کیا۔ ۱۲۸؎

۱۷۹۵ء تک مدرسہ براہ راست گورنمنٹ کے قبضہ میں رہا۔ اسی دوران ندیا کے زمیندار راجہ یشور چندر رائے نے عدالت میں ایک دعویٰ دائر کیا کہ مدرسہ کی تمام اراضی کا مالک وہ ہے چناں چہ تحقیقات کے بعد گورنمنٹ نے اس اراضی کو ۱۸۰۰ء میں ندیا کے راجہ کو چوبیس ہزار آٹھ سو ستر روپیہ سرکاری لگان کے عوض دائمی بندوبست پر دے دی اور اس کے بعد سے گورنمنٹ خود ہی مدرسہ کے تمام مصارف اٹھاتی رہی۔ ۱۲۹؎

۱۸۱۱ء میں مدرسہ کمیٹی نے گورنر جنرل کے پاس ایک درخواست دیا کہ کلکتہ مدرسہ عالیہ کی نگرانی کسی یورپین افسر کے سپرد کی جائے جو مدرسہ کی دیکھ بھال بھی کرے اور حکومت سے تعلقات رکھنے میں مدد بھی کرے۔ چناں چہ ۱۸۱۹ء میں کپتان ایرون کو سب سے پہلے گورنر کے حکم سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کا سکریٹری منتخب کیا گیا جو انگریز کا فوجی ملازم تھا۔۱۳۰

۱۸۲۳ء میں کمیٹی نے ایک نائب سکریٹری کا عہدہ منظور کیا اور مولوی حافظ احمد کبیر کو اس عہدہ پر مقرر کیا جو بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ سنجیدگی، شرافت اور قابلیت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔۱۳۱

تقریباً نصف صدی کے بعد محسوس ہوا کہ مدرسہ کا محل وقوع صحت کے لیے مناسب نہیں اس بناء پر اور بعض دیگر اسباب کی وجہ سے مدرسہ کمیٹی نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ مدرسہ شہر کے کسی ایسے مناسب مقام پر منتقل کر دیا جائے جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو اور ماحولیات کے اعتبار سے بھی مناسب ہو۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ فوراً اس کے لیے کوئی دوسرا بندوبست کیا جائے، چناں چہ گورنر جنرل نے ۱۸۲۴ء میں ایک قطعہ زمین خریدی۔۱۳۲ ۱۵/جولائی ۱۸۲۴ء کو مدرسہ کی نئی عمارت کی بنیاد رکھی گئی اور ۱۸۲۷ء میں مدرسہ اپنی عمارت میں منتقل ہو گیا، جہاں آج بھی مدرسہ اپنی پرانی عمارت میں موجود ہے۔۱۳۳

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لئے ایک لائبریری کا قیام بھی ہوا، اس لائبریری کے لیے حکومت نے چار سو اسی روپیہ سالانہ کتابوں کی خریداری کے لیے منظور کیا، جو ۱۹۰۴ء تک ملتا رہا اور ۱۹۰۵ء میں چار سو اسی روپیہ میں اضافہ کر کے چھ سو روپیہ سالانہ کر دیا گیا، پھر ۱۹۰۷ء میں اس رقم میں مزید اضافہ کر کے سالانہ ایک ہزار کر دیا۔۱۳۴

۱۸۲۶ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں سب سے پہلے لارڈ ولیم بینٹنگ گورنر جنرل کے حکم سے۔ انگریزی کلاس شروع کیا گیا، یہ کلاس ۱۸۵۱ء تک باقی رہا، اس کے بعد مسلمانوں نے مخالفت کی، چناں چہ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے انگریزی مضمون کو نکال دیا گیا۔۱۳۵

۱۸۲۷ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں علم طب (Medicine) کی تعلیم دی جانے لگی، لیکن

۱۸۳۶ء میں کلکتہ میڈیکل کالج کا قیام ہوا تو مدرسہ عالیہ کلکتہ سے علم طب کی کلاس میڈیکل کالج کو منتقل کر دی گئی۔۱۳۶

۱۸۳۷ء میں سرکاری دفتروں اور عدالتوں سے فارسی زبان کا خاتمہ کر کے انگریزی زبان کا نفاذ کر دیا گیا۔۱۳۷

۱۸۵۰ء میں تعلیمی کونسل نے حکومت کے پاس یہ تجویز رکھی کہ دوسرے کالجوں کی طرح مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لیے بھی ایک انگریز پرنسپل مقرر کیا جائے، چناں چہ حکومت نے اس تجویز کو منظوری دے دی۔لہٰذا اس کے بعد سے انگریز پرنسپل مقرر کیے جانے لگے جو عموماً مشرقی زبانوں کے ماہر یورپین فوجی افسر علماء ہوتے تھے۔جو مدرسہ کی انتظامی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی شکل میں ٹھوس علمی مشاغل بھی جاری رکھتے تھے اور علمی کاموں کی قدر و حوصلہ افزائی کرنا اپنا فرض جانتے تھے۔ چناں چہ سب سے پہلے انگریز پرنسپل ڈاکٹر اے اسپرنگر (M.A) کو مقرر کیا گیا۔۱۳۸

۱۹۲۷ء میں یہ اصول بنگال کے وزیر تعلیم نے بدل دیا اور مسلمانوں میں سے ہی لائق عالم کو پرنسپل مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چناں چہ سب سے پہلے ہندوستانی پرنسپل شمس العلماء مولانا کمال الدین مقرر ہوئے۔۱۳۹

۱۸۵۴ء میں انگریز حکمراں کے اشارے پر ایک جدید شعبہ اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ قائم کیا گیا۔ جس کی تعلیم کا معیار جونیر تک رکھا گیا اور اسی اسکیم کے مطابق کلنگا میں ایک برانچ اسکول بھی قائم کیا گیا تھا ۱۴۰ یہ شعبہ پوری طرح حکومت مغربی بنگال کی بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کے ماتحت ہے۔۱۴۱

۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے مسلمان قاضیوں کے تقرری کو ختم کر دیا۔جس کی رو سے مسلمان قاضیوں کی عدالتوں میں تقرری بند کر دی گئی۔اب تک عدالتوں میں مسلمان قاضی انگریز جج کے ساتھ کام کیا کرتے تھے۔اور اس عہدہ پر زیادہ تر مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی کے تعلیم یافتہ مقرر ہوا کرتے تھے۔۱۴۲

۱۸۸۹ء میں حکومت بنگال نے مسلمانوں کی تعلیم کی نگرانی کے لیے مسلمان اسسٹنٹ انسپکٹر بہار اور بنگال کے لیے مقرر کیے، چناں چہ بنگال کے سب سے پہلے اسسٹنٹ انسپکٹر مولوی احمد کبیر (M.A) مقرر ہوئے۔۱۴۳

۱۸۹۶ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طلبہ کے لیے الیٹ ہوسٹل کے نام سے ایک ہوسٹل قائم کیا گیا۔ اس سے پہلے مدرسہ عالیہ کی عمارت تعلیم گاہ اور طلبہ کے دارالاقامہ دونوں مصروفیات کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے لگی اور مدرسہ کی وسیع عمارت ان دونوں مقاصد کے پورا کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ کیوں کہ کلکتہ دارالسلطنت میں ہندوستان کے ہر گوشہ سے طلبہ کی جماعت جوق در جوق آنے لگی اور ان کی رہائش کا مسئلہ کلکتہ جیسے گنجان شہر میں ایک لاینحل مسئلہ بن گیا۔ اس لیے حکومت نے محسوس کیا کہ طلبہ کے لیے ایک ہوسٹل تعمیر کیا جائے، چناں چہ ۱۸۹۶ء میں الیٹ ہوسٹل دو منزلہ عمارت مدرسہ کے بالکل متصل تعمیر کی گئی اسی ہاسٹل میں مدرسہ عالیہ کلکتہ اور پریسیڈنسی کالج کے طلبہ ساتھ ساتھ رہتے تھے لیکن دن بدن طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی ناکافی ثابت ہوئی۔ اس لیے مسلمانوں نے ایک اور ہوسٹل کا مطالبہ کیا، چناں چہ ۱۹۰۹ء میں حکومت نے ایک نیا ہوسٹل، بیکر ہوسٹل کے نام سے تعمیر کیا۔ ۱۹۱۷ء میں اس کی مزید توسیع کی گئی جس میں دو سو طلبہ کے لیے نہایت اطمینان بخش گنجائش پیدا ہوئی۔[۱۴۴]

۱۹۰۲ء میں مدرسہ کے طلبہ کے لیے مسلم انسٹی ٹیوٹ کا قیام کیا گیا جس میں مدرسہ کے طلبہ باہمی ملاقات کرتے تھے اور جب کوئی پروگرام ہوتا تو اسی میں کرتے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کے طلبہ کے لیے دو انجمنیں بھی تھیں۔[۱۴۵]

۱۹۰۹ء میں مدرسہ عالیہ میں ٹائٹل کلاس کھولا گیا اور اس کلاس میں صرف حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ اس ڈگری کو فخر المحد ثین کہا جاتا تھا۔[۱۴۶] ۱۹۳۶ء میں ٹائٹل کلاس کے ایک اور شعبہ کھولا گیا جس کا نام ممتاز الفقہاء رکھا گیا۔[۱۴۷]

مدرسہ عالیہ اگر چہ ایک صوبائی گورنمنٹ مدرسہ تھا اور یہ ہندوستان کا سب سے پہلا سرکاری مدرسہ تھا۔ لیکن گزشتہ تاریخ میں ہندوستان کے اسلامی درس گاہوں میں اس کو ایک خاص امتیاز حاصل رہا ہے۔ ان وجوہ کے باعث مدرسہ کو ملک کی تعلیم گاہوں میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ خاص طور سے صوبہ بنگال میں یہ مدرسہ مسلمانوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا بڑا مرجع تھا۔ چناں چہ جو طلباء یہاں

سے فارغ ہوکر نکلے انھوں نے صوبہ کی علمی، تہذیبی، اور سماجی وسیاسی دنیا میں کارہائے نمایاں انجام دیے لیکن افسوس ہے کہ اگست ۱۹۴۷ء میں جب ملک کو آزادی ملی اور صوبہ بنگال کی تقسیم ہوئی تو مدرسہ عالیہ یک بیک بند ہوگیا اور مدرسہ کا اکثر اسٹاف اور طلبہ مع ساز وسامان ڈھاکہ چلے گئے۔ تقسیم کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد جب حالات ذرا اعتدال پر آئے تو مسلمانان مغربی بنگال کی درخواست پر اسٹیٹ گورنمنٹ نے پھر دوبارہ ازسرنو ۱۹۴۹ء کے ابتدا میں مدرسہ کو شروع کیا۔

☆☆☆

حواشی

۱۔ ڈاکٹر یوسف حسین۔تاریخ دستور حکومت ہند،ص ا،انجمن ترقی اُردو نئی دہلی،سید محمد میاں،ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں۔ص ۹۰ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس دہلی طبع اول ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴ء

۲۔ حوالہ بالا،ص ۹۲

۳۔ نفس مصدر،ص ۱۱۱

۴۔ نفس مصدر،ص ۹۲

۵۔ نفس مصدر،ص ۹۰

۶۔ نفس مصدر،ص ۹۳

۷۔ نفس مصدر،۹۴

۸۔ گولڈن تاریخ ہندوستان،ص ۳۰۷ طبع پنجاب

۹۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں،ص ۹۴

۱۰۔ نفس مصدر،ص ۹۴

۱۱۔ نفس مصدر،ص ۹۴۔۹۵

۱۲۔ نفس مصدر،ص ۹۵۔۹۶

۱۳۔ نفس مصدر ص،۹۶۔۹۷

۱۴۔ نفس مصدر،ص ۹۷۔۹۸

۱۵۔ نفس مصدر،ص ۹۹۔۱۰۰

۱۶۔ جی،سی،مارشمن مترجم سید محمد عبد السلام،تاریخ ہند عہد برطانیہ،ص ۴۵ دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد ۱۹۲۳ء

۱۷۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں،ص ۱۰۰

۱۸۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری،حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی ڈائری ص،۹،طبع المخزن پنٹرز کراچی ۲۰۰۲ء

۱۹۔ ڈاکٹر یوسف حسین، تاریخ دستور حکومت ہند، ص ۱۲

۲۰۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۰۶۔۱۰۸، باری علیگ۔ کمپنی کی حکومت، ص ۲۳۔۲۵ مکتبہ اُردو لاہور۔

۲۱۔ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۳۰۹

۲۲۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۰۹

۲۳۔ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۳۰۹

۲۴۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۱۰

۲۵۔ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۳۱۰

۲۶۔ حوالہ بالا، ص ۳۱۰

۲۷۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۱۱

۲۸۔ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۲۰۸

۲۹۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۱۲

۳۰۔ مولوی ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان ج ۵/ص ۳۵۱۔۳۵۳، طبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۹۱۸ء بمطابق ۱۳۳۶ھ، ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں ۱۱۳۔۱۱۴

۳۱۔ مولوی ذکاء اللہ۔ تاریخ ہندوستان ج ۶/ص ۲۵۲۔۲۵۳۔

۳۲۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۱۵۔۱۱۶

۳۳۔ حوالہ بالا، ص ۱۱۶

۳۴۔ مولوی ذکاء اللہ۔ تاریخ ہندوستان ج ۶/ص ۲۵۸ طبع سوم انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۹۱۵ء۔

۳۵۔ ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۱۱۸

۳۶۔ حوالہ بالا، ص ۱۱۸۔۱۲۳۔

۳۷۔ سعید احمد اکبرآبادی۔ مسلمانوں کا عروج وزوال، ص ۳۲۵۔۳۲۶ طبع ثانی اعلیٰ پرنٹنگ پریس دہلی، ۱۹۶۳ء

۳۸ حوالہ بالا، ص۳۲۸۔

۳۹ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص۲۸۲

۴۰ مسلمانوں کا عروج وزوال، ص۳۳۵

۴۱ مسلمانوں کا عروج وزوال، ص۳۳۴۔

۴۲ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص۲۸۲

۴۳ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۴/ص ۹۲۸ دانش گاہ پنجاب، لاہور، طبع اول ۱۳۸۹ھ ۔ ۱۹۶۹ء

۴۴ پروفیسر محمد مظفر مرزا۔ مسلم لیگ ایک قومی تحریر، ص۵۹۔۶۹۔مقبول اکیڈمی شاہراہ قائداعظم لاہور پرنٹرز لاہور ۱۹۹۱ء، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۴/ص ۹۴۲۔۹۴۳

۴۵ حوالہ بالا ج ۴/ص ۹۴۳

۴۶ غلام حسین، سلیم، ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) ص ۶۔۲۷، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ،

۴۷ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۷/ ۳۵۰۔۳۵۳ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔ طبع اول ۱۳۸۹ھ ۔ ۱۹۷۸ء

۴۸ حوالہ بالا ج ۴/ص ۹۲۹ دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ۱۳۸۹ھ ۔ ۱۹۶۹ء

۴۹ سید ریاست علی ندوی۔ عہد اسلامی کا ہندوستان، ص۱۵۔۱۶ ناشر، ادارۃ المصنفین، پٹنہ، طبع اول ۱۹۵۰ء سید ہاشمی فرید آبادی، تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، ج ۱/ص ۵۸۔۵۹۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی ۱۹۵۳ء

۵۰ شیخ عبدالرشید۔ تاریخ ہند، ص۱۰۴، ناشر، پی سی دواداش شرینی اینڈیا کمپنی علی گڑھ، طبع ثانی وشودیالیہ پریس الہ آباد

۵۱ ریاض السلاطین، (تاریخ بنگالہ) ص ۶۳۔۶۹

۵۲ سید فرید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند، ص۱۳۔۱۴، دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) ص ۶۹۔۷۰

۵۳ سید فرید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند، ص۱۴۔۱۵

۵۴ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ج۱/ص ۲۰۵۔۲۱۱، شیخ عبدالرشید۔ تاریخ ہند،۱۴۳۔۱۴۵

۵۵ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج۴/ص ۹۳۲

۵۶ محمد قاسم فرشتہ، مترجم خواجہ عبدالحیٔ۔ تاریخ فرشتہ ج۲/ص ۸۵۳۔۸۶۵، ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) ص ۹۳۔۱۲۹ مولانا ابوظفر ندوی۔ مختصر تاریخ ہند، ص ۸۳۔۸۶ طبع سوم معارف اعظم گڈھ، ۱۹۴۹ء بمطابق ۱۳۶۸ھ

۵۷ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج۴/ص ۹۳۴۔۹۳۷، دانش گاہ پنجاب، لاہور

۵۸ گولڈن تاریخ ہندوستان ص ۲۴۹

۵۹ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج۴/ص ۹۳۷۔۹۳۹ دانش گاہ پنجاب لاہور۔

۶۰ صادق صدیقی لکھنوی۔ تاریخ ہند، ص ۳۴۷۔۳۷۶ احسان بکڈپو، مسلمانوں کا عروج و زوال، ص ۳۳۲۔۳۳۵

۶۱ صادق صدیقی لکھنوی۔ تاریخ ہند، ص ۴۶۷۔۴۷۷۔

۶۲ صادق صدیقی لکھنوی۔ تاریخ ہند۔ ص ۴۶۷۔۴۸۷، تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ج۲/ص ۷۹۔۸۱

۶۳ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۳۲۲۔۳۲۳

۶۴ کرنل جی، بی، مایسن مترجم ابن حسن۔ لارڈ کلائیو، ص ا، طبع دارالطبع جامع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۶ء

۶۵ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۳۳۶

۶۶ کرنل جی، بی، مایسن، مترجم ابن حسن، لارڈ کلائیو، ص ۱۔۲، دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، ۱۹۲۶ء

۶۷ گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۳۵۵

۶۸ حوالہ بالا، ص ۳۴۰

۶۹ حوالہ بالا، ص ۳۴۰۔۳۴۲

۷۰ اُردو دائرہ معارف، اسلامیہ ج۴/ص ۹۲۹ دانش گاہ پنجاب لاہور۔

۷۱ رما شنکر ترپاٹھی، مترجم سید سخی حسن نقوی۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۵۹ حصہ اول سن اشاعت ۱۹۸۱ء اُردو بیورو، نئی دہلی، محمد مجیب، تاریخ تمدن ہند، ص ۵۴، طبع اول قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی

۲۷۱۹ء، گولڈن تاریخ ہندوستان، ص ۱۸۔۱۹

۲ے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۴/ص ۹۲۹، دانش گاہ پنجاب لاہور

۳ے حوالہ بالا، ج ۴/ص ۹۴۰۔۹۴۱

۴ے حوالہ بالا، ج ۴/ص ۹۴۱، دانش گاہ پنجاب لاہور

۵ے ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، ص ۵۷۔۵۸۔

۶ے حوالہ بالا، ص ۶۱۔۶۵۔

۷ے حوالہ بالا۔ص ۶۶۔۷۰

۸ے سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ ہندوستان مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے، ص ۲۶۳۔۲۶۵ طبع معارف پریس اعظم گڈھ ۱۹۶۳ء

۹ے علامہ عبداللہ یوسف علی۔ انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، ص ۴۰۔۴۱، اشاعت اول نومبر ۱۹۶۷ء، مطبع جاوید پریس، کراچی۔

۸۰ حوالہ بالا۔ص ۴۱۔۴۲

۸۱ حوالہ بالا، ص ۴۲۔۴۳

۸۲ ڈاکٹر رفیق زکریا، مترجم ڈاکٹر ثاقب انوار، ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج، ص ۳۹۔۴۰، طبع اپریل ۱۹۸۵ء ترقی اُردو بیورد، نئی دہلی

۸۳ حوالہ بالا، ص ۴۰

۸۴ حوالہ بالا، ص ۴۰

۸۵ حوالہ بالا، ص ۴۱

۸۶ عہد اسلامی کا ہندوستان ص ۱۵

۸۷ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۴/ ۹۳۰

۸۸ عہد اسلامی کا ہندوستان، ص ۱۶

۸۹ مولانا سید حسین احمد مدنی۔ نقش حیات ج ۱/ص ۱۵۷، الجمعیۃ بکڈپو دہلی، ۱۹۵۴ء

۹۰ مولانا عبدالستار۔ تاریخ مدرستہ عالیہ ج ۱/ص ۱۷۔۱۸ طبع بنک پریس ڈھاکہ، ۱۹۵۹ء

۹۱ حوالہ بالا ج ۱/ص ۱۸

۹۲ نقش حیات ج ۱/ ۱۵۶، تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۱۸۔۱۹

۹۳ نقش حیات ج ۱/ ۱۵۶

۹۴ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۲۰

۹۵ حوالہ بالا ج ۱/ص ۲۰

۹۶ حوالہ بالا ج ۱/ص ۲۱

۹۷ مولانا عبدالحئی لکھنوی۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ص ۶۱۔۶۲ طبع معارف دارالمصنفین اعظم گڈھ ۱۹۷۱ء

۹۸ ایس، ایم جعفر، مترجم سعید انصاری، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص ۵۲ سن اشاعت ۱۹۸۰ء اُردو ترقی اُردو نئی دہلی۔

۹۹ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ص ۶۱۔۶۲

۱۰۰ حوالہ بالا، ص ۶۲

۱۰۱ تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص ۵۴، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ص ۵۶۔۵۷۔

۱۰۲ شیخ محمد اکرام۔ رود کوثر، ص ۵۱۲۔۵۱۳ طبع سوم فیروز سنز، لاہور پاکستان ۱۹۶۸ء

۱۰۳ حوالہ بالا۔ ص ۵۰۷۔۵۰۸

۱۰۴ حوالہ بالا، ص ۵۰۹

۱۰۵ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۲۳۔۲۴

۱۰۶ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ص ۵۸۔۶۰، تواریخ ڈھاکہ ص ۲۶۱۔۲۶۲

۱۰۷ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۲۵

۱۰۸ حوالہ بالا ج ا/ص ۲۶۔

۱۰۹ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔ص ۶۰۔۶۱

۱۱۰ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۴/ص ۹۴۵۔۹۴۶، دانش گاہ پنجاب لاہور

۱۱۱ شنکفتو اسلامی بشوکورس ج ا/ص ۲۸۰۔۲۸۲ طبع ۱۹۸۲ء ڈھاکہ، اسلامی بشوکورس ج ا/ص ۲۸۰۔۲۸۲ طبع ڈھاکہ۔

۱۱۲ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۳۴

۱۱۳ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ا/ص ۳۳۔۳۴

۱۱۴ حوالہ بالا ج ۲/ص ۱۳۵۔

۱۱۵ شنکفتو اسلامی، بشوکورس ج ا/ص ۲۸۰۔۲۸۲

۱۱۶ سید نور اللہ، مترجم مسعود الحق۔ تاریخ تعلیم ہند، ص ۶۰۔۶۲ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی۔

۱۱۷ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۳۵

۱۱۸ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ا/ص ۳۶، محمد ہارون الرشید۔ مساہمۃ المدرسۃ العالیۃ بدا کا بنغلا دیش فی تطور اللغۃ العربیہ وآدابہا، ص ۶۰۔۶۲ جامعہ علی گڑھ اسلامیہ علی گڑھ ۱۹۹۳ء

۱۱۹ تاریخ تعلیم ہند، ص ۶۱

۱۲۰ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری ج ا/ص ۷۵۔۷۶،

۱۲۱ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ا/ص ۸۰۔۸۱

۱۲۲ حوالہ بالا ج ا/ص ۳۸

۱۲۳ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۲، مئی ۱۹۵۱ء

۱۲۴ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ا/ص ۳۸

۱۲۵ حوالہ بالا، ج ا/ص ۴۴۔۴۵

۱۲۶ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۱ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء

۱۲۷ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۲، مئی ۱۹۵۱ء

۱۲۸ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۵۰۔۵۱

۱۲۹ حوالہ بالا ج ۱/ص ۴۶

۱۳۰ حوالہ بالا ج ۱/ص ۵۳۔۵۶

۱۳۱ حوالہ بالا ج ۱/ص ۶۷

۱۳۲ حوالہ بالا ج ۱/ص ۶۸

۱۳۳ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۳ مئی ۱۹۵۱ء

۱۳۴ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۷۱

۱۳۵ حوالہ بالا ج ۱/ص ۷۲

۱۳۶ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۹، ۲۰۰۱ء

۱۳۷ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۴ (بنگلہ حصہ میں) ۱۹۸۵ء

۱۳۸ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۱۰۷

۱۳۹ محمد قمر اسحاق۔ ہندوستان کے اہم مدارس ج ۱/ص ۵۱۸ سن طباعت ۱۹۹۶ء مطبع بھارت آفیسٹ دہلی،

۱۴۰ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ ۱۱۷

۱۴۱ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۹، ۲۰۰۱ء

۱۴۲ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ ۱۳۱

۱۴۳ حوالہ بالا ج ۲/ص ۱

۱۴۴ حوالہ بالا ج ۲/، ص ۶۔۷

۱۴۵ حوالہ بالا ج ۲/ص ۱۹

۱۴۶ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۳ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء

۱۴۷ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگلہ حصہ میں) ص ۴ فروری ۱۹۸۵ء

باب دوم

باب دوم

ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن اور مدرسہ عالیہ کلکتہ

ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن سے مدرسہ عالیہ کلکتہ اور صوبہ مغربی بنگال کے دیگر سرکاری مدارس کا تعلق بحیثیت جان وجسم ہے۔ بورڈ ہی صوبہ مغربی بنگال کے تمام سرکاری مدارس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور یہ بورڈ کی ایک مستقل ذمہ داری ہے۔ بورڈ صوبہ بنگال کے تمام سرکاری مدارس کا عالم، فاضل، کامل اور ٹائٹل کلاسوں کے فائنل امتحانات کے سوالات تیار کرتا ہے۔ اوران امتحانات کی دیکھ بھال بورڈ ہی کرتا ہے ان امتحانات کے نتائج کے جاری کرنے کی ذمہ داری بورڈ ہی کی ہے بورڈ سے ہی اسناداور مارکسیٹ طلبہ حاصل کرتے ہیں اس وقت صوبہ بنگال میں ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کے ماتحت سرکاری مدارس کی تعداد پانچ سو آٹھ ہے۔ یہ مدارس دوطرح کے ہیں اولڈ اسکیم سینیر مدرسہ جس کا نصاب تعلیم میں قرآن، حدیث ،فقہ،اصول فقہ،وفرائض کی کتابیں ہیں۔ نیو اسکیم، ہائی، جونیئر ہائی اور ہائیر سکنڈری مدرسہ جس کا نصابِ تعلیم عصری ہے۔ عربی اور دینیات کی کتابیں برائے نام پڑھائی جاتی ہے۔ ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کی منظوری سے صوبہ بنگال کے تمام سرکاری مدارس کے جملہ اساتذہ کی تنخواہیں ملتی ہیں۔ بورڈ کی منظوری کے بغیر حکومت اساتذہ کومشاہرہ جاری نہیں کرتی ہے۔ نیز بورڈ کی منظوری کے بغیر ملازمت مستحکم نہیں ہوتی ہے اس کے علاوہ سینیر مدرسہ اور ہائی مدرسہ کا نصاب تعلیم کا انتخاب بھی ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کرتا ہے۔ جس طرح پورے صوبہ بنگال کے دونوں طرح کے مدارس ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کے ماتحت ہیں۔ اسی طرح مدرسہ عالیہ کلکتہ بھی اپنے تمام تر فیصلوں کے لئے بورڈ کامحتاج ہے ۔اس وقت مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ، فاضل، کامل اور ٹائٹل (ممتاز المحدثین، ممتاز الفقہاء) کلاسوں میں بورڈ کے نصاب کے مطابق درس وتدریس کا انتظام ہے۔ اور بورڈ ہی طلبہ کے امتحانات کا انتظام

کرتا ہے۔ اساتذہ کی تنخواہیں ان کی مستقل تقرری کا انتظام اور ریٹائر ہو جانے کے بعد پنشن وغیرہ کی انتظام بھی بورڈ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

سینئر اور ہائی مدارس کے نصاب تعلیم میں ردوبدل اور دوسرے امور کی تحقیقات کے لیے بنگال گورنمنٹ وقتاً فوقتاً مختلف کمیٹیوں اور کمیشنوں تقرر کرتی رہتی ہے۔اس وقت بھی حکومت نے مدارس کی دیکھ بھال کے لئے ایک کمیٹی قائم کر رکھی ہے۔اس کمیٹی میں صدر، نائب صدر اور سکریٹری کے علاوہ کئی ممبران ہوتے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً مدارس میں جاتے ہیں اور وہاں کے انتظام وانصرام اور تعلیمی نظام کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے قیام سے پہلے مدرسہ عالیہ کلکتہ کا تعلیمی نظام:

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے قیام سے قبل مدرسہ عالیہ کلکتہ کے تعلیمی نظام، نصاب تعلیم اور دیگر امور کی دیکھ بھال انگریز حکومت نے ریونیو بورڈ کے افسران کے ماتحت کر دیا تھا۔اس وقت مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لئے الگ سے کوئی ایجوکیشن بورڈ نہ بن سکا تھا۔لیکن ریونیو بورڈ کے افسران نے ایک کمیٹی قائم کر کے مدرسہ کے انتظام وانصرام کا مسئلہ حل کر لیا تھا۔ چناں چہ ۱۷۹۱ء میں سب سے پہلے بورڈ آف ریونیو کے افسران کے حکم سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے معاملات کی جانچ پرتال کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل ہوئی، جس کے ذمہ مدرسہ کا نظام تعلیم اور دوسرے امور کی تحقیقات کرنا تھا۔چنانچہ کمیٹی نے مدرسہ کا معائنہ کیا مدرسہ کے متعلق تمام امور کی تحقیقات کی مدرسہ کی انتظامی حالت کو نہایت خراب پایا۔ مدرسہ کے رجسٹر میں وظیفہ خوار طلبہ کے نام درج تھے مگر یہ صرف وظیفہ لینے حاضر ہوتے تھے۔اور مدرسہ میں حاضر رہنے اور باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کی پروا نہ تھی۔اور نہ باضابطہ تعلیم کا انتظام ہی تھا۔طلبہ کی معاشرتی اور اخلاقی حالت بھی چنداں اطمینان بخش نہ تھی۔کمیٹی نے جب یہ رپورٹ بورڈ کے سامنے پیش کی تو بورڈ نے ملا مجد الدین (صدر مدرس) کے خلاف گورنر کو لکھا اور سفارش کی کہ ان کو ان عہدے سے برطرف کر دیا جائے چنانچہ گورنر نے بورڈ کی رائے سے اتفاق کیا۔اور ملا مجد الدین کو صدر مدرس کی عہدے سے برطرف کر کے مولوی محمد اسرائیل صاحب کو صدر مدرس مقرر کیا اور ساتھ ہی ساتھ

مدرسہ کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے ایک نئی مضبوط نگراں کمیٹی کا تقرر کیا جو مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل تھی:

۱۔مسٹر ٹی گراہم صدر بورڈ آف ریونیو (i)Mr.T. Graham

۲۔مسٹر جے ایف چیری سرکاری فارسی مترجم۔ (ii)Mr. J.F.Cherry

۳۔مسٹر جی مائر سرکاری رپوٹر (iii)Mr. G.Mayer

اس کے علاوہ بورڈ آف ریونیو نے مدرسہ کے انتظام کے لیے چند قوانین وضوابط بھی مرتب کیا۔

۱۔کمیٹی کے ممبران کم از کم دو مہینے میں ایک مرتبہ مدرسہ کا معائنہ کریں گے۔

۲۔کمیٹی صدر مدرس کے انتظامی امور پر کڑی نگرانی رکھے گی۔

۳۔صدر مدرس کی تقرری گورنر جنرل ان کونسل کیا کریں گے۔اور معزولی کا اختیار انھیں کو ہوگا۔

۴۔دوسرے مدرسین کی تقرری اور معزولی کا اختیار کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا۔

۵۔تمام مدرسین انتظامی معاملات میں صدر مدرس کے ماتحت ہوں گے اور انھیں صدر مدرس کے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔

۶۔طلبہ کو اوپر کلاس میں ترقی دینے یا نہ دینے کا کامل اختیار صدر مدرس کو رہے گا۔

۷۔آخری کلاس کی تعلیم صدر مدرس کے ذمہ ہوگی۔

۸۔طلبہ میں نظم وضبط رکھنا بھی صدر مدرس کے فرائض میں شامل ہوگا۔کسی کو سزا دینا وظیفہ بند کر دینے کا مدرسہ سے خارج کر دینا پورا پورا حق صدر مدرس کو حاصل ہوگا۔

۹۔مدرسہ کے سند یافتہ اور خاص کر فقہ اور اسلامی قانون میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلبہ فوج داری اور دیوانی کی عدالتی عہدوں پر مقرر کیے جائیں گے۔

۱۰۔کسی طالب علم کو سات برس سے زیادہ مدرسہ میں رہنے کی اجازت نہ ہوگی۔[۱]

۱۸۲۰ء میں کمیٹی نے کچھ مزید قوانین مرتب کیا۔

۱۔جمعہ کے سوا ہر روز کلاس ہوا کرے گی۔

۲۔مختلف جماعتیں الگ الگ مدرسین کے ذمہ ہوں گی۔

۳۔تعلیمی ترقی کی سہ ماہی رپورٹ سکریٹری کے واسطہ سے گورنر جنرل کی خدمت میں پیش ہوا کرے گی۔

۴۔داخلہ کے امیدواروں کو مدرسہ میں داخلہ لینے سے پہلے ایک امتحان دینا پڑے گا، تاکہ طلبہ کی استعداد معلوم ہو سکے۔

۵۔آئندہ ششماہی امتحان بھی ہوا کرے گا۔

۶۔سالانہ امتحان ہر سال جنوری میں ہوا کرے گا۔ اچھے نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا جائے گا۔

۷۔جو طلبہ امتحانات میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوں گے۔ انھیں ان کی قابلیت کے مطابق سرکاری ملازمتوں میں نوکری دی جائے گی۔

۸۔دو مہینے سے زیادہ کسی حالت میں بھی طلبہ کی رخصت منظور نہیں کی جائے گی۔

۹۔داخلہ تحریری درخواست کے ذریعہ ہوا کرے گا۔

۱۰۔کوئی طالب علم ۲۸ برس کی عمر کے بعد مدرسہ میں رہنے کا مجاز نہ ہوگا۔[۲]

۱۸۱۹ء میں کمیٹی نے ایک نیا قانون نافذ کیا تھا کہ طلبہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کا امتحان سرکاری افسران لیا کرے گا۔ لیکن بعض وجوہ کی بناء پر یہ قانون ۱۵؍ اگست ۱۸۲۱ء کو نافذ ہو سکا۔ چناں چہ سب سے پہلا امتحان ۱۵؍ اگست ۱۸۲۱ء کو ٹاؤن ہال کلکتہ میں ہوا (یہ سارے ہندوستان میں سب سے پہلا سرکاری امتحان تھا)

اور دوسرا امتحان ۶؍ جون ۱۸۲۲ء کو ہوا جس میں بڑے بڑے سرکاری افسران اور عمائدین شہر موجود تھے۔ اس کے بعد سرکار کی طرف سے ہر سال اسی طرح امتحان ہوتے رہے۔[۳]

لیکن اس جدید طریقۂ امتحان کی طلبہ اور مدرسین نے سختی سے مخالفت کی چوں کہ اس سے پہلے امتحانات گھریلو ہوا کرتے تھے اور تنہا ہیڈ مولوی کے ہاتھ میں پاس کرنا یا فیل کر دینے کا اختیار تھا۔ اس لیے مدرسہ کے اساتذہ ہیڈ مولوی کو خوش رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ ان کی تعلیمی محنتوں کا

اندازہ ان کے طلبہ کے پاس اور فیل سے ہوا کرتا تھا۔ جو بالکل ہیڈ مولوی کے ہاتھ میں تھا۔ اگر کسی مدرس سے ہیڈ مولوی ناراض ہوتا تو اس کی جماعت کے طلبہ زیادہ ناکامیاب ہوتے اور اس کی ملازمت خطرے میں پڑ جاتی۔ طلبہ بھی اسی وجہ سے مدرس اول کی خوشامد کو ضروری سمجھتے تھے کیونکہ طلبہ کی کامیابی اوران کے وظیفوں کا دارومدار ہیڈ مولوی کے اختیار میں تھا۔ مگراس طرح کے طریقۂ امتحان سے نہ تو مدرسین کی علمی قابلیت کا پتہ چلتا اور نہ ان کی تعلیمی مہارت کا اندازہ ہوتا اور نہ طلبہ کی تعلیمی استعداد کا علم ہوتا۔ جس کی وجہ سے کمیٹی نے ایک جدید امتحان کا طریقہ نافذ کیا لیکن اپنے مفاد کے لئے طلبہ و مدرسین نے اس کی سخت مخالفت کی۔[۴]

۱۸۲۳ء میں عارضی گورنر جنرل مسٹر جان آدم نے جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن کے نام سے ایک تعلیمی کمیٹی منتخب کیا[۵] جس کے مندرجہ ذیل ممبر منتخب کیے گئے۔

۱۔ جے ایچ ہرینگٹن	1. J.H.Hrington
۲۔ جے۔ پی۔ لارکین	2. J.P.Larkin
۳۔ ڈبلیو۔ بی۔ مارٹین	3. W.B.Martin
۴۔ ڈبلیو۔ بی۔ بیلی	4.W.B. Bailey
۵۔ ایچ۔ شکسپیر	5.H.Shkespear
۶۔ ہالٹ میکنزی	6. H. Mackanzi
۷۔ ہنری مولے	7. Henary Moley
۸۔ پرنسپ اے اسٹرلنگ	8. Princip A Stearling
۹۔ جے۔ سی۔ اسٹرلنگ	9. J.C. sterling
۱۰۔ ایچ۔ ایچ۔ ولسن	10. H.H.Wilson

اس جنرل کمیٹی کے قیام کے بعد اب مدرسہ کے معاملات بھی مدرسہ کمیٹی کے وساطت کے بجائے خود گورنر جنرل کے سامنے پیش ہونے لگے۔

اس کے علاوہ کمیٹی نے ۱۸۲۳ء میں ایک نائب سکریٹری کا عہدہ منظور کر کے مولوی حافظ احمد کبیر کو اس عہدہ پر مقرر کر دیا۔ حافظ صاحب بڑی خوبیوں کے آدمی تھے سنجیدگی، شرافت اور قابلیت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، آپ بارہ سال تک مدرسہ کے مسجد کے خطیب کے عہدہ پر فائز رہ چکے تھے۔ بہت سے انگریز آپ کے شاگرد تھے۔ وہ بڑی قدر کی نگاہ سے آپ کو دیکھتے تھے۔٦

۱۲ر جولائی ۱۸۴۲ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے تعلیمی کمیٹی توڑ کر اس کی جگہ تعلیمی کونسل قائم کیا اور مدرسہ کی سابق سب کمیٹیوں کو باطل کر دیا۔ اب مدرسہ عالیہ کا سکریٹری براہ راست تعلیمی کونسل کے ماتحت ہو گیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد سکریٹری جناب مسٹر ریلے Reiley نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اور اسی اثناء میں مولوی حافظ احمد کبیر صاحب نائب سکریٹری کا بھی انتقال ہو گیا چناں چہ یہ دونوں عہدے کچھ دنوں تک خالی پڑے رہے اس لیے مارچ ۱۸۵۰ء میں تعلیمی کونسل نے حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ سکریٹری کے بجائے دوسرے کالجوں کی طرح مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لیے بھی ایک پرنسپل مقرر کیا جائے اور اس پرنسپل کے ذمہ ہوگی مدرسہ کی نگرانی بھی کر دی جائے۔ چناں چہ حکومت نے یہ تجویز منظور فرما کر ایک انگریز پرنسپل ڈاکٹر اسپرنگر کا انتخاب کیا جو مشرقی علوم کے ماہر اور دیگر علوم میں ممتاز تھے۔

۱۸۵۱ء میں ڈاکٹر اسپرنگ نے پرنسپل ہوتے ہی مدرسہ عالیہ کلکتہ کے معاملات میں مثلاً نصاب تعلیم اور دوسرے چند امور میں کچھ تبدیلی کرنا چاہا مگر طلبہ نے اس کی مخالفت کی جس کی وجہ سے مدرسہ میں ہنگامہ برپا ہو گیا اور مسئلہ پیچیدہ تر ہوتا گیا۔ جس کی خبر حکومت کے اعلیٰ افسران کو بھی ہوگئی چناں چہ تعلیمی کونسل نے ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی اس شورش کی وجہ دریافت کرنے کے لیے کمیٹی کے ارکان میں بڑے بڑے سرکاری افسر منتخب کئے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آنریبل جے۔ ای۔ ڈی بیھتون (گورنر جنرل کونسل کا ممبر اور کلکتہ بیھتون کالج کا بانی) صدر تعلیمی کونسل۔

۲۔ مسٹر ایف۔ جے۔ ہالی ڈے (بنگال کا سب سے پہلا سابق لفٹیننٹ گورنر)

۳۔مسٹر سسیل بیڈن ۔لفٹینٹ گورنر بنگال۔

۴۔ڈاکٹر جے فرسیتھ ۔[۷]

کمیٹی نے تحقیقات کے بعد ۱۴/اگست ۱۸۵۳ء میں یہ رپورٹ پیش کیا کہ طلبہ کو پرنسپل کے مندرجہ اصلاحی اسکیم پر اعتراض تھا۔ جو اس نے نصاب تعلیم میں نافذ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

۱۔ میبذی اور صدرا کی نصاب تعلیم سے خارج کردی جائے گی۔

۲۔ حکمت جدید (طبیعیات) کو داخل نصاب کیا جائے گا۔ اور حکمت قدیم کو خارج کردیا جائے گا۔

۳۔ حکمت کی تعلیم عربی زبان کی جگہ اردو زبان میں دی جائے گی۔

۴۔ حکمت جدید کے پڑھانے کے لئے اینگلو انڈین مسٹر لاؤ لر کو مقرر کیا جائے گا۔[۸]

۱۸۶۶ء میں مسلمانوں نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مدرسہ کے اینگلو پرشین ڈیپارٹمنٹ کو ترقی دے کر کالج بنا دیا جائے تاکہ مسلمان طلبہ کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی آسانی ہو۔ گورنمنٹ نے ان کی یہ درخواست منظور کرلی اور کالج کی جماعت کھول دی گئی۔ مگر بدقسمتی سے یہ کالج بھی کامیاب نہ ہوسکا اور بہت جلد بند کردینا پڑا کیونکہ ۱۸۷۰ء میں انڈر گریجویٹ نے میں چھ طلبہ داخلہ لیا اور دوسرے سال کل چار لڑکے رہ گئے اور اس کے بعد سال صرف تین لڑکے داخلے ہوئے وہ بھی کچھ دنوں کے بعد غائب ہوگئے اس لئے مجبوراً کالج بند کردینا پڑا۔

۶۹-۱۸۶۸ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کا مشہور اور مضبوط پرنسپل مسٹر لیز کچھ دنوں کے لیے ولایت چلا گیا اسی اثنا میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تعلیمی حالت خراب ہوگئی۔[۹] ادھر پورے ملک میں ''وہابی تحریک'' چل رہی تھی۔

وہابی تحریک

انیسویں صدی کے مجاہدین کی تحریک ہے جس کو عرف عام میں وہابی تحریک کہا جاتا ہے۔ لیکن جس کا سرچشمہ دراصل شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار و خیالات ہیں۔ اسی لیے اسے ولی اللہی

تحریک بھی کہا جاتا ہے۔[۱۰]

اٹھارھویں صدی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۲ء۔۱۷۶۰ء) نے اپنی مہتم بالشان تحریک شروع کی۔ یہ تحریک مذہبی بھی تھی۔ سیاسی بھی معاشی بھی اور ادبی بھی۔ شاہ صاحب کا خیال تھا کہ ہندو اور مسلمان دونوں میں وہ سچا مذہبی جذبہ باقی نہیں رہا ہے جو انسان بنائے رکھتا ہے اور جو سماج اور ملک کے فائدے کو اپنے ذاتی فائدے پر ترجیح دیتا ہے۔ اس جذبے کو وہ اقتصادی توازن، خداپرستی اور تربیت نفس کے ذریعہ ابھارنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ داعیان صداقت ہر ملک اور قوم میں گزرے ہیں اور اسی سچائی کے لئے زیادہ سے زیادہ اور آخری درجہ کی کوشش کرنا جہاد ہے ،جس کے لئے ہمیں ہمہ تن تیار رہنا چاہیے۔ شاہ ولی اللہ نے اس کے لئے مقدس عداوات کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اس تحریک نے بہت جلد سیاسی رنگ اختیار کرلیا۔ اور وہ یہ کہ ملک کو انگریزوں سے پاک کیا جائے۔ اقتصادی نظام میں تبدیلی کی جائے اور مزدوروں اور کاریگروں کو ان کے صحیح حقوق دلوائے جائیں اور ان کے اوپر کم سے کم بوجھ رکھا جائے۔ شاہ ولی اللہؒ کے انتقال کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ (۱۷۴۶ء۔۱۸۲۳ء) نے اس تحریک کو زبان وقلم کی مدد سے آگے بڑھایا۔ لیکن ان کی روز افزوں مقبولیت اور اصلاحانہ سرگرمیوں کو دیکھ کر مخالفوں کا ایک گروہ بھی پیدا ہوگیا۔ جس نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ مکان ضبط کرلیا گیا۔ دہلی سے نکال دیا گیا چند دفعہ زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اس کے باوجود آپ آخر وقت تک اپنے خیالات کی اشاعت سے باز نہیں آئے۔

۱۸۰۳ء میں مولانا نے یہ فتویٰ دیا کہ پورا برطانوی ہند دارالحرب ہے اور ان انگریزوں سے لڑنا ہمارا فرض عین ہے۔ اس کے بعد ہی سے جہادی تحریک کا رخ کلیۃً انگریزوں کی خلاف ہوگیا اور ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۳ء تک انگریزوں نے بیس دفعہ ۶۰ ہزار لشکر کی مدد سے جہادیوں کا مقابلہ کیا لیکن یہ تحریک کچلی نہیں جاسکی۔[۱۱]

سید احمد بریلوی (وفات ۱۸۳۱ء) کے زمانے میں ولی اللہی تحریک اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی شاہ ولی اللہ نے نظریات میں ضروری تبدیلی کی تھی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے اس کو عملی راستہ دکھایا۔

سید احمد بریلوی نے اس کو عوامی متحرک اور جہادی تحریک میں بدل دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اخلاقی اور اقتصادی اصلاح کے ذریعہ ایک ایسا منصفانہ معاشرہ قائم کیا جائے جو قرآنی تعلیم، تقرب الی اللہ، ایثار عمل، خدمت خلق، عدل وانصاف اور تربیت نفس کے ذریع اجتماعی بیماریوں کا علاج کر سکے۔ مجاہدین ہندوؤں کے مخالف نہیں تھے البتہ اسلام میں ہندو عناصر کے شمول کے خلاف تھے۔[۱۲]

اس تحریک میں ہندوستان کے اکثر علماء شامل تھے خاص طور پر مشرقی علاقے (بنگال آسام اور اڑیسہ کے علماء اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ یہی وہ تحریک تھی جس کے بناء پر انگریز علماء کے مخالف ہو گئے تھے کیونکہ اس تحریک سے خود ان کے مفاد پر اثر پڑ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اکثر علماء انگریزوں کی نظر میں مشتبہ ہو گئے تھے جس میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے بعض اساتذہ بھی اس زد میں آ گئے تھے۔ انگریز حکام کے دل میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ اگر مدرسہ عالیہ میں قرآن وحدیث کی تعلیم پرانے طرز میں دی جائے گی تو بہت ممکن ہے کہ اس طرح کی دوسری تحریک پھر عنقریب شروع ہو جائے جس سے حکومت کو بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ غیر سرکاری مدارس پر تو ان کا اختیار نہ تھا البتہ مدرسہ عالیہ کلکتہ ان کے دائرہ اختیار میں تھا۔ چناں چہ بنگال گورنمنٹ نے تعلیمی اور انتظامی حالات کے متعلق ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جس کو ہدایت کی گئی کہ مدرسہ کے تعلیمی اور انتظامی حالات کے متعلق جلد از جلد مکمل رپورٹ پیش کرے۔

تحقیقاتی کمیٹی کے ارکان مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل تھے۔

۱۔ مسٹر ایچ کیمپبل کمشنر پرسیڈنسی ڈویزن۔

۲۔ مسٹر ٹسکلیف پرنسپل پرسیڈنسی کالج۔

۳۔ مولوی عبد اللطیف خان بہادر (ڈپٹی مجسٹریٹ محصل مدرسہ عالیہ کلکتہ)

حکومت نے کمیٹی کو مندرجہ ذیل امور کے متعلق تحقیقات کا حکم دیا۔

۱۔ عربی ڈپارٹمنٹ کے بارے میں۔

(الف) داخلہ کے امیدواروں کی قابلیت کا موجودہ معیار کیا رکھا گیا ہے اور آئندہ کیا ہونا چاہیے؟

(ب) جماعتوں کا نظام

(ج) نصابِ تعلیم

(د) وظائف اوران کے اجرا کے طریقے

(ہ) سالانہ امتحان کا نظام اوراس کے نتیجے پر وظائف اور انعامات دینے کے طریقے

۲۔ اینگلواپریشن ڈپارٹمنٹ کے بارے میں

(الف) کالج کلاس کی ناکامیابی کے اسباب

(ب) داخلہ کے لیے معیارِ قابلیت

(ج) ابتدائی جماعتوں کی حالت اوراس کا نظم ونسق

(ہ) سالانہ امتحان کے طریقے اور انعامات دینے کا معیار وغیرہ۔

۳۔ مدرسہ کی عام انتظامی حالت بارے میں

۴۔ ہیڈ مولوی، مدرسین اور پروفیسروں کے ساتھ پرنسپل کے تعلقات، مختلف شعبوں پر پرنسپل کے اختیارات وغیرہ۔

۵۔ لائبریری کی حالت۔ اس کے انتظام کی کیفیت

۷۔ آفس کا نظام۔ خاص کر ہیڈ کلرک کے فرائض اوراس کے کاموں کی نگرانی کے متعلق رپورٹ۔

دسمبر ۱۸۶۹ء میں تحقیقاتی کمیٹی نے ایک مکمل رپورٹ تیار کر کے حکومت کے سامنے پیش کردی کہ مدرسہ کا معیارِ تعلیم ایک مشہور درسگاہ کی حیثیت سے تھا مگر گزشتہ چند سالوں میں تعلیمی معیار بہت گر گیا ہے۔ اورعوام کی نظروں میں اس کا وقار بھی گھٹ گیا ہے۔ جس کے چند اسباب ہیں۔

(الف) آٹھ سال کی تعلیم کے بجائے پانچ سال کی تعلیم کا نصاب رائج کیا گیا ہے۔

(ب) نصاب کی کتابیں نامناسب ہیں۔

(ج) وظیفہ کے لیے جو معیار رکھا گیا ہے وہ خاطر خواہ بلند نہیں ہے۔

(د) پروفیسر کی علمی لیاقت جو زیادہ تر مدرسہ ہی کے تعلیم یافتہ ہیں کم ہے۔

(ہ) عدالتی عہدوں کے دروازے بند ہوجانے کے سبب سے اس تعلیم سے دل چسپی کم ہوگئی ہے۔

(و) اعلیٰ تعلیمی حکام کی بے توجہی ہے۔[۱۳]

۱۸۶۹ء میں تحقیقاتی کمیٹی نے لفٹیننٹ گورنر کے پاس مندرجہ ذیل امور کی نفاذ کی سفارش کی۔

۱۔ایک نگراں کمیٹی باا ثر مسلمانوں پر مشتمل مقرر کی جائے۔

۲۔عربی شعبہ کو انگریزی کالج بنادیا جائے لیکن اس کالج میں داخلہ کی شرط یہ ہو کہ طالب علم عربی کے ساتھ انٹرنس پاس کر چکا ہو۔اس شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔

۳۔مدرسہ براہِ راست تعلیمی حکام کے ماتحت ہو اور نگراں کمیٹی صرف دیکھ بھال کرے۔

۴۔پرنسپل کا عہدہ حذف کر دیا جائے اور ہیڈ مولوی سے پرنسپل کا کام لیا جائے۔

۵۔عربی پروفیسر کی خدمات دونوں شعبوں کے لیے عام کر دی جائیں۔

۶۔اینگلو پرشین شعبہ کے جونیئر ٹیچر صرف مسلمان لیے جائیں ہندو مقرر نہ کیا جائے۔

۷۔کچھ وظیفے اینگلو عربک شعبہ سے اینگلو پرشین میں منتقل کر دیے جائیں۔

۸۔مدرسہ عالیہ کلکتہ، کی کالج کلاس بند کر دیا جائے۔

۹۔اینگلو پرشین اور عربی شعبہ کے طلبہ کے لیے جو مدرسہ میں رہنا چاہے کمرے کا انتظام کیا جائے۔[۱۴]

۲۸؍فروری ۱۸۷۱ء میں لفٹیننٹ گورنر (سر ولیم گرے) نے کمیٹی کی رپورٹ حکومت ہند کی توثیق کے لیے روانہ کر دیا چنانچہ گورنمنٹ آف انڈیا نے لفٹیننٹ گورنر کی تمام تجاویز منظور کر کے ۲۴؍مارچ ۱۸۷۱ء کو مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ایک انتظامیہ کمیٹی کا تقرر کیا اور اس کمیٹی کے ذمہ مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ ہوگلی کے انتظامات کی نگرانی سپرد کی گئی۔

۱۔آنریبل مسٹر جسٹس نورمین — 1. Honrble Mr.Justice Norman.

۲۔مسٹر سی ایچ کمپبل — 2.Mr. C. H. Campbell.

۳۔مسٹر ایچ ایل ہریسن — 3. Mr. H. L. Harrison.

۴۔مسٹر جے سٹکلیف — 4. Mr. J. Sutcliff.

۵۔کیپٹن ایچ۔ایس جیراٹ — 5. Capt. H. S. Jerrat.

۶۔پرنس محمد رحیم الدین	6. Prince. Md. Rahimuddin.
۷۔قاضی عبدالباری	7. Qazi Abdul Bari.
۸۔منشی عبداللطیف خان بہادر	8. Munshi Abdul Latif Khan.
۹۔مولوی عباس علی خان	9. Moulvi Abbas Ali Khan.

اس کے علاوہ حکومت آف انڈیا نے ڈائرکٹر آف تعلیم ہند کو یہ ہدایت کی کہ انتظامیہ کمیٹی کے مشورہ سے ان تمام اصلاحات کو نافذ کیا جائے جو کمیٹی نے تجویز کی ہیں ۵؎چناں چہ ۱۵/اپریل ۱۸۷۱ء کو انتظامیہ کمیٹی کا پہلا اجلاس مدرسہ کی عمارت میں منعقد ہوا جن میں آنریبل جے۔ پی نورمین کو صدر اور مولوی عبداللطیف خان بہادر کو سکریٹری منتخب کیا گیا۔ یہ کمیٹی ہفتہ میں دو بار اپنا اجلاس کرتی تھی اور اس اجلاس میں مندرجہ ذیل معزز اراکین شریک ہوتے تھے۔

۱۔ آنریبل جے پی نورمین (صدر)

۲۔ منشی عبداللطیف خان بہادر (سکریٹری)

۳۔ مسٹر جے سٹکلیف پرنسپل پریسڈنسی کالج (ممبر)

۴۔ مسٹر ایچ ایل ہریسن (ممبر)

۵۔ کیپٹن ایچ ایس جیراٹ (ممبر)

۶۔ پرنس محمد رحیم الدین (ممبر)

۷۔ قاضی عبدالباری (ممبر)

۸۔ منشی امیر علی خاں بہادر (ممبر)

۹۔ منشی عباس علی (ممبر)

۱۰۔ حاجی زکریا محمد سوداگر (ممبر)

انتظامیہ کمیٹی نے مندرجہ ذیل تجاویز مدرسہ عالیہ کے عربی شعبہ کے سلسلے میں مرتب کر کے ڈائرکٹر آف پبلک انٹرکشن کی وساطت سے گورنمنٹ آف انڈیا کو پیش کیا۔

۱۔ مدرسہ کا عربی شعبہ آئندہ انگلو عربک ڈیپارٹمنٹ کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲۔ (الف) مدرسہ عالیہ میں طالب علم کو اس جماعت میں داخلہ دیا ئے جائے گا جس کے قابل امیدوار ہو عربی کلاس میں داخلہ کا امتحان ہیڈ مولوی لیا کریں گے اور انگریزی کلاس میں ہیڈ ماسٹر لیا کریں گے۔

(ب) جماعت ششم میں داخلہ سے پہلے امیدوار طلبہ کا عربی صرف ونحو کا جاننا ضروری ہوگا۔ فارسی کم سے کم پڑھ سکتا ہو اور اردو لکھنے پڑھنے کی خاصی استعداد رکھتا ہو۔

(ج) داخلہ کے امیدوار کو کمیٹی کے کسی ایک ممبر سے خوش اخلاقی کی سند حاصل کرنی ہوگی۔

(د) داخل ہونے والے طلبہ کی فہرست ہر مہینہ میں کمیٹی کے سامنے پیش ہوا کرے گی۔

۳۔ داخلہ کے وقت طلبہ کی عمر اس سے زیادہ نہ ہوگی۔

اول کلاس کے لیے	معمولی عمر ۱۳رسال	انتہائی عمر ۱۵رسال
دوم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۱۶رسال
سوم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۱۷رسال
چہارم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۱۸رسال
پنجم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۱۹رسال
ششم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۲۰رسال
ہفتم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۲۱رسال
ہشتم کلاس کے لیے	۱۵رسال	۲۲رسال

(۴) اس کے علاوہ کمیٹی نے عربی ڈپارٹمنٹ کے نصاب تعلیم میں چند معمولی تبدیلیوں کی سفارش کی جس کا ذکر نصاب تعلیم کے باب میں تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

(۵) تعطیلات:

کمیٹی نے اتوار کے علاوہ رمضان المبارک کے تیس دن، عید الفطر کے تین دن، عید الاضحیٰ کے

پانچ دن، محرم کے دس دن، آخری چہار شنبہ ایک دن، شب برأت کے دو دن، کرسمس کی سات دن، گڈ فرائی ڈے دو دن، موسم گرما پندرہ دن، کی تعطیلات کی سفارش کی۔ اس کے علاوہ کمیٹی نے مدرسہ کی ترقی اور اس کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے چند دیگر سفارشات مرتب کر کے حکومت کے سامنے پیش کیا[۱۶] چناں چہ ۱۸۷۱ء میں حکومت نے مزید ترمیم کے ساتھ ان تمام اصلاحات کو مدرسہ عالیہ کلکتہ اور ہوگلی مدرسہ کے لیے نافذ کر دیا۔[۱۷]

محمڈن ایجوکیشن اڈوائزری کمیٹی

فروری ۱۹۱۵ء میں حکومت بنگال نے ایک اور کمیٹی محمد ایجوکیشن اڈوائزری کمیٹی (جو ہورنل کمیٹی کے نام سے مشہور ہے) مقرر کیا اور مسٹر ایچ ہارلے پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ کو کمیٹی کا صدر مقرر کیا اس کمیٹی کے تقرر کی وجہ یہ تھی کہ حکومت ہند نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے سلسلے میں چند تجاویز بھیج دی تھیں جن پر غور کرنا ضروری تھا اور مقامی اہل علم کی رائے بھی درکار تھی اس کے علاوہ دوسرے تعلیمی اداروں نے بھی جو تجاویز اس اثنا میں مرتب کیے تھے ان پر بھی ایک قطعی فیصلہ لینا تھا چناں چہ اس غرض سے ۱۹۱۵ء میں کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں صوبہ بنگال کی تعلیم کے متعلق تبادلہ خیال کیا گیا خاص طور سے مدرسہ کی تعلیم کے سلسلے میں چند تجاویز پیش ہوئیں۔[۱۸] اس کمیٹی کی سفارش سے صوبہ بنگال کی مدرسہ کی تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک اولڈ اسکیم مدرسہ دوسرا نیو اسکیم مدرسہ، مدارس کے تعلیمی نظام کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سفارش ڈھاکہ سینیر مدرسہ کے پرنسپل مولانا ابونصر وحیدی نے کیا تھا۔ چناں چہ اسی زمانہ سے بنگال و آسام کے بہت سے مدارس میں نیو اسکیم کے نصاب کے مطابق تعلیم جاری کر دی گئی لیکن کلکتہ مدرسہ عالیہ اور فرفرہ سینیر مدرسہ میں اولڈ اسکیم نصاب تعلیم کے مطابق تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ طریقۂ تعلیم اب بھی ویسٹ بنگال کے مدارس میں جاری ہے اولڈ اسکیم طریقۂ تعلیم کو سینیر مدرسہ کہتے ہیں۔ نیو اسکیم مدارس کا بورڈ ڈھاکہ مدرسہ میں تھا۔ اولڈ اسکیم مدارس کا بورڈ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تھا اور نیو اسکیم طریقۂ تعلیم کو ہائی مدرسہ کہتے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں سب سے پہلے ہائی مدرسہ کے فائنل امتحان کا نام اسلامک میرٹی کولیشن تھا۔ پھر ۱۹۲۱ء میں اس کا نام ہائی مدرسہ اکزامینیشن ہوا اور

اس کا امتحان ایسٹ بنگال بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کے ماتحت ہوتا تھا بعد میں اس کا نام بورڈ آف سکنڈری اینڈ انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن ڈھاکہ رکھا گیا۔ ۱۹

شمس الہدی کمیٹی کا قیام:

حکومت بنگال نے ۱۹۲۱ء میں شمس الہدی کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کی غرض وغایت اس طرح بیان کی گئی کہ جس مقصد کے لیے مدرسہ عالیہ کلکتہ کو قائم کیا گیا تھا وہ تو چند سال بعد ہی ختم ہوگیا اس کے بعد بھی حکومت انگریز نے مدرسہ اور مدرسہ کی تعلیم کو باقی رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف کمیٹیوں اور کمیشنوں کو اس کی نگرانی کے لیے مقرر کرتی رہی چناں چہ ان کمیٹیوں کے ارکان نے بڑی کوشش کی کہ مدرسہ کی تعلیم کو ایسے سانچے میں ڈھالا جائے جو قوم وملت کے لیے مفید ثابت ہو اور اس مقصد کو حاصل کیا جائے جس کے لیے اس ادارہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مگر ان تمام کوششوں کے باوجود اب تک اس کی تعلیم سے ملک کے ذی اقتدار اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اطمینان حاصل نہ ہوسکا۔ جس کی بناء پر انگریز حکومت کے افسران افسردہ ہوگئے کہ باوجود ان تمام مساعی کے اب تک مدرسہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا جس کے لیے اس کا قیام عمل میں آیا تھا اور جن مقصد کی تکمیل کے لیے اب تک یہ مدرسہ باقی رکھا گیا تھا ان حالات کی بناء پر حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ پھر ایک نئی کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو مدرسہ کی تعلیم کی تحقیقات کرے اور ایسی تجویز پیش کرے جو اس ادارہ کی آئندہ ترقی میں معین ومددگار ثابت ہو اس کے علاوہ حکومت بنگال کی یہ خواہش تھی کہ اس کمیٹی کی تشکیل اس طرح کی جائے جو اسلامی علوم کی بقاء کے ان تمام پہلوؤں پر غور کرے جو اس مقصد کے حصول کے لیے مفید ثابت ہوں اور اس کمیٹی کے ارکان ایسے ہوں جو مدرسہ کی تاریخی اہمیت اور دور حاضر کے مسلمانوں کی علمی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسی تجاویز پیش کرسکیں جو مسلمانان بنگال کی ضرورتوں کو پورا کرسکے چنانچہ حکومت نے ان تمام باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ارکان کی اکثریت ان لوگوں میں سے منتخب کیا جو اسی مدرسہ سے تعلیم حاصل کرکے اہم عہدوں پر فائز تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایسے لوگوں کو بھی شامل کیا جو قوم کی ترقی اور بہبودی کا سچا درد رکھتے ہوں۔

چناں چہ ۲۸رفروری ۱۹۲۱ء میں مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی مدرسہ معاملات کی تحقیق کے لیے مقرر کی گئی۔

۱۔ نواب سرسید شمس الہدیٰ کے سی۔آئی۔ای (صدر)

۲۔ آنریبل نواب سرسید نواب علی چودھری خان بہادر۔(سرکاری رکن)

۳۔ آنریبل خان بہادر مولوی امین الاسلام۔انسپکٹر جنرل رجسٹریشن۔(سرکاری رکن)

۴۔ مسٹر اے ایچ۔پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ (سرکاری رکن)

۵۔ مولانا محمد ماجد علی ہیڈ مولوی مدرہ عالیہ کلکتہ (سرکاری رکن)

۶۔ مولانا صفی اللہ مدرسہ عالیہ کلکتہ (سرکاری رکن)

۷۔ شمس العلماء مولانا ہدایت حسین۔پریسیڈنسی کالج کلکتہ (سرکاری رکن)

۸۔ شمس العلماء مولانا میر محمد۔ہوگلی مدرسہ (سرکاری رکن)

۹۔ شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ۔ڈھاکہ مدرسہ (سرکاری رکن)

۱۰۔ مولوی محمد موسیٰ۔سپریٹنڈنٹ ہوگلی مدرسہ (سرکاری رکن)

۱۱۔ مولوی محمد اسحٰق۔ہیڈ مولوی ڈھاکہ مدرسہ (سرکاری رکن)

۱۲۔ مرزا ابوجعفر۔اسسٹنٹ انسپکٹر آف اسکولس مسلم ایجوکیشن۔کلکتہ (سرکاری رکن)

۱۳۔ مولوی محمد۔ڈھاکہ مدرسہ (سرکاری رکن)

۱۴۔ مولوی اے کے فضل الحق۔کلکتہ (غیر سرکاری رکن)

۱۵۔ خان بہادر مرزا شجاعت علی بیگ شعبہ نمائندہ (کلکتہ) (غیر سرکاری رکن)

۱۶۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین۔کلکتہ (غیر سرکاری رکن)

۱۷۔ متولی ہوگلی امام باڑا۔ہوگلی (غیر سرکاری رکن)

۱۸۔ مولوی عبدالہادی۔پروفیسر سیٹی کالج (غیر سرکاری رکن)

۱۹۔ مولوی سید عبدالباری۔لکچرر مدناپور کالج (غیر سرکاری رکن)

۲۰۔ مولوی حافظ عبدالرزاق۔حمادیہ مدرسہ۔ڈھاکہ (غیر سرکاری رکن)

۲۲۔ مولوی ابوطاہر۔پروفیسر سینٹ اکزیورس کالج۔کلکتہ (غیر سرکاری رکن)

۲۳۔ مسٹر جے۔اے۔ٹیکر۔اسسٹنٹ ڈائرکٹر مسلم ایجوکیشن۔(سکریٹری) ۲۰

چناں چہ ۱۹۲۷ء میں شمس الہدی کمیٹی کے سفارش سے ہندوستانی علماء میں سے شمس العلماء مولانا کمال الدین کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کا پرنسپل مقرر کیا گیا اور ۱۹۲۸ء میں سینٹرل مدرسہ اکزامینشن بورڈ (Central Madrasah Examnaton Board) کی تشکیل عمل میں آئی اور اس بورڈ کا رجسٹرار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل شمس العلماء مولانا کمال الدین کو مقرر کیا گیا۔۲۱

اور مندرجہ ذیل حضرات کو بورڈ کا ممبر منتخب کیا گیا۔

۱۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن محمڈن ایجوکیشن۔بنگال۔صدر سینٹرل مدرسہ اگزامنیشن بورڈ

۲۔ پرنسپل عالیہ کلکتہ

۳۔ مولوی سید حسین بی اے ہیڈ ماسٹر مدرسہ عالیہ کلکتہ اسسٹنٹ رجسٹرار

۴۔ مولوی حافظ قاضی عبدالرزاق سپریٹنڈنٹ حمادیہ مدرسہ ڈھاکہ (ممبر)

۵۔ مولوی قاضی ممتاز الدین احمد انسپکٹر آف اسکولس پرسیڈنسی ڈویزن۔ (ممبر)

۶۔ مولوی آغا محمد کاظم شیرازی۔کلکتہ یونیورسٹی۔ (ممبر)

۷۔ خان بہادر محمد مونس ایم اے پرنسپل اسلامک انٹرمیڈیٹ کالج ڈھاکہ۔۲۲ (ممبر)

چناں چہ اسی بورڈ کے ماتحت صوبہ کے اولڈ اسکیم سینیر مدارس کے عالم، فاضل، اور ٹائٹل کلاسوں کے فائنل امتحانات ہوتے تھے اور یہی بورڈ اولڈ اسکیم سینیر مدارس کی نصاب تعلیم بھی تیار کرتا تھا۔۲۳

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لیے گورنگ باڈی کی تشکیل:

۲ رستمبر ۱۹۲۸ء میں حکومت نے کمیٹی کی سفارش پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عربی شعبہ کے لیے ایک گورنگ باڈی کی منظوری بھی دے دی اور اس کو وہ تمام اختیارات بھی دیے گئے تھے جو عموماً صوبہ کے دوسرے سرکاری کالجوں کے گورنگ باڈی کو حاصل تھے اور مندرجہ ذیل حضرات کو مدرسہ عالیہ کی پہلی

گورننگ باڈی کا ممبر نامزد کیا گیا جس کی مدت ۲ / جولائی ۱۹۲۸ء سے تین سال کے لیے تھی۔

۱۔	اسسٹنٹ ڈائرکٹر محمڈن ایجوکیشن۔	(صدر)
۲۔	پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ	(سکریٹری)
۳۔	شمس العلماء مولانا صفی اللہ اڈیشنل مولوی مدرسہ عالیہ کلکتہ	(ممبر)
۴۔	مولانا شاہ صوفی ابوبکر صاحبؒ فرفرہوی	(ممبر)
۵۔	مسٹر اشرف علی خان چودھری بار ایٹ لاء ایم ایل سی	(ممبر)
۶۔	مولوی آغا کاظم شیرازی کلکتہ یونیوسٹی	(ممبر)
۷۔	مولانا ابوطاہر پروفیسر سینٹ اوپرس کالج کلکتہ [۲۴]	(ممبر)

مسلم ایجوکیشن اڈوائزری کمیٹی کا تقرر

حکومت بنگال نے ۱۹۳۱ء میں ایک اور کمیٹی مسلم ایجوکیشن اڈوائزری کمیٹی کے نام سے مقرر کیا جس کے صدر خان بہادر عبدالمومن تھے اس لیے ان کے نام کی مناسبت سے مومن کمیٹی کے نام سے مشہور تھی۔ حکومت بنگال کو اس کمیٹی کو پھر سے بنانے کی ضرورت اس لیے پڑی ''تاکہ یہ کمیٹی مسلمانان بنگالہ کی تعلیمی ترقی کے متعلق حکومت کی پالیسی کی تعیین کرنے میں تائید کرے'' اس کمیٹی کا دائرہ عمل پورے بنگال کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کا جائزہ لینا تھا۔ لیکن اس ضمن میں ایک مختصر سا باب مدرسہ کی تعلیم کے متعلق بھی تھا۔ [۲۵]

چناں چہ اسی کمیٹی کے سفارش سے ۱۹۳۶ء میں حکومت بنگال نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ٹائٹل کلاس کے شعبہ ممتاز المحدثین کے ساتھ ممتاز الفقہاء کا شعبہ بھی کھولا تھا جو آج بھی باقی ہے۔ [۲۶]

مولیٰ بخش کمیٹی کی تقرری:

۲۷ / جولائی ۱۹۳۸ء میں مسٹر ابوالقاسم فضل الحق صوبہ بنگال کی وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے تو انھوں نے ایک کمیٹی مولیٰ بخش کمیٹی کے نام سے تشکیل دی۔ جس کا مقصد صوبہ بنگال کے مدارس کی تعلیمی حالت کو دیکھ کر اس کی ترقی اور بہبودی کے لئے نئے حالات کی روشنی میں تجاویز پیش کرنی تھی اس کمیٹی

کے اراکین میں زیادہ تر صوبائی کونسل کے ممبران تھے جو مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

۱۔ مولانا محمد اکرم خاں ایم۔ایل۔سی

۲۔ خان بہادر مولانا احمد علی عنایت پوری ایم۔ایل۔اے

۳۔ مولوی عبد الرزاق ایم۔ایل۔اے

۴۔ مولانا شمس الہدیٰ ایم۔ایل۔اے

۵۔ مولانا عبد العزیز ایم۔ایل۔سی

۶۔ مولوی امین اللہ خاں ایم۔ایل۔سی

۷۔ مولوی شاہ غلام سرور حسین ایم۔ایل۔سی

۸۔ مولوی محمد ابراہیم ایم۔ایل۔سی

۹۔ خان بہادر مولوی الفاظ الدین ایم۔ایل۔سی

۱۰۔ خان بہادر مولوی مہتاب الدین ایم۔ایل۔سی

۱۱۔ مسٹر محمد برات علی ایم۔ایل۔سی

۱۲۔ مولوی محمد مزمل الحق ایم۔ایل۔سی

۱۳۔ مولوی دیوان مصطفیٰ علی ایم۔ایل۔سی

۱۴۔ الحاج ڈاکٹر ثناء اللہ ایم۔ایل۔سی

۱۵۔ مولانا منیر الزمان اسلام آبادی ایم۔ایل۔سی

۱۶۔ خان بہادر محمد مولیٰ بخش اسسٹنٹ ڈائرکٹر محمڈن ایجوکیشن صدر

۱۷۔ ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی

۱۸۔ شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد موسیٰ ایم۔ایل۔اے پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ

۱۹۔ مولوی فضل الرحمٰن باقی۔لکچرر ڈھاکہ یونیورسٹی

۲۰۔ ڈاکٹر ایس۔ایم حسن پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی

۲۱۔ ڈاکٹر سراج الحق لکچرر ڈھاکہ یونیورسٹی

۲۲۔ خاں مولوی ضیاء الحق پرنسپل راج شاہی مدرسہ

۲۳۔ شمس العلماء مولانا محمد مظہر لکچرر مدرسہ عالیہ کلکتہ

۲۴۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

۲۵۔ مولانا عبد الرحمٰن الکاشغری لکچرر مدرسہ عالیہ کلکتہ [۲۷]

معظم الدین کمیٹی کی تقرری:

۱۹۳۸-۴۰ء میں حکومت بنگال نے مدرسہ کی تعلیمی حالت کا جائزہ لینے کے لیے مولیٰ بخش کمیٹی کی تشکیل کی تھی اور مولا بخش کمیٹی نے مدرسہ میں تعلیم کی ترقی کے لیے بہت سے تجاویز پاس کی تھی لیکن ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا چناں چہ مجبوراً ہندوستان کو بھی اس جنگ میں اپنے حاکم کی اتباع کرتے ہوئے کودنا پڑا اور جنگ کی مصیبتوں سے معصوم ہندوستانیوں کو بھی دوچار ہونا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ کی ترقی کی تمام تر منصوبے نذر جنگ ہو کر رہ گئے۔ لیکن جنگ عظیم کے ختم ہونے پر حکومت بنگال نے مدرسہ کی تعلیمی حالت کا دوبارہ جائزہ لینا چاہا چناں چہ ۱۹۴۶ء میں حکومت نے جناب مولوی معظم الدین حسین وزیر تعلیمات کی زیر صدارت نیو اسکیم اور اولڈ اسکیم سینیر مدارس کے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کرنے کے لیے ان حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کی۔

۱۔ وزیر تعلیمات صوبہ بنگال (جناب معظم الدین) صدر

۲۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مسلم ایجوکیشن

۳۔ خان بہادر ایم اے۔ اسد ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن بنگال

۴۔ پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ (خان بہادر محمد ضیاء الحق)

۵۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین۔ ہیڈ مولوی مدرسہ عالیہ کلکتہ

۶۔ مولوی محی الدین۔ لکچرر کلکتہ یونیورسٹی

۷۔ ڈاکٹر معظم حسین۔ پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی

۸۔ خاں صاحب مسٹر اے۔ ایف عبدالحق اسپیشل آفیسر پرائمری ایجوکیشن

۹۔ مولانا محمد رکن الدین ایم اے۔

۱۰۔ خان بہادر وحید اللہ ایم اے پرنسپل اسلامک انٹرمیڈیٹ کالج کلکتہ سراج گنج

۱۱۔ ڈاکٹر آئی ایچز بیری ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ پرنسپل اسلامیہ کالج کلکتہ

۱۲۔ مولانا عبیدالحق۔ سپریٹنڈنٹ فینی مدرسہ (نواکھا مشرقی بنگال)

۱۳۔ سپریٹنڈنٹ دارالعلوم مدرسہ چاٹگام (مشرقی بنگال)

۱۴۔ خان صاحب سید مظفر الدین ایم اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج سکریٹری

۱۵۔ شمس العلماء ابونصر وحید ایم اے۔ آئی ای ایس۔

۱۶۔ شمس العلماء خان بہادر محمد موسیٰ ایم اے

۱۷۔ خان بہادر لفٹنٹ کرنل ایم حسن ایم اے۔ وائس چانسلر ڈھاکہ یونیورسٹی

۱۸۔ مولانا تجمل حسین خان پرنسپل سرسینہ مدرسہ۔ باقر گنج (مشرقی بنگال)

۱۹۔ آنریبل مسٹر ایف رحمٰن ایم ایل اے۔ وزیر ریونیو

۲۰۔ مولانا عبدالعزیز ایم ایل اے۔[۲۸]

اس کمیٹی کی سفارش پر حکومت بنگال نے مدرسہ بورڈ کا پرانا نام سنٹرل مدرسہ اکزامنیشن بورڈ (Central Madrasa Examination Board.) کو بدل کر بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ (Bengal Madrasa Education Board) رکھا۔[۲۹]

اس کے علاوہ کمیٹی نے مدرسہ عالیہ کے نصاب تعلیم کے بارے میں بھی سفارش کی تھی لیکن بدقسمتی سے یہ سفارش نافذ نہ ہوسکی کیوں کہ ۱۴راگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان تقسیم ہوگیا اور صوبہ بنگال بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اور مشرقی بنگال پاکستان کے حصہ میں چلا گیا جواب بنگلہ دیش کے نام سے ایک الگ ملک ہے۔ اس کے ساتھ مدرسہ عالیہ کلکتہ بھی مشرقی بنگال ڈھاکہ چلا گیا لہٰذا یہ سفارشات تقسیم ہندو پاک کے نذر ہوگئے۔

تقسیم ملک کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کا نظام تعلیم :

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو ملک تقسیم ہوگیا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اکثر اساتذہ، اسٹاف اور بورڈ کے ممبران مشرقی بنگال منتقل ہو گئے لہٰذا مدرسہ سینٹر اکزامیشن بورڈ بھی بند ہوگیا تقسیم ملک سے پہلے صوبہ بنگال کے سینیر مدارس کا اکزامینیشن بورڈ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تھا اور اس کا رجسٹرار مدرسہ عالیہ کلکتہ کا پرنسپل ہوا کرتا تھا۔ اس لئے ۱۹۴۸ء میں حکومت مغربی بنگال نے عارضی طور پر ویسٹ بنگال مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کا قیام ہوگلی انٹرمیڈیٹ کالج میں کیا اور اسی کالج کے پرنسپل مولانا ابوالقاسم صاحب کو بورڈ کا رجسٹرار مقرر کردیا۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کے مغربی بنگال کے مدارس کا سالانہ امتحانات اسی بورڈ کے ماتحت ہوئے تھے۔

اس کے بعد ۴ را پریل ۱۹۴۹ء میں جب مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عربی شعبہ کو از سرنو کھولنے کا منصوبہ بنایا گیا تو اکزامیشن بورڈ آف مدرسہ عالیہ کلکتہ کو دوبارہ بحال کر کے اس کے تحت امتحانات کرانے کا فیصلہ کیا گیا اور بورڈ کا نام بدل کر ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ (West Bengal Madrasa Educaton Board) رکھا گیا اور سابق کی طرح بورڈ کا رجسٹرار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل مولانا سعید احمد اکبرآبادی کو مقرر کیا گیا۔ ۳۰؎ پرنسپل کے ساتھ بورڈ کی ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جو درج ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

۱۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ (رجسٹرار)

۲۔ ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی ہیڈ شعبہ آف شعبہ عربی و پرشین ڈپارٹمنٹ کلکتہ یونیورسٹی (ممبر)

۳۔ مسٹر ہیٹری چیف انسپکٹر آف اسکول ویسٹ بنگال (ممبر)

۴۔ پروفیسر اختیار حسین ہیڈ آف شعبہ عربی و فارسی اور اردو ڈپارٹمنٹ سینٹرل کلکتہ کالج (ممبر)

۵۔ وجاہت حسین ہیڈ ماسٹر شعبہ اینگلو پرشین مدرسہ عالیہ کلکتہ (ممبر)

۶۔ احمد حسین ہیڈ ماسٹر ہوگلی مدرسہ (ممبر)

۷۔ مولانا محبوب الرحمٰن ٹیچر نمائندہ مدرسہ عالیہ کلکتہ (ممبر)

۸۔ مولوی عبدالغنی سپریٹنڈنٹ فرفرہ سینیر مدرسہ (ہوگلی) (ممبر)

۹۔ مولانا اعظمی سپریٹنڈنٹ اکڑا سینیر مدرسہ (کلکتہ) (ممبر)

۱۰۔ مفتی الطاف حسین شیعہ نمائندہ (ممبر)

۱۱۔ عبدالستار M.A ہیڈ ماسٹر بھاپتا عزیزیہ ہائی مدرسہ[۳۱] (ممبر)

کچھ دنوں کے بعد گورنمنٹ نے مدرسہ بورڈ کے لیے گورنگ باڈی بنادی۔[۳۲] چناں چہ ۱۹۵۰ء سے اسی بورڈ کے ماتحت ویسٹ بنگال کے سینیر اور ہائی مدارس کے سالانہ امتحانات ہوتے رہے۔[۳۳]

تعلیمی کمیٹی کا قیام

۱۹۶۹ء میں حکومت بنگال نے ویسٹ بنگال کے تمام مدارس کے تعلیمی نظام کو یکساں کرنا چاہا چنانچہ اس مقصد کے لیے حکومت نے تعلیمی کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل کی۔ جو مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

۱۔ مسٹر امدادالدین چودھری (صدر)

۲۔ ڈاکٹر عطا کریم بارکی لکچرر عربی و فارسی ڈپارٹمنٹ کلکتہ یونیورسٹی (سکریٹری)

۳۔ مسٹر سید شہیداللہ (ممبر)

۴۔ ڈاکٹر محمد وجاہت حسین ایم۔ ایل۔ اے (ممبر)

۵۔ ڈاکٹر شبیر خان پرنسپل ٹاکی گورمیٹ کالج (ممبر)

کمیٹی نے حتی الامکان کوشش کی کہ ویسٹ بنگال کے تمام مدارس کی تعلیمی حالت یکساں ہو جائے مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔[۳۴]

ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا مستقل قیام[۳۵]

فروری ۱۹۷۳ء میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ سدھارتھا شنکر رائے نے ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے رجسٹرار اور نائب رجسٹرار کے عہدے کو ختم کر کے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل ابو جمال ابو طیب کو ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا پہلا سکریٹری مقرر کیا۔ اور درج ذیل حضرات کو کمیٹی کا

ممبر نامزد کیا گیا۔[۳۶]

۱۔ مسٹر نورالاسلام ایم۔ ایل۔ اے (ممبر)

۲۔ مسٹر قاضی عبدالغفار ایم۔ ایل۔ اے (ممبر)

۳۔ مسٹر محبوب الحق ایم۔ ایل۔ اے (ممبر)

۴۔ ڈاکٹر موگھانی ایم اے۔ پی ایچ ڈی (ممبر)

۵۔ مسٹر راحت اللہ ایم اے۔ لکچرر عربی فارسی ڈپارٹمنٹ کلکتہ یونیورسٹی (ممبر)

۶۔ سیف الرحمٰن ایم اے۔ ہیڈ ماسٹر لاکولا مدرسہ ہوگلی۔ (ممبر)

۷۔ مسٹر انیس العالم ٹیچر فرفرہ مدرسہ (ممبر)

۸۔ مسٹر محمد یاسمین ٹیچر بٹنا سینیر مدرسہ (ممبر)

۹۔ مسٹر ایس۔ کے مزمل حق۔ بی۔ ایس۔ سی نائب صدر مولوی ہوڑا جونیر ہائی مدرسہ (ممبر)

۱۰۔ مسٹر حافظ عبدالمنان فرفرہ سینیر مدرسہ۔ (ممبر)

۱۱۔ D.P.I ویسٹ بنگال اکزامنیشن آفس (ممبر)

۱۲۔ مسٹر ایم اے کے معصومی سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ ممبر اکزامینیشن آفس

۱۳۔ عطا کریم بارکی ایم اے۔ ڈلیٹ ہیڈ آف عربک ڈپارٹمنٹ کلکتہ یونیورسٹی

۱۴۔ نمائندہ آف ویسٹ بنگال S.E [۳۷]

۱۹۷۴ء میں جب مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل جناب ابو جمال ابوطیب سروس کمیشن کے چیرمین کے عہدہ پر ترقی کر گئے تو حکومت بنگال نے ۱۹۷۴ء میں پھر دوبارہ مولانا ابومعصومی کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کا مستقل پرنسپل مقرر کیا اور مولانا آزاد کالج کے فارسی ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب کو ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا سکریٹری نامزد کیا۔ اور ۹ر دسمبر ۱۹۷۵ء میں بردوان ضلع کے ڈپٹی مجسٹریٹ وڈپٹی کلکٹر مسٹر نظم العالم کو ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا جوائنٹ سکریٹری مقرر کیا گیا۔[۳۸]

مصطفیٰ بن قاسم کمیٹی کا قیام

۱۹۷۷ء میں صوبہ بنگال میں کمیونسٹ پارٹی برسر اقتدار آئی تو اس نے اپنے وعدہ کے مطابق ویسٹ بنگال کے تمام مدارس واسکول کے پہلی کلاس سے لے کر دسویں کلاس تک کی ٹیوشن فیس معاف کرنے کا اعلان کر دیا۔ ۳۹

اس کے علاوہ ۱۹۷۷ء میں سینئر مدارس کے قدیم طریقہ تعلیم (یعنی نصاب تعلیم) کو جدید طریقہ تعلیم (یعنی مغربی تعلیم) سے بدلنا چاہا۔[۴۰] چنانچہ اسی مسئلے کو غور وفکر کے لئے ۱۹۷۸ء میں ایک کمیٹی (Senior Madrasa Education System Commettee) سینئر مدرسہ ایجوکیشن سسٹم کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی اور اس کمیٹی کا پرسیڈنٹ مصطفیٰ بن قاسم کو مقرر کیا اس لیے یہ کمیٹی مصطفیٰ بن قاسم کے نام سے مشہور ہے۔ اور مندرجہ ذیل حضرات کو کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا۔

۱۔ مصطفیٰ بن قاسم (پرسیڈنٹ) ایم۔ ایل۔ اے۔ ویسٹ بنگال

۲۔ ایس، امیر رضا کاظم ہیڈ ماسٹر کلکتہ عالیہ مدرسہ۔ اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ۔ — ممبر

۳۔ پروفیسر عبدالرؤف۔ عربی وفارسی بیباغ کلکتہ یونیورسٹی — ممبر

۴۔ ایس۔ کے۔ ایم حسن الزماں ایم۔ ایل۔ اے شدکا لگو پرتینڈی پچھّم بنگال۔ — ممبر

۵۔ مسٹر شونل شین ٹیچر نمائندہ پچھّم بنگال ٹیچر سمیتی — ممبر

۶۔ مسٹر سجاد احمد ٹیچر نمائندہ پچھّم بنگال ٹیچر سمیتی — ممبر

۷۔ مسٹر قمر الدین احمد ممبر ٹیچر نمائندہ پچھّم بنگال مدرسہ ٹیچر سمیتی — ممبر

۸۔ سکریٹری پچھّم

۹۔ ایم۔ اے۔ کے معصومی (ممبر سکریٹری) آفس این چرس کلکتہ مدرسہ عالیہ۔ ۴۱

اس کمیٹی نے سینیر مدارس کے عالم کلاس کی نصاب تعلیم کے ساتھ ہائی اسکول کا نصاب داخل کر کے عالم کلاس کو ہائی اسکول کے مساوی کی سفارش کی چنانچہ حکومت نے اس کو تسلیم کرلیا۔ لیکن اس کمیٹی نے فاضل کلاس کو B.A کلاس کے برابر اور ٹائٹل کلاس کو M.A کلاس کے مساوی قرار دینے کی سفارش کی تھی لیکن

گورنمنٹ نے اس کو قبول نہیں کیا کیوں کہ فاضل اور ٹائٹل کلاسوں میں B. Aاور M. A کلاسوں کی نصاب تعلیم کا مساوی کورس نہیں پڑھایا جاتا تھا اس لیے حکومت نے فاضل اور ٹائٹل کی ڈگریوں کو B.Aاور M.A ڈگریوں کے برابر ماننے سے انکار کر دیا۔[۴۲]

۲۰۰۱ء میں مدرسہ ایجوکیشن کمیٹی کی تقرری:

مغربی بنگال کی کمیونسٹ حکومت نے سینئر مدارس کی عربی تعلیم کو ختم کر کے عصری تعلیم کا نصاب تمام مدارس میں داخل کرنا چاہتی تھی اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت نے ڈاکٹر اخلاق الرحمان قدوائی کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دی۔ (اس لئے یہ کمیٹی قدوائی کمیٹی کے نام سے مشہور ہے۔) اور درجہ ذیل حضرات کو اس کا ممبر منتخب کیا گیا۔

۱۔ ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی (صدر)

۲۔ خواجہ محمد یوسف (نائب صدر)

۳۔ ڈاکٹر عبدالستار (سکریٹری)

۴۔ پروفیسر آفاق اللہ (ممبر)

۵۔ پروفیسر محمد راحت اللہ کلکتہ یونیورسٹی (ممبر)

۶۔ ڈاکٹر قمر الزماں (ممبر)

۷۔ ڈاکٹر شمس العالم[۴۳] (ممبر)

اس کمیٹی نے مدارس کے نصاب تعلیم میں عربی کورس کی کتابیں کم کر کے عصری علوم کی کتابیں زیادہ کرنا چاہی لیکن مغربی بنگال مدرسہ ٹیچر کمیٹی نے اس کی شدت سے مخالفت کی جس کی وجہ سے حکومت بنگال نے کمیٹی کی اس سفارش کو التوا میں ڈال دیا ہے۔[۴۴]

☆☆☆

حواشی

۱ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۵۰۔۵۲

۲ حوالہ بالا ج ۱/ص ۵۶۔۵۷

۳ ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن،ص ۷۹۔۸۰

۴ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۵۸

۵ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص ۲(بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء

۶ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۶۵۔۶۷

۷ نفس مصدر ج ۱/ص ۱۰۷۔۱۰۹

۸ نفس مصدر ج ۱/ص ۱۰۹

۹ نفس مصدر ج ۱/ص ۱۳۳

۱۰ خواجہ احمد فاروقی، اُردو میں وہابی ادب ص ۵ طبع اول یونین پرنٹنگ پریس دہلی اگست ۱۹۶۹ء

۱۱ اُردو میں وہابی ادب،ص ۱۷۔۲۱۔

۱۲ پروفیسر ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی، عصرِ حاضر کی اسلامی تحریکیں،ص ۶۷۔۷۳،طبع اول ۱۹۸۸ء مطبع، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس علی گڑھ

۱۳ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱/ص ۱۳۳۔۱۳۷

۱۴ حوالہ بالا ج ۱/ص ۱۴۵۔۱۴۶

۱۵ نفس مصدر ج ۱/ص ۱۴۸۔۱۴۹

۱۶ نفس مصدر ج ۱/ص ۱۵۳۔۱۵۸۔

۱۷ نفس مصدر ج ۱/ص ۱۷۱

۱۸ نفس مصدر ج ۲/ص ۵۶

۱۹ پچھم بنگال مدرسہ شکاک (ٹیچر) سمیتی،ص ۲۳ طبع علیم الدین اسٹریٹ کلکتہ ۱۷/اپریل ۲۰۰۵ء میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص ۳(بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء

۲۰ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۶۱۔۶۴

۲۱ پچھم بنگال مدرسہ شکاک (ٹیچر) سمیتی (بنگلہ حصہ میں) طبع کلکتہ، ۱۹۹۴ء

۲۲ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۸۵، ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن، ص ۲۰۶
۲۳ پچھم بنگال مدرسہ (شکاک) ٹیچر سمیتی (بنگلہ حصہ میں) ۱۹۹۴ء
۲۴ ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن ص ۲۰۰، تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۸۲
۲۵ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۹۲
۲۶ پچھم بنگال شکاک (ٹیچر) سمیتی (بنگلہ حصہ میں) طبع علیم الدین اسٹریٹ ۱۹۹۳ء۔۱۹۹۴ء
۲۷ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۹۷۔۹۸
۲۸ حوالہ بالا ج ۲/ص ۱۰۶
۲۹ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۴ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء پچھم بنگال شکاک سمیتی (بنگلہ حصہ میں) طبع ۱۹۹۳ء۔۱۹۹۴ء
۳۰ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۴ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء
۳۱ مدرسہ شکا نیتی نے وشنگو تی پورنو کدوائی کمیٹیر رپورٹ، ص ۶/ ۲۸، ستمبر ۲۰۰۲ء
۳۲ میگزین مدرسہ عالیہ کولکتہ، ص ۳، مئی ۱۹۵۱ء
۳۳ میگزین مدرسہ عالیہ کوکلکتہ، ص ۴ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء
۳۴ ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن ص ۲۵۱ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۵ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء
۳۵ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۵ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء
۳۶ مدرسہ شکا نیتی تے وشنگو نی پورنو کدوائی کمیٹیر رپورٹ ص ۶، ۲۸/ستمبر ۲۰۰۲ء
۳۷ ہسٹری آف مدرسیہ ایجوکیشن، ص ۲۵۷۔۲۵۸
۳۸ ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن، ص ۳۶۸۔۲۵۹ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۵ (بنگلہ حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء
۳۹ مدرسہ شکا نیتی تے وشنگو تی پورنو کدوائی کمیٹیر رپورٹ، ص ۶۔۷، ۲۸ ستمبر ۲۰۰۲ء
۴۰ حوالہ بالا ص۔۶۔۷، ۲۸/ستمبر ۲۰۰۲ء
۴۱ حوالہ بالا، ص ۷، ۲۸/ستمبر ۲۰۰۲ء
۴۲ پچھم بنگال مدرسہ شکاک (ٹیچر) سمیتی، ص ۲۸، طبع کلکتہ، ۲۰۰۵ء
۴۳ مدرسہ شکا نیتی تے وشنگو تی پورنو کدوائی کمیٹیر رپورٹ، ص ۱، ۲۸/ستمبر ۲۰۰۲ء
۴۴ پچھم بنگال مدرسہ ٹیچر سمیتی، ص ۲۸، طبع کلکتہ، ۲۰۰۵ء

باب سوم

باب سوم
مدرسہ عالیہ کلکتہ کا نصاب تعلیم
(شروع سے اب تک)

اکتوبر ۱۷۸۰ء بمطابق شعبان ۱۱۹۴ھ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کا افتتاح کیا گیا تھا اسی دن سے مدرسہ کا تعلیمی نصاب بھی مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں مدرسہ کا تعلیمی نصاب درسِ نظامیہ کے مطابق رکھا گیا۔ یعنی جو کتابیں درس نظامیہ میں پڑھائی جاتی تھی وہی کتابیں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بھی پڑھائی جانے لگی۔ ملا مجد الدین (جن کا شمار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے بانی مبانی میں ہوتا ہے) نے مدرسہ کے نصاب تعلیم کو درس نظامی کے مطابق ہی رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ آپ براہ راست بانئ درس نظامیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔[۱]

درس نظامیہ کی تاریخ:

درس نظامیہ کے بانی ملاّ نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۰۸۹ھ میں ہے۔ جو قصبہ سہالی اطراف لکھنؤ کے مردم خیز بستی کے رہنے والے تھے۔ مگر ان کی شہرت ان کی تصنیفات کی وجہ سے جتنی ہوئی اس سے کہیں زیادہ اس طریقہ درس سے ہوئی جس کو انھوں نے ملک میں رائج کیا تھا۔ اور آج تک قدیم مدارس میں وہی نصابِ تعلیم قدرے ترمیم و تنسیخ کے ساتھ رائج ہے۔ اس نصابِ تعلیم کی خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ ہر فن کی دو ایک مختصر کتابیں رکھی گئی ہیں۔

۲۔ ہر فن کی وہ کتابیں منتخب کی گئی ہیں جن سے زیادہ مشکل اس فن میں کوئی کتاب نہ تھی۔

۳۔ منطق و فلسفہ کی کتابیں تمام علوم کی بنسبت زیادہ ہیں۔

۴۔ حدیث کی صرف ایک کتاب مشکوٰۃ نصابِ تعلیم میں داخل ہے۔

۵۔ ادب کا حصہ بہت کم ہے۔

اس نصاب کی ترتیب میں سب سے بڑی خصوصیت جوملاّ نظام الدین صاحب کے پیشِ نظر تھی وہ یہ کہ قوت مطالعہ اس قدر قوی ہو جائے کہ نصاب کے ختم کرنے کے بعد طالب علم جس فن کی جو کتاب چاہے سمجھ سکے۔اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ درسِ نظامیہ کی کتابیں اگر اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لی جائیں تو عربی زبان کی کوئی کتاب لاینحل نہیں رہ سکتی۔اختصار کے لحاظ سے اس نصاب کو اگلے نصابوں پر ترجیح حاصل ہے، ایک متوسط ذہن طالب علم سولہ سترہ برس کی عمر میں تمام کتبِ درسیہ سے فارغ ہوسکتا ہے۔اس نصاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج تک کلکتہ سے پشاور تک جس قدر تعلیم کے سلسلے پھیلے ہوئے ہیں سب اس درس کی شاخیں ہیں۔کوئی عالم، عالم مانا نہیں جا سکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ اس نے درسِ نظامیہ کے مطابق تعلیم حاصل کی۔لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا کتابوں کی کمی بیشی ہوتی گئی۔یہاں تک کہ آج جس نصاب کو درس نظامیہ کہتے ہیں اس کا بڑا حصہ درسِ نظامیہ سے تعلق نہیں رکھتا۔بہت سی کتابیں جو آج کل درس نظامیہ میں داخل ہیں وہ ملاّ صاحب کے زمانہ میں وجود میں بھی نہیں آئی تھیں۔[۲]

ملاّ نظام الدین صاحب نے جو نصابِ تعلیم ترتیب دی تھی اور جس کو درس نظامیہ کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

صرف:	میزان منشعب، صرف میر، پنج گنج، زبدہ، فصول اکبری، شافیہ۔
نحو:	نحومیر، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی
منطق:	صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی مع میر، میر قطبی، سلم العلوم
حکمت:	میبذی، شمس بازغہ
ریاضی:	خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس مقالۂ اول، تشریح الافلاک، رسالہ قوشجیہ، شرح چغمنی
فن بلاغت:	مختصر المعانی، مطول (ما انا قلت کی بحث تک)
فقہ:	شرح الوقایہ اولین، ہدایۃ آخرین۔
اصول فقہ:	نورالانوار، توضیح، تلویح، مسلم الثبوت (مبادی کلامیہ)

علم کلام: شرح عقائد نسفی، شرح عقاید جلالی، میر زاہد، شرح مواقف

تفسیر قرآن: جلالین، بیضاوی۔

حدیث: مشکوٰۃ المصابیح۔[۳]

ملا نظام الدین کے درس نظامی سے ہٹ کر بعد کے علماء نے کچھ قدرے ترمیم و تنسیخ کے ساتھ جو درس نظامیہ مرتب کیا وہ درج ذیل ہے۔

علم صرف: میزان منشعب، پنج گنج، زبدہ، دستور المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ، فصول اکبری، شافیہ۔

علم نحو: نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی۔

علم بلاغت: تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، کامل، مطول (ما انا قلت کی بحث تک)

علم ادب: نفحۃ الیمن، نفحۃ العرب، سبعہ معلقہ، دیوان متنبّی، مقامات حریری، حماسہ

علم فقہ: شرح وقایہ، ہدایہ اولین، ہدایہ آخرین

اصول فقہ: نور الانوار، توضیح، تلویح، مسلم الثبوت

علم منطق: صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، قال اقول، میزان منطق، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، میر زاہد رسالہ، حاشیہ غلام یحیٰ، ملا بلال، اور بحر العلوم شرح سلم اور حاشیہ عبد العلی وغیرہ۔

حکمت: میبذی، صدرا، شمس بازغہ

علم کلام: شرح عقائد نسفی، خیالی، میر زاہد، امور عامہ

ریاضی: تحریر اقلیدس مقالۂ اولیٰ، خلاصۃ الحساب، تصریح، شرح تشریح، شرح چغمنی،

علم فرائض: شریفیہ، سراجی

علم مناظرہ: رشیدیہ،

علم تفسیر: جلالین، بیضاوی سورہ بقرہ

علمِ حدیث :   صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موٴطا امام مالک، موٴطا امام محمد،[۱۴]

غرض مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بھی یہی نصابِ تعلیم ابتدا سے رائج ہوا اور مدرسہ کے تمام انتظامات بھی اسی طرح رہے۔ جس طرح بانیٔ مدرسہ کے زمانہ میں تھے۔ لیکن حکومت نے ۱۷۹۱ء میں اس کو اور زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا ارادہ کیا اور ان نقائص اور عیوب کو دور کرنے کی کوشش ہونے لگی جو مدرسہ کے تعلیمی اور انتظامی امور میں پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کو حکومت کے ارادے کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ مدرسہ کے مصارف وقف کی آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں اور واقف کا مقصد اس وقف سے اسلامی علوم کی ترویج اور ترقی تھی۔ اس لیے مدرسہ کے نصاب تعلیم میں کسی قسم کی تبدیلی کی گئی تو یقیناً واقف کے منشاء کے خلاف ہوگی۔ مسلمانوں کے اس اعتراض نے حکومت کو مزید احتیاط کی طرف مجبور کیا، اور اسی سلسلہ میں حکومت نے اس وقف کی حقیقت کے انکشاف کے لیے بورڈ آف ریونیو کو تحقیق کرنے کا حکم دیا تحقیقات سے جب وقف کا کوئی ثبوت نہیں ملا تو اصلاح نافذ کرنے کی دوبارہ کوش کی جانے لگی۔

چنانچہ ۱۷۹۱ء میں بورڈ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کی نصابِ تعلیم میں تبدیلی کی اور بورڈ آف ریونیو نے مدرسہ کی بہتری اور انتظامی معاملات کو بہتر ڈھنگ سے چلانے کے لئے جہاں کچھ قوانین کی سفارش کی وہی نصاب تعلیم میں مندرجہ ذیل چند مضامین کو شامل کرنا بھی ضروری قرار دیا۔

(۱)   حکمت (طبعیات)

(۲)   ریاضی

(۳)   عقائد

(۴)   فقہ

(۵)   ہیئت

(۶)   اقلیدس

(۷) منطق

(۸) بلاغت

(۹) صرف ونحو وغیرہ ۵

مدرسہ کے نصاب میں انگریزی تعلیم کی شمولیت

مدرسہ عالیہ میں اب تک درس نظامیہ کے مطابق تعلیم وتحقیق کا سلسلہ جاری تھا اور طلبہ اس سے مستفید ہورہے تھے انگریزوں نے مسلسل اصلاح کے نام پر مدرسہ کے نصاب تعلیم کوختم کرنے کی کوشش کی۔ ان کی اصلاح کی ہرکوشش کا منشاء یہی تھا کہ اس دینی تعلیم کے ادارے کو رفتہ رفتہ ترمیم کرکے مغربی تعلیم کی شاہراہ پر ڈال دیا جائے۔ مدرسہ عالیہ کے وجود سے حکومت کوکوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس لیے حکومت کو اس کا بار برداشت کرنا ناگزیر اور تکلیف دہ ہورہا تھا۔ اور حکومت اس کوشش میں تھی کہ ان اہم فنون کوجس کی مسلمانوں کوضرورت ہوتی ہے تدریجاً کم کردیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں میں اس ادارہ کی وہ عزت باقی نہ رہے جو اب تک ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مشہور مؤرخ ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر کے خیالات کا اقتباس ہدیہ ناظرین ہے جس میں حکومت کو مدرسہ کی اصلاح کے لیے ضروری مشورہ دیا گیا ہے چنانچہ ڈاکٹر ہنٹر کا اصلاحی مشورہ تھا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نصاب سے فقہ اسلامی کو سرے سے اڑا دیا جائے لیکن ڈاکٹر ہنٹر نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ امر بھی دانش مندی سے بعید ہوگا کہ فقہ اسلامی کو مدرسہ عالیہ کے نصاب سے سرے سے حذف کردیا جائے۔ کیوں کہ اس کی تعلیم کو بند کردینے سے مسلمانوں کی موجودہ نسل کے نزدیک مدرسہ عالیہ کے وقعت نہ رہے گی۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اسلامی فقہ کے پڑھانے کا اصل مقصد مستند قاضی پیدا کرنا تھا۔ ۶ اس لیے ان کے مشورے سے حکومت انگریز نے مدرسہ عالیہ کے نصابِ تعلیم میں ۱۸۲۶ء میں ایک اور سبجکٹ انگریزی کو نصابِ تعلیم میں داخل کردیا مگر طلبہ میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ نہیں تھا اور طلبہ اس کی مخالفت کرنے لگے۔ اس لیے حکومت نے ۱۸۵۱ء میں انگریزی کو نصابِ تعلیم سے خارج کردیا۔ ۷

انگریزی کلاس کی ناکامی کے اسباب

انگریزی کلاس کی ناکام ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اب تک مسلمانوں کو اس تعلیم سے اطمینان نہ تھا۔ انھیں اس بات کا خطرہ تھا کہ غالبًا اس تعلیم کی آڑ میں حکومت مسلمانوں کو اپنے تمدن، تہذیب اور کلچر کو اپنانے کا ذریعہ بنا رہی ہے اور سب سے بڑھ کر انگریزی تعلیم کے ذریعہ جذبہ آزادی سے محروم کرنے کا مقصد رکھتی ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمان اس تعلیم کو مدتوں شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اور ان سہولتوں سے جو مغربی تعلیم کے لیے مہیا کی گئی تھیں فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ مسلمانوں کا ایک با اثر اور مضبوط طبقہ اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمان انگریزوں سے متنفر تھے۔ کیوں کہ ابھی دلوں سے وہ بات نہ بھولی تھی کہ اس قوم نے ابھی ابھی مسلمانوں کے سینکڑوں برس کی حکومت پر دھوکے اور فریب سے قبضہ کر کے انھیں ہمیشہ کے لیے ذلیل، مفلس اور غلام بنالیا تھا۔ ان کی جاگیریں ضبط کر لی تھیں۔ ان کی آمدنی کے تمام ذرائع پر غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا۔ ان کے شرفاء کے ساتھ ذلیل برتاؤ کیا اور کر رہے تھے اور ان کے متاعِ ایمان کو لوٹنے کے لیے نئے نئے حربے اپنا رہے تھے۔ مسلمانوں کو اس پر یقین کامل تھا کہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جس طرح ہر حاکم تھے اپنی محکوم اور مغلوب قوم کو اپنی زبان اپنی تہذیب مسلط کرنا چاہتے ہیں تاکہ رفتہ رفتہ وہ اپنی روایات اپنا تمدن اپنا ماضی بالکل بھول بیٹھیں۔ اور کبھی اس غلامی سے آزادی کا خیال یا آزادی کے غاصبوں سے انتقام کا جذبہ ان کے اندر پرورش نہ پا سکے۔ یہ تحقیقات اور شبہات کی حد تک نہ تھے بلکہ حقیقت بھی یہی تھی۔ [۸]

۱۸۷۱ء میں تحقیقاتی کمیٹی نے ایک انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل کی [۹]

اس کمیٹی کے ذمہ مدرسہ کے تعلیمی وانتظامی حالات کا جائزہ لے کر رپورٹ دینا تھا اس کمیٹی کے ممبران درج ذیل اشخاص کو متعین کیا گیا۔ [۱۰]

(۱) آنریبل مسٹر جسٹس نورمین (۲) مسٹر سی ایچ کمپیل (۳) مسٹر جے سٹکلیف (۴) مسٹر ایچ ایل ہریسن (۵) کیپٹن ایچ۔ ایس جیراٹ (۶) پرنس محمد رحیم الدین (۷) قاضی عبد الباری (۸) منشی عبد الرحیم خان بہادر (۹) مولوی عباس علی۔

چنانچہ کمیٹی نے مدرسہ کے تعلیمی اور انتظامی حالات کا جائزہ لینے کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کا عربی شعبہ کا نام تبدیل کر کے اینگلو عربک ڈپارٹمنٹ نام رکھنے۔ اور ڈیپارٹمنٹ کا نصاب تعلیم کو تبدیل کر کے مندرجہ ذیل کتابوں کی نفاذ کا سفارش کی۔

صرف ونحو

(۱) خبگ مرف

(۲) فصول اکبری

(۳) خبگ نحو

(۴) ہدایۃ النحو

(۵) کافیہ

(۶) شرح جامی

منطق

(۱) میزان منطق

(۲) شرح تہذیب

(۳) قطبی مع حاشیہ میر

(۴) سلم العلوم

بلاغت

(۱) مختصر المعانی

(۲) مسلاّ

فقہ

(۱) شرح وقایہ (کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب المفقود، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف،)

(۲) ہدایہ (کتاب البیوع، کتاب الاقرار، کتاب الھبہ، کتاب الاجارات، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ، کتاب الاشربہ، کتاب الوہایا)۔

اصول فقہ

(۱) نورالانوار (۲) توضیح (۳) مسلم الثبوت،

ادب عربی

(۱) نفحۃ الیمن (۲) العجب العجائب (۳) سبع معلقات (۴) مقامات حریری (۵) دیوان متنبّی۔

تاریخ

(۱) تاریخ الخلفاء (۲) شفاء قاضی عیاض

فرائض شریفیہ

فارسی: (۱) اخلاق محسن (۲) زلیخا (۳) سکندر نامہ (۴) ابوالفضل

کمیٹی نے بنگلہ کی تعلیم کو چار جماعتوں میں مندرجہ ذیل کتابوں کی سفارش کی۔

جماعت اول: (۱) برنا پریچوئے (اول دوم) (۲) کتھا مالا

جماعت دوم: (۱) بدھودایا (۲) اکھیامنجوری اول

جماعت سوم: (۱) اکھیاں منجوری دوم (۲) چارد پاٹھ اول اورقواعد

جماعت چہارم: (۱) سیتا ربن باس (۲) چارد پاٹھ دوم اورقواعد[1]

چناں چہ ۱۵/اپریل ۱۸۷۱ء کو کمیٹی نے جو نصابِ تعلیم طے کیا تھا اس کو حکومت ہند نے ۵/اگست ۱۸۷۱ء میں مزید ترمیم کے ساتھ مدرسہ کے نصاب میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جماعت اول:

(۱) سلم العلوم (۲) مسلم الثبوت کامل (۳) شفاء قاضی عیاض نصف اول (۴) ہدایہ پانچ فصلیں (۵) مقامات حریری نصف اول (۶) مطول (جتنی مطبوعہ تھی)

جماعت دوم:

(۱)متنبیّ نصف اول(۲)مختصر المعانی(نصف ثانی)(۳)توضیح کامل(۴)میر قطبی(۵)تاریخ الخلفاء (نصف ثانی)(۶)ہدایہ(چار فصلیں)

جماعتِ سوم:

(۱)نورالانوار(نصف ثانی)(۲)مختصر المعانی(نصف اول)(۳)شرح وقایہ(سات ابواب) (۴)قطبی(نصف ثانی)(۵)سبعہ معلقہ(۶)تاریخ الخلفاء(نصف اول)

جماعتِ چہارم:

(۱)سراجی کامل(۲)شرح ملّا جامی(نصف ثانی)(۳)نورالانوار(نصف اول)عجب العجائب (نصف اول)(۵)قطبی(نصف اول)(۶)شرح وقایہ(پانچ ابواب)۔

جماعتِ پنجم:

(۱)شرح تہذیب کامل(۲)شرح ملا نصف اول(۳)انوار سہیلی(دو باب)

جماعتِ ششم:

(۱)کافیہ تمام(۲)میزان منطق تمام(۳)فصول اکبری(نصف ثانی)(۴)نفحۃ الیمن (نصف آخر باب اول)(۵)اخلاق محسنی ابتدا کی پانچ فصلیں

جماعتِ ہفتم:

(۱)ہدایۃ النحو(۲)فصول اکبری(نصف اول)(۳)نفحۃ الیمن(نصف اول باب اول) (۴)شرح مائۃ عامل(۵)گلستاں(چار ابواب)

جماعتِ ہشتم:

نصاب کی تفصیل نہ مل سکی۔[۱۲]

مدرسہ عالیہ کلکتہ کی اصلاح اور نصاب تعلیم میں ازسرے نو ترتیب کی تجاویز۔

بیسویں صدی کے ابتدائی دہائی میں مسٹر ڈینسین راس مدرسہ کے پرنسپل تھے۔ انھوں نے

مدرسہ کی اصلاح اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی کوشش کی انہیں کے زمانہ پرنسپلی میں مسلمانوں کی جانب سے حکومت کے سامنے ایک نئی تجویز پیش کی گئی کہ مسلمانوں کے تعلیمی نظام کو از سر نو ترتیب دیا جائے اور ایک خاص معیار تک تعلیم کا نظام اور نصاب سبھوں کے لئے یکساں اور متحد کر دیا جائے۔ اور اس خاص معیار کے بعد تعلیم کی دو شاخیں کر دی جائیں ایک انگریزی تعلیم کے لیے جن کے نصاب تعلیم میں کچھ انگریزی اور کچھ مشرقی علوم شامل ہوں اور اس نصاب کی تعلیم کے لیے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اینگلو پرشین شعبہ کو مخصوص کر دیا جائے۔ اور دوسری شاخ عربی تعلیم کی ہو جس میں خالص مشرقی اور مذہبی علوم کی تعلیم دی جائے اور اس کے لیے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عربی شعبہ کو مخصوص کر دیا جائے تاکہ تعلیم سے فارغ ہونیکے بعد ایک خوشحال معاشی زندگی میں قدم رکھنے کے قابل ہو جائیں لیکن حکومت نے غور کرنے کے بعد اس تجویز کو قابل قبول نہیں سمجھا کیوں کہ اعلیٰ حکام کا یہ خیال تھا کہ انگریزی تعلیم پر جتنا زیادہ وقت صرف کیا جائے گا اتنا ہی مشرقی علوم میں کمی کر دینی پڑے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مشرقی علوم میں مہارت حاصل کرنے کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا اور ایسے طلبہ کو نہ تو انگریزی کی پوری قابلیت ہوگی اور نہ وہ عربی کے ماہر بن سکیں گے۔ اس کے مقابلہ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ اس مسئلہ کا بہتر حل یہ ہے کہ وہ طلبہ جو مدرسہ کے عربی شعبہ میں پڑھتے ہیں اگر انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں تو پہلے عربی تعلیم ختم کر لیں اس کے بعد نئے سرے سے اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ میں کسی مناسب جماعت میں داخلہ لیں اور انگریزی تعلیم میں مہارت پیدا کریں۔ اسی طرح وہ طلبہ جو اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ کے طالب علم ہیں عربی پڑھنے کی خواہش رکھتے ہیں تو پہلے انھیں انگریزی تعلیم ختم کر لینی پڑے گی اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو عربی شعبہ کی کسی مناسب جماعت میں داخلہ لیں دونوں تعلیم کو ملا جلا کر دونوں کی مٹی پلید کرنے کا کوئی بھی حامی نہ ہوا اس لیے مسلمانوں کی تجویز غیر مفید سمجھی گئی اور مسترد کر دی گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد مشرقی علوم کے حامیوں نے ایک بالکل مخالف تجویز پیش کی کہ مدرسہ کے اسلامی تعلیم پر اتنا زور دیا جائے اور اس کا معیار اتنا بلند کر دیا جائے کہ اس نظام تعلیم کی پوری پوری تکمیل ہو جائے اور صوبہ بنگال کے طلبہ کو پھر اس کی ضرورت باقی نہ رہے کہ وہ ہندوستان کے دوسرے تعلیمی مرکزوں میں

تکمیل کی تکلیف اٹھائیں اس کے علاوہ یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ آئندہ مدرسہ کی تعلیم کی تکمیل کے بعد خصوصی سندیں اور ڈگریاں بھی دی جائیں جوان کی تعلیمی قابلیت کی سند ہوں چوں کہ اس تجویز کو رد کئے جانے کا کوئی جواز حکومت کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس لیے حکومت نے اس مسئلہ پر تفصیلی غور کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر کسی وجہ سے یہ مسئلہ صرف فائلوں کی زینت بن کر ختم ہوگیا۔ البتہ اس کا اثر اتنا ہوا کہ حکومت نے اپنی قرارداد نمبر ۱۳۱۷، ۲۴رفروری ۱۹۰۳ء میں عارضی طور پر حدیث، تفسیر، تاریخ اور جغرافیہ کا اضافہ نصاب تعلیم میں منظور کرلیا۔[۱۳]

۱۹۰۷ء میں مسٹر آرل ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن نے مدارس کی تعلیمی صورت حال اور نصاب تعلیم کی تجدید کے سلسلے میں ایک بہت بڑی کانفرنس طلب کی یہ کانفرنس محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کے نام سے مشہور ہے۔

اس کانفرنس میں ملک کے طول وعرض سے اکیاون مندوبین نے شرکت کی کانفرنس میں بنگال میں مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال، مدارس کا معیاراوراس کا نصاب تعلیم اور خاص طور سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تعلیمی صورت حال اور نصاب تعلیم پر غور وخوض ہوا۔ ان مسائل پر بحث مباحثہ کے بعد تین سب کمیٹی تشکیل کی گئی۔ پہلی کمیٹی کے ذمہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ٹائٹل امتحان کے نفاذ کی ضرورت اور مصلحت نصاب تعلیم کو جانچنا اور انگریزی تعلیم اوراس کے متعلقات کے بارے میں تبادلہ خیال کرنا تھا۔ دوسری کمیٹی کے ذمہ مکاتب کی تعلیمی ترقی پر غور کرنا تھا اور تیسری کمیٹی کے ذمہ اس بات کا فیصلہ کرنا تھا کہ بنگال میں اردو زبان کی تعلیم کو کیا حیثیت ملنی چاہئے۔ ان تینوں کمیٹیوں کی رپورٹ ماہ مارچ ۱۹۰۸ء میں موصول ہوئی اور ۲۳راپریل ۱۹۰۸ء کو کانفرنس کا دوسرا اجلاس کمیٹی کی سفارشات کو منظور کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ اس اجلاس نے بڑے غور وخوض اور بحث ومباحثہ کے بعد مدرسہ کے نظام تعلیم کو تین شعبہ جات میں تقسیم کر دیا اوراس کا نصاب تعلیم الگ سے مرتب کیا۔ مدرسہ کے نظام تعلیم کو جن تین اہم شعبوں میں تقسیم کیا گیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) جونیر (۲) سینیر (۳) ٹائٹل

جونیر شعبہ کے نظام تعلیم کو مندرجہ ذیل چھ سالہ مدت تک متعین کر دیا گیا۔

جونیر جماعتوں کا سابق نظام تعلیم	جونیر جماعتوں کا مجوزہ نظام تعلیم
۱۔ درجہ دہم (الف)	جونیر سال اول
= (ب)	جونیر سال دوم
۲۔ درجہ نہم	جونیر سال سوم
۳۔ درجہ ہشتم	جونیر سال چہارم
۴۔ درجہ ہفتم	جونیر سال پنجم
۵۔ درجہ ششم یا جونیر سال اول	جونیر سال ششم
۶۔ درجہ پنجم یا جونیر سال دوم	یہ سینئر سال اول کی جماعتوں میں داخل کر دیا گیا

سینئر کے نظام تعلیم کو پانچ سالہ قرار دیا گیا	سینئر سال اول (جونیر سے منتقل ہو کر بنا)
سینئر سال اول	سینئر سال دوم
سینئر سال دوم	سینئر سال سوم
سینئر سال سوم	سینئر سال چہارم
سینئر سال چہارم	سینئر سال پنجم

آرل کانفرنس کے دوسرے اجلاس مورخہ ۲۲/اپریل ۱۹۰۸ء میں فیصلہ کیا گیا کہ ٹائٹل کی جماعت کھولی جائے۔ اور اس کو تین سالہ قرار دیا گیا۔

سینئر سال پنجم	ٹائٹل سال اول
—	ٹائٹل سال دوم (جدید)
—	ٹائٹل سال سوم (جدید)

ٹائٹل جماعت کو مندرجہ ذیل چار شعبوں میں تقسیم کر دیا۔

۱۔ حدیث تفسیر و عقائد اور تاریخ اسلام

۲۔	فقہ، اصول فقہ	اور تاریخ اسلام
۳۔	ادب عربی بلاغت و معانی	اور تاریخ اسلام
۴۔	منطق فلسفہ	اور تاریخ اسلام [۱۴]

آرل کمیٹی کی مجوزہ نصاب تعلیم مندرجہ ذیل ہیں۔

جونیر کا نصاب تعلیم

جونیر سال اول:	فن۔	اسباق ف ہفتہ	نصاب تعلیم
	(۱) مشق خط	۳ گھنٹے	....
	(۲) حساب	۶ گھنٹے	عدد کی پہچان، گنتی دس تک پہاڑا ابتدائی زبانی حساب
	(۳) اردو	۹ گھنٹے	اردو قاعدہ، اردو کی پہلی کتاب (حمایت الاسلام)
	(۴) فارسی	۶/۲۴ گھنٹے	زبان تعلیم، گردان، مفرد الفاظ
جونیر سال دوم	(۱) مشق خط	۳ گھنٹے	....
	(۲) حساب	۸ گھنٹے	۱۶ تک پہاڑا۔ ایک ہزار تک شمار اور معمولی جمع
	(۳) اردو	۱۰ گھنٹے	چند پند اردو ریڈر دوم (پنجاب اسکول کا سلسلہ)
	(۴) فارسی	۹/۳۰ گھنٹے	زبانی بات چیت، زبانی قواعد، فارسی کی پہلی
جونیر سال سوم	(۱) مشق خط	۳ گھنٹے	
	(۲) حساب	۸ گھنٹے	ہزار تک لکھنا، نشانات کا استعمال سکہ، وزن، رقبہ وغیرہ کا میزان جمع، تفریق اور تقسیم
	(۳) اردو	۱۰ گھنٹے	منتخبات الحکایات، اردو کی تیسری (انجمن) اردو کی تیسری (پنجاب کا سلسلہ)
	(۴) فارسی	۹/۳۰ گھنٹے	زبانی سوال و جواب زبانی قواعد، فارسی کی دوسری (پنجاب کا سلسلہ)

جونیر سال چہارم

(۱)	حساب	۶ گھنٹے	مشترک ذواضعاف اقل، مشترک مقسوم علیہ اعظم کسور طریقہ وجدانی
(۲)	تاریخ ہند	۳ گھنٹے	عہدِ اسلامی، تاریخ ہند مولوی عبدالکریم
(۳)	جغرافیہ ہند	۳ گھنٹے	اپر پرائمری جغرافیہ ریڈر
(۴)	اردو	۷ گھنٹے	اردوئے معلّٰی غالب مسدس حالی
(۵)	فارسی	۲ گھنٹے	(انگریزی پڑھنے والوں کے لیے اختیاری) گلدستہ دانش، مفتاح القواعد
(۶)	عربی	۹/۳۴ گھنٹے	عربی ادب حصہ اول (سررشتہ تعلیم پنجاب) مفتاح الادب حصہ اول میزان ومنشعب اُردو

جونیر سال پنجم

(۱)	حساب	۲ گھنٹے	کسور اعشاریہ کا جمع تفریق ضرب اور حساب تجارت
(۲)	تاریخ ہند	۳ گھنٹے	ہند اور برٹش حکومتیں از تاریخ ہند مولوی عبدالکریم
(۳)	جغرافیہ ہند	۳ گھنٹے	اپر پرائمری جغرافیہ ریڈر
(۴)	اردو	۷ گھنٹے	انشاء نویسی، آب حیات، انتخابِ دیوان میر چھوٹے جملوں کی تشریح
(۵)	فارسی	۲ گھنٹے	انشاء نویسی۔ خط نویسی، پیرایہ خرد، مفتاح القواعد
(۶)	عربی	۹/۳۴ گھنٹے	درایۃ الادب، ہدایۃ الادب مفتاح القواعد دوم وسوم

جونیر سال ششم:۔

(۱)	حساب	۸ گھنٹے	طریقہ وجدانی کے مشکل مسائل کشور اعشاریہ مجذور، اصول ثلثہ کے مشکل مسائل رقبہ

(۲)	جغرافیہ	۲ گھنٹے	دنیا کے حصے، سمندر، ممالک، بڑے بڑے شہر، گلوب اور نقشوں کا استعمال مڈل ورنا کیولر جغرافیہ۔
(۳)	اردو	۶ گھنٹے	انشاء مضامین کا خلاصہ کرنا، سودا، انیس اور انشاء کے کلام کے بڑے بڑے جملوں کی تشریح
(۴)	فارسی	۶ گھنٹے	انشاء میٹریکولیشن کلکتہ یونیورسٹی کا فارسی نصاب
(۵)	عربی	۳۴/۱۲ گھنٹے	قلیوبی، ہدایۃ النحو، فصول اکبری اردو ترجمہ وتحریر عربی ۱۵؎

سینئر کا نصابِ تعلیم

سینئر سال اول

(۱)	حساب	کسور اعشاریہ کا جمع تفریق ضرب اور حساب تجارت۔ طریقہ وجدانی کے مشکل مسائل، کشور اعشاریہ، مجذور، اصول ثلثہ کے مشکل مسائل رقبہ۔
(۲)	صرف ونحو	کافیہ، شافیہ
(۳)	ادب عربی	المنتخبات العربیہ، نفحۃ الیمن نثر
(۴)	تحریر عربی	....
(۵)	ترجمہ عربی	اردو کی چھوٹی چھوٹی کتابوں سے ترجمہ
(۶)	فقہ	منیۃ المصلی (سنی) نجات العباد (شیعہ)
(۷)	فارسی	سرمایۂ خرد (انگریزی پڑھنے والوں کے لیے اختیاری)
(۸)	تحریر وانشاء	....

سینئر سال دوم

(۱)	اقلیدس	اقلیدس حصہ اول اردو
(۲)	صرف ونحو	کفایہ، شافیہ
(۳)	ادب عرب	مستطرف جلد اول (نامناسب ابواب خارج)

(۴) ترجمہ — اردو سے عربی

(۵) فقہ — شرح وقایہ جلد اول، سراجی (ابتدا سے ذوی الارحام تک) (سنی) شرائع الاسلام نصف اول (شیعہ)

(۶) اصول فقہ — اصول حسامی (سنی) معالم الاصول (شیعہ)

(۷) منطق — میزان المنطق

(۸) فارسی — دیوان حافظ، اخلاق ناصری، ترجمہ وتحریر (انگریزی پڑھنے والوں کے لیے اختیاری)

سینیر سال سوم

(۱) اقلیدس — (اقلیدس حصہ اول اور دوم (۳۲ سے ۴۳ تک)

(۲) نحو — مفصل نصف اول

(۳) عربی ادب — قصیدہ ابن الفارض (ابتدائی تین قصیدے) مقدمہ ابن خلدون فصل اول، تفسیر جلالین (ثلث اول)

(۴) ترجمہ — اردو سے عربی ترجمہ

(۵) فقہ — شرح وقایہ جلد دوم (نکاح، رضاعت، طلاق، ایمان لقیط، لقطہ، مفقود، شرکت، اور وقف (سنی) شرائع الاسلام نصف آخر (شیعہ)

(۶) اصول فقہ — توضیح فصل اول (سنی) تلخیص (شیعہ)

(۷) منطق — شرح تہذیب اور قطبی (تصدیقات فقط)

(۸) بلاغت — مختصر المعانی (ابتدا سے احوال مسند کے ختم تک)

(۹) فارسی ادب وانشاء — حبیب السیر، منطق الطیر، انشاء فارسی، (انگریزی پڑھنے والوں کے لیے اختیاری)

سینیر سال چہارم

(۱) اقلیدس اقلیدس حصہ سوم اردو

(۲) عربی ادب دیوان متنبّی (حرف با کے ختم تک) تفسیر جلالین باقی حصے

(۳) نحووترجمہ عربی شرح جامی نصف ثانی، اردو سے عربی ترجمہ

(۴) فقہ ہدایہ جلد۳ (بیوع، صرف، اقرار، اجارہ،) (برائے سنی)

شرح لمعان (برائے شیعہ)

(۵) اصول فقہ توضیح باب دوم (برائے سنی) قوانین ایک ثلث (برائے شیعہ)

(۶) منطق قطبی (تصدیقات) سلم العلوم (تصورات)

(۷) بلاغت مختصر المعان (احوال متعلقات فعل سے وجہ شبہ تک)

(۸) عقائد شرح عقائد نسفی نصف اول (برائے سنی) شرح باب حادی عشر (برائے شیعہ)

(۹) حکمت میبذی (طبعیات) الدروس الاربعہ (نصف اول)

(۱۰) فارسی ادب وتحریر تاریخ اوصاف، حدیقہ سنائی، قصائد فانی (انگریزی پڑھنے والوں کے لیے اختیاری)

سینئر سال پنجم

(۱) اقلیدس اقلیدس حصہ چہارم اردو

(۲) عربی ادب وعربی ترجمہ معلقات، مقامات حریری پانچ مقامہ، مشکوٰۃ المصابیح (برئے سنی) من لایحضرہ الفقیہ (برائے شیعہ) اردو سے عربی ترجمہ

(۳) فقہ ہدایہ جلد۴ (شفع، ذبائح، اضحیہ، کراہیہ، اشربہ، رہن (برائے سنی)

شرح لمعان (برائے شیعہ)

(۴) اصول فقہ مسلم الثبوت، مفاکہ ثانی کے ختم تک (برائے سنی) قوانین باقی حصے (برائے شیعہ)

(۵) منطق — سلم العلوم (تصدیقات)

(۶) بلاغت — فرائد (فن ثانی کے ختم تک)

(۷) عقائد — شرح عقائد نسفی (نصف ثانی) (برائے سنی) تنزیہہ الانبیاء نصف اول (برائے شیعہ)

(۸) حکمت — میبذی (نصف ثانی) الدروس الاولیہ (نصف ثانی)

(۹) فارسی — مثنوی مولانا روم، قصیدہ خاقانی، انشاء فارسی (انگریزی پڑھنے والوں کے لیے اختیاری)

ٹائٹل کا نصاب تعلیم

سال اول

(۱) ادب عربی — مقامات حریری ۶ مقامہ سے ۱۰ تک، کتاب الآغانی جلد اول (نصف اول) بانت سعاد، حماسہ (باب الحماسہ)

(۲) حدیث — جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح مسلم (برائے سنی) اصول کافی (برائے شیعہ)

(۳) تفسیر — بیضاوی (برائے سنی) تفسیر صافی (برائے شیعہ)

(۴) بلاغت — فرائد (ابتداء فن ثالث سے قوانین اول کے ختم تک)

(۵) عقائد — عقائد جلالی (برائے سنی) تنزیہہ الانبیاء نصف ثانی (برائے شیعہ)

(۶) حکمت و منطق — صدراً (ابتدا سے بحث زماں تک، شمس بازغہ، قاضی مبارک (ابتدا سے بحث موضوع تک) حمد اللہ (ابتدا سے بحث شرطیات تک)

نوٹ: سال اول کے نصاب کی تکمیل کے طلبہ کو اختیار ہوگا کہ مندرجہ ذیل گروپ میں سے جس کو چاہیں خصوصی مہارت کے لیے اختیار کریں۔

(الف) حدیث و تفسیر و عقائد

ٹائٹل سال دوم

فن	مقررہ کتابیں
(۱) تفسیر	کشاف کامل (برائے سنی) وسائل (برائے شیعہ)
(۲) حدیث	ابوداؤد، نسائی (برائے سنی) وسائل (برائے شیعہ)
(۳) عقائد	شرح مقاصد (برائے سنی) شوراق (برائے شیعہ)

ٹائٹل سال سوم

(۱) تفسیر	تفسیر طبری کامل (برائے سنی) مجمع البیان (برائے شیعہ)
(۲) حدیث	صحیح بخاری، صحیح مسلم (برائے سنی) استبصار (برائے شیعہ)
(۳) عقائد	شرح مواقف (برائے سنی) شرح تجدید (برائے شیعہ)

(ب) فقہ واصول فقہ

ٹائٹل سال دوم

(۱) فقہ	ہدایہ جلد اول وجلد دوم، فتح القدیر جلد اول ودوم (برائے سنی) قواعد نصف اول (برائے شیعہ)
(۲) اصول فقہ	تحریر ابن الہمام، تلویح (برائے سنی) رسالہ شیخ مرتضٰی (برائے شیعہ)

ٹائٹل سال سوم

(۱) فقہ	ہدایہ جلد سوم وجلد چہارم فتح القدیر جلد سوم وجلد چہارم (برائے سنی) قواعد علامہ نصف ثانی (برائے شیعہ)
(۲) اصول فقہ	اصول بزدوی مع شرح کشف (برائے سنی) رسالہ شیخ مرتضٰی نصف ثانی (برائے شیعہ)

(ج) ادب ومعانی وبلاغت

ٹائٹل سال دوم

(۱) ادب	مقامات حریری کامل، حماسہ کامل، کتاب الآغانی جلد اول

(۲) بلاغت مفتاح العلوم للسکاکی کامل

ٹائٹل سال سوم

(۱) ادب نہج البلاغۃ، کتاب الاغانی

(۲) بلاغت اسرار البلاغہ عبد القاہر الجرجانی کامل،

(د) حکمت و منطق

ٹائٹل سال دوم

(۱) منطق شرح متعالی کامل، اسفار اربعہ کامل،

(۲) حکمت شرح اشارات کامل، شرح چغمنی (نصف اول)

ٹائٹل سال سوم

(۱) منطق افق المبین کامل، منطقیات الشفاء

(۲) حکمت الٰہیات الشفاء، شرح چغمنی (نصف ثانی)

نوٹ: فن تاریخ ہر گروپ کے ساتھ لازم ہے لیکن کوئی خاص کتاب متعین نہیں کی گئی ہے۔[16]

۱۹۰۷ء میں آرل کمیٹی نے جو نصاب تعلیم تجویز کیا تھا حکومت نے اس کو نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ۱۰-۱۹۰۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ اور دیگر مدارس میں مجوزہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کو نافذ کر دیا گیا۔ لیکن مشرقی بنگال اور آسام جو اس وقت تک الگ صوبہ کی حیثیت رکھتے تھے انھوں نے آرل کانفرنس کی رپورٹ پر عمل درآمد کرنے سے انکار کر دیا (حالانکہ اس سے پہلے تینوں صوبوں کا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم یکساں تھا) اور وہ اس بات پر مصر تھے کہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم یکسر بدل دیا جائے چنانچہ ان دونوں صوبوں کے مناصب پر فائز حضرات نے ۱۰-۱۹۰۹ء ہی میں ایک کانفرنس اپنے ہم خیال لوگوں کی ڈھاکہ میں طلب کی تاکہ اس بات پر غور کیا جا سکے کہ آرل کمیٹی کے تجاویز کس حد تک قابل قبول ہیں اور کتنی قابل ترمیم ہیں۔ اس کانفرنس نے چند ذیلی کمیٹی بھی بنائیں تاکہ آرل کمیٹی کی اسکیم کی تجویز پر پوری طرح غور کیا جا سکے اس کمیٹی کا اجلاس ہوا اور یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ آرل کمیٹی کی

تجاویز مشرقی بنگال وآسام کے لئے نا قابل قبول ہیں اور اس تعلیم کے نفاذ کے لئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا لیکن حکومت نے اس سلسلے میں کوئی حکم صادر نہیں کرسکی۔ ۱۹۱۲ء میں ایک کانفرنس پھر طلب کی گئی کانفرنس نے نصاب تعلیم کو حکومت کے سامنے پیش کیا یہ تجاویز ابھی حکومت کے زیر غور رہی تھیں کہ ۱۹۱۲ء میں متحدہ بنگال پھر وجود میں آگیا اور مشرقی بنگال وآسام کا صوبہ ختم ہوگیا اور اس طرح پھر اس ترمیم نصاب کا مسئلہ ملتوی ہو کر رہ گیا۔ ۱۷

۱۵۔۱۹۱۴ء میں حکومت بنگال نے محمڈن ایجوکیشن اڈوائزری کمیٹی کی تشکیل کی۔ اس کمیٹی کی سفارش سے مدارس کی تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اولڈ اسکیم اور نیو اسکیم۔ اولڈ اسکیم کے تحت صرف مدرسہ عالیہ کلکتہ کو باقی رکھا گیا۔ اور باقی صوبہ کے دیگر مدارس کو نیو اسکیم میں شامل کرلیا گیا۔ ۱۸

۱۹۱۵ء کے ریفارم اسکیم کو تقریباً تمام مدارس نے قبول کرلیا تھا اور صرف مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی ایک ایسا مدرسہ چھوڑ دیا گیا تھا جس میں مسلمانوں کے بچے خالص اسلامی اور دینی تعلیم حاصل کرسکیں۔ حکومت کو اس کا خیال پیدا ہوا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نصاب تعلیم میں مزید ترمیم وتنسیخ کردی جائے اور موجودہ نصاب کو ایسا نصاب تعلیم بنا دیا جائے کہ مدرسہ عالیہ سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ کو ملک کے کسی دوسرے علمی مرکز میں تکمیل کے لئے جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ چنانچہ اسی غرض سے ایک کمیٹی فروری ۱۹۱۵ء میں زیر صدارت مسٹر اے۔ ایچ ہارلے پرنسپل مدرسہ عالیہ کولکتہ مقرر کی گئی۔ کمیٹی کا جلسہ جولائی ۱۹۱۵ء میں ہوا اور نصاب میں قدرے ترمیم کی تجویز بھی طے کی گئی۔ لیکن یہ ترمیم کچھ اتنی عام نوعیت کی تھیں کہ ان پر کوئی عملی اقدام کرنا ممکن نہ تھا اس لئے حکومت نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور نہ کوئی حکم صادر کیا۔ ترمیم نصاب کا مسئلہ کچھ دنوں تک کے لئے ملتوی ہوگیا۔ لیکن ۱۹۲۱ء میں پھر یہی سوال پیدا ہوا چنانچہ اس مسئلہ کو ختم کرنے کے لئے گورنمنٹ نے پھر ایک کمیٹی ۱۹۲۱ء میں مقرر کی جس کی صدارت کے لئے شمس الہدیٰ صاحب کو نامزد کیا اور مسٹر بٹلر اسسٹینٹ ڈائرکٹر تعلیمات کو سکریٹری مقرر کیا گیا۔ ۱۹

کمیٹی نے مدرسہ کی عام انتظامی حالت، شعبہ عربی کا مجوزہ نصاب تعلیم (جس کو ۱۹۰۸ء آرل کمیٹی نے تجویز کی تھی) تحقیقات کی ۱۵ / اپریل ۱۹۲۱ء کو کمیٹی کا پہلا اجلاس اور ۶ / جولائی ۱۹۲۱ء کو کمیٹی کا

دوسرا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دو ذیلی کمیٹی بنادی گئی ایک مدرسہ کے انتظامی امور پر غور کرنے کے لئے اور دوسرا نصاب تعلیم کی ترمیم وتنسیخ کے لئے نصاب تعلیم کی ترمیم وتنسیخ کے لئے جو کمیٹی مقرر کی گئی وہ درج ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

۱۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین۔

۲۔ مولانا ماجد علی

۳۔ مولانا مبارک کریم

۴۔ مولوی سید محمد حیدر

۵۔ مولانا محمد اسحاق

۶۔ حافظ عبدالرزاق

۷۔ خان بہادر محمد موسیٰ سکریٹری

۹۔ اے۔ ایچ۔ ہارلے

۱۰۔ شمس العلماء میر محمد

۱۱۔ حکیم سید محمد شیر

۱۲۔ مولوی سعید الحسین

۱۳۔ مولانا محمد مظہر

کمیٹی نے تحقیقات کے بعد یہ محسوس کیا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کا عربی شعبہ اسلامی علوم کے مرکز ہونے کی شہرت کھو چکا ہے اور بظاہر اس ناکامی کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

(الف) نصاب تعلیم متوازن نہیں ہے۔

(ب) طلبہ اور اساتذہ کے آپس میں ملنے جلنے کے مواقع جیسا کہ ہندوستان کے دوسرے مشہور (مدارس رامپور، دیوبند، ندوۃ العلماء) میں ہیں یہاں نہیں ہیں۔

(ج) تصنیف وتالیف یا ریسرچ کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔

(د) مدرسہ کے انتظامی امور بھی تشفی بخش نہیں ہیں۔

(ہ) مدرسہ کے اکثر طلبہ مشرقی بنگال کے رہنے والے ہیں لیکن اس کے باوجود بنگالی مسلمان مدرسہ کے تعلیمی عہدوں پر نہیں لیے جاتے ہیں۔

کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ اور کمیٹی نے سفارش کی مدرسہ کی تعلیمی ترقی کے لئے ایک نیا نصاب تعلیم نافذ کیا جائے اور جونیر اور سینئر سال اول و دوم کا ذریعہ تعلیم اردو ہو اور سینئر کی اعلیٰ دو جماعتوں اور ٹائٹل جماعت میں عربی زبان میں پڑھایا جائے۔

اور کمیٹی نے مندرجہ ذیل امور کی بھی سفارش کی

۱۔ جو طالب علم سینیئر سال چہارم تک انگریزی اختیاری فن کی حیثیت سے پڑھ چکا ہو کلکتہ یونیورسٹی کے میڈ یکولیشن کے انگریزی ادب کے پرچے میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد انہیں سرٹیفکٹ دی جائے۔

۲۔ انگریزی گروپ کے طلبہ کو ٹائٹل سال اول اور سال دوم کے اختتام پر آئی۔ اے اور بی اے کے صرف انگریزی پرچوں کے امتحان میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے اور کامیابی حاصل کرنے پر انہیں آئی۔ اے اور بی اے کی انگریزی زبان میں کامیابی کی سند دی جائے۔

۳۔ جو طلبہ بی اے کی انگریزی پرچوں میں کامیاب ہو چکا ہے اسے عربی فارسی اور انگریزی کے ایم اے کے امتحان میں شرکت کی اجازت دی جائے اور بی ایل کی جماعتوں میں بھی داخلہ کی اجازت دی جائے۔

۴۔ جو طلبہ مدرسہ سے پاس ہو اس کے بعد پھر اس نے یونیورسٹی سے ڈگریاں حاصل کی ہیں انہیں عربی اور فارسی کے لکچرار اور پروفیسر مقرر کرنے میں ترجیح دی جائے اگر وہ انگریزی کی اچھی استعداد رکھتا ہو۔ کمیٹی نے مدرسہ کے نظام تعلیم کو تین شعبوں میں تقسیم کیا (۱) جونیئر (۲) سینئر (۳) ٹائٹل، جونیر چھ سال کا کورس اور سینئر چار کا کورس اور ٹائٹل دو سال کا کورس تجویز کیا۔ اور درجہ ذیل امور کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

(۱) سینئر سال دوم کے اختتام پر سرکاری امتحان ہوا کریں گے اس میں کامیابی حاصل کرنے پر ایک سند دی جائے گی اس کو عالم کہا جائے گا۔

(۲) سینئر سال چہارم کے اختتام پر سرکاری امتحان ہوا کریں گے اس میں کامیابی حاصل کرنے پر ایک سند دی جائے گی اس کو فاضل کہا جائے گا۔

(۳) ٹائٹل سال دوم کے اختتام پر سرکاری امتحان ہوا کریں گے اس میں کامیابی حاصل کرنے پر انہیں ممتاز المحد ثین، ممتاز الفقہا، ممتاز الادباء، ممتاز الحکماء اور ممتاز الاطباء کی سندیں ان کی فن کے اعتبار سے دی جائیں گی۔

کمیٹی نے یہ بھی تجویز کیا کہ کامیاب امیدواروں کو تین درجے میں رکھا جائے گا۔

۶۰ فی صدی کو اول درجہ میں، ۴۵ فیصدی کو دوسرے درجہ میں اور ۳۶ فیصدی کو تیسرے درجہ میں رکھا جائے گا۔

۲۳ر نومبر ۱۹۲۵ء میں کمیٹی کی رپورٹ ڈائرکٹر تعلیمات نے حکومت کے سامنے پیش کردیا حکومت نے اس رپورٹ پر تقریباً ڈیڑھ سال تک غور فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ ٹائٹل کے امتحان میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ امیدوار ہر فن میں ۴۰ فیصدی اور مجموعہ میں پچاس فیصدی نمبر حاصل کرے ۶۶ فیصدی حاصل کرے گا اس کو درجہ اول میں باقی کو درجہ دوم میں رکھا جائے گا۔ درجہ دوم کے نیچے کامیابی کا کوئی درجہ نہ ہوگا حکومت نے جماعت ٹائٹل کے صرف ممتاز المحد ثین اور ممتاز الفقہاء کو مشروط طور پر منظور کر کے ۲۹ راگست ۱۹۲۷ء سے نفاذ کا فیصلہ صادر کردیا۔

مندرجہ بالا کمیٹی کی سفارش کی روشنی میں حکومت وقت نے نصاب میں ضروری ترمیم و تنسیخ کے لئے نصاب کمیٹی کے افراد کو متوجہ کیا اور انہوں نے اجلاس طلب کر کے کافی بحث و مباحثہ کے بعد درجہ ذیل نصاب تجویز کیا جو حکومت نے پاس کردیا۔[۲۰]

جونیر سال اول:

(۱) صرف: میزان، منشعب، کامل

لازمی (۲) فارسی: فارسی کی پہلی۔صفۃ المصادر (نصف اول) املانویسی

(۳) اردو: اردو کی دوسری

(۴) حساب: جمع۔تفریق

(۵) تجوید:

(اختیاری)(۶) انگریزی: New English Course of Indian Schools, Long Primer

(۷) بنگلہ نبہ شاہتیہ پاٹھ

جونیر سال دوم

لازمی (۱) ادب عربی وقواعد: باکورۃ الادب مصری حصہ اول۔سلاسل القرأۃ حصہ اول۔پنج گنج خاصیت ابواب تک۔نحو میر۔جمل (باترکیب) نظم مأۃ عامل

(۲) فارسی: فارسی کی دوسری۔صفۃ المصادر (نصف ثانی) املانویسی

(۳) اردو: اردو کی تیسری۔مشق خط۔

(۴) حساب: ضرب، تقسیم (مفرد) آسان سوالات

(۵) تجوید: قرأت کی عملی تعلیم

(اختیاری)(۶) انگریزی: Star of English

(۷) بنگلہ: شاہتیہ موکل

جونیر سال سوم

لازمی (۱) ادب عربی وقواعد: قلیوبی، فصول اکبری (مخارج حروف تک) ہدایۃ النحو (مذکر مؤنث کی بحث تک) ترجمہ عربی

(۲) منطق: ایساغوجی۔میزان منطق

(۳) فارسی: گلستاں باب اول بوستاں باب دوم مفتاح القواعد حصہ دوم (ایک ثلث) ترجمہ فارسی

(۴) اردو: معلم التہذیب حصہ دوم (نصف ثانی) مشق خط

(۵) حساب: مشترک مقسوم علیہ اعظم و ذو اضعاف اقل

(۶) تاریخ وجغرافیہ: تاریخ ہند (عہد پٹھان) ابتدائی جغرافیہ ایشیا

(اختیاری)(۷) انگریزی: New English Course for Indian Schools or Star of Indian Reader No.3 Child's Easy Grammer.

(۸) بنگلہ: شاہتیہ شوپن

جونیر سال پنجم

(۱) ادب عربی وقواعد: اخوان الصفا (ابتدائی حصے) فصول اکبری۔ کافیہ۔ ترجمہ عربی

(۲) فقہ: منیۃ المصلی (نصف اول سنی) ہدایۃ الہدایہ (نصف اول شیعہ)

(۳) منطق: مرقاۃ

(۴) فارسی: اخلاق محسنی (منتخب ابواب) مفتاح القواعد (ایک ثلث) فارسی ترجمہ وتحریر۔

(۵) اردو: معلم التہذیب جلد چہارم (نصف اول) اورتحریر

(۶) حساب: اصول تناسبہ

(۷) تاریخ: عہدِ مغلیہ اورنگ زیب تک۔

(۸) جغرافیہ: یورپ

(اختیاری)(۹) انگریزی: New English Course for Indian Schools or Star of Indian Reader (vi)

(۱۰) بنگلہ: ملتاہارا۔ بنگلہ قواعد۔

جونیر سال ششم

(۱) عربی ادب وقواعد: مستطرف (منتخب حصے) شرح جامی (مفعول فیہ تک) ترجمہ عربی۔

(۲) فقہ: منیۃ المصلی (نصف ثانی برائے سنی) ہدایۃ الہدایہ (نصف ثانی برائے شیعہ)

(۳) منطق: شرح تہذیب

(۴) فارسی: انوار سہیلی (منتخب حصے) فارسی ترجمہ وتحریر۔

(۵) اردو: معلم التہذیب حصہ چہارم (نصف ثانی) اردو تحریر۔

(۶) حساب: اعادۂ ماسبق

(۷) تاریخ: تاریخ ہند (عہد اورنگ زیب سے جنگ پلاسی تک)

(۸) جغرافیہ: اعادۂ ماسبق وباقی ممالک کے حالات

(اختیاری)(۹) انگریزی: New English Course for Indian Schools or Star of India Reader (V)

(۱۰) بنگلہ: سرل ساہتیہ۔ بنگلہ قواعد۔

سینیر سال اول:

(لازمی)(۱) فقہ واصول فقہ: شرح وقایہ جلد اول۔ نور الانوار (بحث حروف معانی تک) سراجی (بحث ذوی الارحام تک) مختصر نافع (نصف اول) زبدۃ الاصول (نصف اول برائے شیعہ)

(۲) ادب وتاریخ: تاریخ تیموری۔ دیوان علی۔ مختصر المعانی (ابتداء سے ابواب مسند تک تاریخ اسلام (سیرت النبی ﷺ) ترجمہ عربی

(۳) منطق ومناظرہ: قطبی تصورات۔ رشیدیہ (ابتدا سے پانچویں بحث تک) اقلیدس حصہ اول

(اختیاری)(۴) انگریزی: Greeman's Popular Taies Child's Easy Grammer.Elementry Grammer

(۵) فارسی: سکندر نامہ رقعاتِ عالم گیری

(۶) اردو: دربار اکبری، اردو انشا نویسی

(۷) طب: کلیات قانونچہ، کلیات مجیز، جمعیات مجیز

سینئر سال دوم:

(لازمی)(۱) حدیث وتفسیر: مشکوٰۃ المصابیح مع مقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کتاب الدعوات تک۔جلالین سورہ یونس (سنی) وسائل شیعہ (ایک ثلث) عمرۃ البیان (ایک ثلث شیعہ)

(۲) فقہ واصول فقہ: شرح وقایہ جلد دوم، نورالانوار (سنی) مختصر نافع، زبدۃ الاصول (شیعہ)

(۳) ادب وتاریخ: مقامات ہمدانی، (ابتدائی پانچ مقامہ) حماسہ باب الادب والاضیاف مختصر المعانی (احوال مسند فن بیان تک عربی تحریر

(۴) منطق وحکمت: قطبی (تصدیقات) ہدایۃ الحکمت (نصف اول)

(اختیاری)(۵) انگریزی: Robinson Crusor Gulliver's Travels, Children's Trusury Children's Treasury

(۶) فارسی: قصیدہ عرفی (مدح حکیم عبدالفتح تک)

(۷) اردو: اردوئے معلیٰ غالب، اردو انشاء نویسی

(۸) طب: کلیات، اقسرائی، شرح اسباب (منتخب حصے)

سینیر سال سوم:

(لازمی)(۱) حدیث وتفسیر: مشکوٰۃ المصابیح، جلالین (برائے سنی) وسائل شیعہ، عمدۃ البیان (برائے شیعہ)

(۲) فقہ، اصول فقہ اور علم کلام: ہدایہ جلد سوم، توضیح، شرح عقائد نسفی (سنی) شرائع الاسلام، معالم الاصول، شرح تجرید (شیعہ)

(۳) ادب وتاریخ: مقامات زمخشری (پانچ مقامہ) متنبّی (انتخاب) مختصر المعانی (فن بیان سے ختم تک) تحریر عربی، تاریخ اسلام (مختصر لکچر خلافت بنوامیہ، خلافت عباسیہ متوکل تک)

(۴) منطق وحکمت: ہدایۃ الحکمت (نصف ثانی) سلم العلوم (تصدیقات)

(۵)انگریزی: Arabian Nights Boys odessey,Stories formodel Tesment, Children Treasury, Grammat Dral Composition Translation from Urdu into English.

(۶)فارسی: ظہیر فاریابی (منتخب حصہ) ابوالفضل (منتخب حصہ) فارسی تحریر

(۷)اردو: آب حیات نصف اول، اردو انشاء

(۸)طب: سالمیات (منتخب حصے)

سینیر سال چہارم:

(لازمی) (۱) حدیث وتفسیر: مشکوٰۃ المصابیح، جلالین (سنی) وسائل شیعہ عمدۃ البیان (شیعہ)

(۲) فقہ، اصول فقہ وعلم کلام: ہدایہ جلد چہارم، مسلم الثبوت، شرح عقائد نسفی نصف ثانی (سنی) معلم الاصول، شرح باب حادی عشر (شیعہ)

(۳)ادب وتاریخ: مقامات حریری (پانچ مقامہ) سبع معلقات، (چار معلقات) مطول (منتخب حصہ) تاریخ اسلام (خلافت متوکل سے خلافت عباسیہ کے ختم تک) (خلافت اندلس وفاطمیہ مصر)

(۴) منطق وحکمت: میبذی (الٰہیات) سلم العلوم (تصدیقات)

(اختیاری)(۵)انگریزی: Lvanoc Lamb's Tales Falk Tales Bengali Lahiri's Selected Poems Roul and Webbe's Grammer Translation and Eassay Writting.

(۶)فارسی: مثنوی شریف دفتر اول۔ وقائع نعمت خان عالی فارسی تحریر،

(۷)اردو: آب حیات۔ اردو انشا نویسی

(۸) طب: معالجات سدیدی، شرح اسباب،

ٹائٹل سال اول: (حدیث وتفسیر گروپ)

(۱)حدیث: ترمذی کامل، ابن ماجہ کامل، ابوداؤد کامل،

(۲)اصول حدیث: شرح نخبۃ الفکر،

(۳)تفسیر: بیضاوی (سورہ بقرہ (نصف اول) کشاف (سورہ بقرہ)

(۴) تاریخ اسلام: اعادۂ ماسبق برائے شیعہ من لایحضرہ الفقیہ۔ کلینی تفسیر مجمع البیان۔ عیون اخبار رضا (فقہ، اصول فقہ وکلام گروپ)

درمختار، الاشباہ والنظائر، تلویح، شرح مقاصد، حجۃ اللہ البالغہ، تاریخ اسلام (سنی) مفاتیح، شرح لمعہ شرح تجرید (برائے شیعہ)

(ادب گروپ)

کتاب الآغانی نہض البلاغۃ، دیوان نابغہ، دیوان زہیر، لامیہ شنفری، بانت سعاد، دلائل الاعجاز، عروج المفتاح، تاریخ ادب عربی، تاریخ اسلام،

(منطق وحکمت گروپ)

شرح بحرالعلوم (تصورات) حمد اللہ، ملاجلال ومیرزاہد، رسالہ میرزاہد وغلام یحیٰ، صدرا، تشریح الافلاک، تاریخ الاسلام

(طب گروپ)

کلیات نفیسی، معالجات قانون، مطب عملی، تاریخ اسلام

ٹائٹل سال دوم: (حدیث وتفسیر گروپ)

(برائے سنی) جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، تفسیر بیضاوی (سورہ بقرہ نصف آخر) تفسیر کبیر (سورہ فاتحہ)

(برائے شیعہ): اصول کافی، فروغ کافی، استبصار، تفسیر مجمع البیان، تاریخ اسلام (برائے شیعہ وسنی) اعادۂ ماسبق

(فقہ واصول وکلام گروپ)

(برائے سنی): درمختار، الاشباہ والنظائر، مسلم الثبوت، شرح مواقف

(برائے شیعہ): مفاتیح، شرح لمعہ، قوانین، شرح تجدید، تاریخ اسلام (برائے سنی وشیعہ)

اعادۂ ماسبق

(ادب گروپ)

کتاب الآغانی، مقامات حریری، نہج البلاغۃ، دیوان امرأ القیس، دیوان القامۃ الاجل، دیوان اعشی، اسراء البلاغۃ، الکتاب تاریخ الادب قیروانی۔ تاریخ اسلام اعادۂ ماسبق

(منطق، حکمت وہیئت گروپ)

شرح اشارات، قاضی مبارک، الٰہیات الشفاء، شمس بازغۃ، شرح چغمنی، تاریخ اسلام

(طب گروپ)

کلیات، حمیات، قانون، مطب عملی۔[۲۱]

اور سب کمیٹی نے اس کے شعبوں کے مطابق ٹائٹل پاس کرنے والوں کو اس کی ڈگریاں دینے کی تجویز پاس کی جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) تاج المحدثین (۲) تاج الفقہا (۳) تاج الادباء (۴) تاج الحکماء

لیکن ڈاکٹر راس پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ، اور مولوی احمد ہیڈ مولوی مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مشورہ سے تاج کے بجائے فخر کا لفظ استعمال کیا گیا۔[۲۲]

مدرسہ عالیہ کلکتہ میں انگریزی تعلیم

آرل کانفرنس میں انگریزی تعلیم کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سینئر سال پنجم پاس کر لینے کے بعد دو برس تک انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی سہولت فراہم کی جائے گی جو طلبہ انگریزی تعلیم میں استعداد پیدا کرنا چاہتے ہوں۔ وہ ان کلاسوں میں داخلہ لے کر انگریزی پڑھ سکتے ہیں۔[۲۳]

جولائی ۱۹۰۸ء میں آرل کمیٹی کی رپورٹ حکومت بنگال کے سامنے پیش ہوئی۔ حکومت نے

تمام سفارشیں منظور کرلیں اور اگست ۱۹۰۸ء میں اس کی منظوری کی اطلاع ڈائرکٹر تعلیمات کو بھیج دی گئی۔

چنانچہ ۱۰۔۱۹۰۹ء سے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں آرل کمیٹی کی تجاویز کو نافذ کردیا گیا۔ اور ساتھ ہی جماعتوں کی از سر نو تنظیم کردی گئی۔ جونیر کی چھ جماعتیں سینئر کی پانچ جماعتیں اور تین ٹائٹل کی جماعتوں کا اضافہ کیا گیا۔ ٹائٹل کے شعبوں میں سے صرف حدیث وتفسیر کے شعبہ کا افتتاح ۱۹۰۹ء میں کیا گیا۔[۲۴]

۱۹۴۶ء میں حکومت بنگال نے ریفارم اور اولڈ اسکیم کے مدارس کے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کرنے کے لئے مورخہ ۴؍جولائی ۱۹۴۶ء میں معظم الدین کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی۔

اس کمیٹی کا پہلا اجلاس ۱۲؍جولائی ۱۹۴۶ء کو کلکتہ میں منعقد ہوا کمیٹی نے تبادلہ خیالات کے بعد دو ذیلی کمیٹیوں کو تشکیل دی۔ پہلی کمیٹی کے ذمہ مدارس قدیم کے نصاب تعلیم پر غور کرنا تھا۔ اور دوسری کمیٹی کو ریفارم مدارس کے نصاب پر غور کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ پہلی کمیٹی کے افسران نے قدیم مدارس کے نصاب تعلیم کے سلسلے میں غور وفکر کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز کی سفارش کی۔

۱۔ ہر مدرسہ خواہ قدیم ہو یا جدید پرائمری کا شعبہ نصاب تعلیم قدرے ترمیم کے ساتھ رکھنا ضروری ہوگا۔

۲۔ پرائمری کی تمام جماعتوں سے انگریزی کی تعلیم خارج کردی جائے گی۔

۳۔ (الف) مسلمانوں کے پرائمری اسکول کا نصاب جنرل اسکول سے الگ ہونا چاہئے مسلمانوں کے پرائمری اسکولوں میں اسلامی تعلیم کا نصاب لازمی جز کی حیثیت سے ہونا چاہئے۔ مکاتب کو بھی مسلمانوں کی تعلیم کے لئے دوبارہ زندہ کرنا چاہئے۔

(ب) مسلمانوں کے جداگانہ پرائمری اسکولوں میں عربی کی تعلیم۔

تیسرے درجہ سے شروع ہوگی۔

(ج) جنرل پرائمری اسکولوں میں بھی قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم کا بندوبست ہونا چاہئے

۴۔ (الف) اولڈ اسکیم مدارس کی جونیئر جماعتوں میں بنگلہ لازمی زبان کی حیثیت سے پڑھائی جائے گی۔

(ب) جونیر کے اوپر جماعتوں میں بنگلہ اختیاری زبان کی حیثیت سے شامل نصاب ہوگی۔

۵۔ (الف) اولڈ اسکیم اور نیو اسکیم کے مدارس کے پرائمری شعبہ میں جماعت سوم سے اُردو کی تعلیم داخل کی جائے گی۔

(ب) تمام مدارس میں جماعت سوم سے جماعت ششم تک اُردو کی تعلیم لازمی ہوگی اور اس کے اوپر کی جماعتوں میں اُردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت حاصل ہوگی۔

۶۔ جونیر کی جماعتوں کی تعلیمی زبان بنگلہ اور اُردو دونوں ہوگی اور امتحان بھی دونوں زبانوں میں ہوا کرے گا لیکن عالم اور فاصل کی جماعتوں میں تعلیمی زبان اُردو یا عربی ہوگی اور کامل (ٹائٹل) کی جماعتوں میں تعلیمی زبان عربی ہوگی۔

۷۔ اولڈ اسکیم مدارس کی مدت تعلیم پرائمری تعلیم کے بعد یہ ہوگی۔

جونیر	۴ سال
عالم	۴ سال
فاضل	۲ سال
کامل (ٹائٹل)	۲ سال

۸۔ اولڈ اسکیم مدارس کے طلبہ کے لئے آئندہ چار سرکاری امتحان ہوا کریں گے۔

(الف) جونیئر کی تعلیم کے بعد جس میں صرف جونیر چہارم کی تعلیم کا امتحان ہوگا۔

(ب) عالم کی تعلیم کے بعد عالم سال سوم اور سال چہارم کی تعلیم کا امتحان ہوگا۔

(ج) فاضل کی تعلیم کے بعد فاضل اول اور فاضل دوم کی تعلیم کا امتحان ہوگا۔

(د) کامل کی تعلیم کے بعد ہر دو سال کی تعلیم پر امتحان ہوگا۔

۹۔ (الف) فارسی اور انگریزی میں سے کوئی ایک زبان جونیر طلبہ کے لئے لازمی ہوگی۔

(ب) مندرجہ ذیل فنون میں سے کوئی دو فن عالم طلبہ کے لئے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔

بنگلہ، اُردو، فارسی، انگریزی اور اقتصادیات

نوٹ:۔ مختلف درجات کی تعلیم میں مندرجہ ذیل فنون اور زبانیں داخل ہوگی۔

زبان: ا۔ پرائمری: عربی، بنگلہ، اُردو

۲۔ جونیئر عربی، بنگلہ، اُردو، فارسی اور انگریزی میں سے کوئی ایک۔

۳۔ عالم:۔ عربی اور اُردو، انگریزی اور فارسی میں سے کوئی دو

۴۔ فاضل:۔ عربی اور اُردو بنگلہ، انگریزی اور فارسی میں سے کوئی ایک۔

فنون:۔ ا۔ پرائمری: عربی، بنگلہ، اردو، دینیات، حساب، جغرافیہ اور اصول صحت۔

۲۔ جونیئر شعبہ: عربی ادب، صرف ونحو، فقہ، حساب، تاریخ، جغرافیہ، ابتدائی سائنس، بنگلہ، انگریزی اور فارسی میں سے کوئی ایک

۳۔ عالم شعبہ: عربی ادب، نحو وترجمہ قرآن، حدیث، فقہ، فرائض، منطق، مناظرہ، اصول فقہ، بلاغت، تاریخ اسلام، انگریزی، فارسی، بنگلہ، اُردو اور اقتصادیات میں سے کوئی دو۔

۴۔ فاضل:۔ عربی ادب، قواعد وانشاء، حدیث، واصول حدیث، تفسیر واصول تفسیر، فقہ اصول فقہ، کلام، حکمت جدید، منطق (جدید وقدیم) تصوف، انگریزی، فارسی، بنگلہ، اور اقتصادیات میں سے کوئی ایک۔

کمیٹی کے تجاویز مورخہ ۳۰ راپریل ۱۹۴۷ء کو حکومت کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے نفاذ کی سفارش کی گئی۔ چنانچہ حکومت نے غور وفکر کے بعد مورخہ ۴ رجولائی ۱۹۴۷ء میں مجوزہ نصاب تعلیم اور دیگر تجاویز اولڈ اسکیم مدارس میں عملی جامعہ پہنانے کا حکم صادر کردیا۔ لیکن ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء میں ملک کو آزادی ملی اور ساتھ ہی ساتھ ملک دوحصوں میں تقسیم ہوگیا۔ تو مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اکثر اساتذہ اور اسٹاف ڈھاکہ منتقل ہوگئے اور ڈھاکہ میں مدرسہ عالیہ ہی کے نام پر مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور ان تجاویز کا نفاذ عملاً وہاں ہوسکا لیکن مدرسہ عالیہ کلکتہ ملک کے خراب حالات کی وجہ سے دوسال تک مستقل بند رہا۔ اور اس کا نفاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں نہ ہوسکا۔ [۲۵]

تقسیم ملک کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کا نصاب تعلیم

۱۹۴۹ء میں جب مدرسہ عالیہ کلکتہ دوبارہ جاری ہوا۔تو پرانے نصاب کے مطابق مدرسہ کی نصاب تعلیم جاری ہوا حکومت وقت نے باقاعدہ دوبارہ مدرسہ بورڈ کے قیام کا فیصلہ کیا بوڑد نے اپنے قیام کے بعد ہی ایک کمیٹی بھی بنائی جس کے صدر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل مولانا سعید احمد اکبر آبادی تھے چناں چہ اسی کمیٹی نے موجودہ حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسا نصاب رائج کرنا چاہا جو ایک طرف نئی اور پرانی اسکیم کے فرق وامتیاز کو مٹادے۔اور دوسری جانب مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کو اس قابل بنادے کہ وہ علم اور تعلیمی اداروں میں کام کرنے کے علاوہ حکومت کے مختلف شعبوں میں بھی کام کرسکیں اسی مقصد کے لئے بورڈ نے ایک سب کمیٹی بنادی تھی ۲۶ چناں چہ کمیٹی نے ایک نیا نصاب تعلیم مرتب کر کے بنگال حکومت کے سامنے پیش کیا تھا۔حکومت بنگال نے ان سفارشات کوالتوا میں ڈال دیا۔لہذا وہی پرانے نصاب کے مطابق تعلیم جاری رہی۔۲۷

۱۹۷۸ء میں مصطفے بن قاسم کمیٹی قائم ہوئی۔کمیٹی نے حکومت بنگال سے مطالبہ کیا کہ سینئر مدارس کے نصاب تعلیم کو تبدیل کی جائے اور مدت تعلیم کو سولہ سالہ قرار دی جائے اور اس سلسلے میں ۱۹۷۹ء میں بنگال کے وزیر تعلیم کے پاس ایک درخواست دی۔حکومت نے اس کو منظور کر کے اس کی نفاذ کا فیصلہ کردیا۔چنانچہ ۱۹۸۱ء سے مجوزہ نصاب تعلیم اور مدت تعلیم مغربی بنگال کے سینئر مدارس میں نافذ کیا گیا مصطفے بن قاسم کمیٹی نے سینئر مدارس کی تعلیم کو تین درجہ میں تقسیم کی۔پرائمیری، جونیئر اور سینئر، پرائمری، چار سال کا کورس جونئر چار سال کا کورس اور سینئر آٹھ سال کا کورس قرار دیا۔۲۸

مجوزہ نصاب تعلیم مندرجہ ذیل ہے۔

پرائمری

سال اول:- اسمائے حسنیٰ، آسان نماز کی تعلیم، قاعدۂ بغدادی، آسان پاٹھ پہلا حصہ، بنگلہ پہلا حصہ، حساب پہلا حصہ۔

سال دوم:- قرآن مجید (عم پارہ سورہ فاتحہ سے سورہ نشر تک) آسان نماز کی تعلیم، آسان پاٹھ دوسرا حصہ، حساب (غنتو ملک) دوسرا حصہ، پرانے زمانے کی کہانی، سماجی پہچان۔

سال سوم:- قرآن مجید (عم پارہ مکمل) اُردو قاعدہ، تعلیم الاسلام پہلا حصہ (بنگلہ) مدارج العربیہ، کشلوئے تیسرا حصہ، کشلوئے بیا کارون وراچونا، حساب (غنتو ملک) تیسرا حصہ، بھوگال (جغرافیہ) سائنس، تاریخ۔

سال چہارم:- پورے قرآن مجید، تعلیم الاسلام دوسرا حصہ (بنگلہ) مدارج العربیہ، اُردو پہلی

وقاعدہ، کشلو ئے چوتھا حصہ، بچپن کے بنگلہ بیا کارون وراچونا، حساب (غنو ملک) چوتھا حصہ، تاریخ، حقیقی سائنس،

جونیئر

سال اول:- دینی تعلیم کا رسالہ (تیسرا حصہ) قرآن مجید، قاری القرآن، عربی ورڈ بوک، (word book) قصص النبیین (پہلا حصہ) عزیز المبتدی، عزیز النحاۃ، کشلو ئے (تیسرا حصہ) ہندوستانی زبان، حساب، جغرافیہ، تاریخ، سائنس، اُردو دوسری، انگریزی۔

(1)Wow to Learn-A Graup oosec Teachers

(2) Learning Word Biil- Mondal, mondalry

سال دوم:- مالا بدمنہ (اُردو) قاری القرآن۔ قصص النبیین (دوسرا حصہ) عزیز النجاۃ، عزیز المبتدی، آسان عربی تعلیم، بنگلہ بیا کارون وراچونا، تاریخ پچم بنگال، انبیاء کی کہانی، اُردو تیسری، حیاتیات (Biology) حساب، انگریزی۔

(1)Learing English W.B.B.S.E

(2)Easy steps to Elementary English Haradhan Ghosh

سال سوم:- نورالایضاح۔ قاری القرآن، القرآۃ الراشدہ دوسرا حصہ۔ عربی کا معلم (پہلا حصہ) کتاب النحو، شرح مائۃ عامل، کتاب الصرف، اُردو چوتھی، بنگلہ راچونا، ہندوستانی راچونا، حساب، درمیانی دور کی تاریخ، اسلامی تاریخ، جغرافیہ کی پہچان، حیاتیات سائنس کی پہچان، حقیقی سائنس، انگریزی

(1)Learning English (stepii) W.B.B.S.E

(2)Learning English

سال چہارم:- ترجمہ عم پارہ، قدوری، القراۃ الراشدہ دوسرا حصہ، اصول الشاشی، ہدایت النحو، ، کتاب الصرف، عربی کا معلم (دوسرا حصہ) بنگلہ، ہندوستانی راچونا، حساب، اسلامی تاریخ، حیاتیات سائنس، تاریخ کی کہانی، جغرافیہ کی آسان پہچان، انگریزی۔

(1)Learing English (step3) W.B.B.S.E A

(2)New method English Gramer.Tran.and Com. Dev umorchatterjee

سینئر

عالم سال اول۔ مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن سے ختم تک، جلالین ۲۶ پارہ سے ختم تک،

نورالانوار ، شرحِ وقایہ جلد ثانی، مختارات (نثر) المنتخاب العربیۃ (نظم) معلم الانشاء (دوسرا حصہ) تلخیص المفتاح ،سراجی ،کافیہ،شافیہ،تاریخ اسلام (پہلا حصہ) بنگلہ زبان (بیا کارون) حساب ،سائنس، حیاتیات سائنس،موڈن جغرافیہ،انگریزی۔

(1)Learning English (IV) W.B.B.S.E.

(2)New Horizon- Turner- Chakraborty

عالم سال دوم:۔ مشکوۃ المصابیح (کتاب الصید سے کتاب الفتن تک) جلالین (پہلا پارہ سےسورہ یونس تک) نورالانوار ،شرح وقایہ جلدثانی، المختارات (نثر) المنتخاب العربیہ (نظم) معلم الانشا (دوسرا حصہ) تلخیص المفتاح ،سراجی ،کافیہ،شافیہ،تاریخ اسلام (دوسرا حصہ) بنگلہ،سائنس،جغرافیہ،حساب،انگریزی ،۔

(1)Learning English(Step-v) W.B.B.S.E

(2)Learning English, Graar and Aiding Learning English.K.Dutta ۲۹

فاضل سال اول

۱۔ **تفسیر**

(الف) تفسیر الجلالین ۔ من سورۃ النمل الیٰ آخر سورۃ الجاثیۃ

(ب) تاریخ التفسیر ۔ القرن الثانی الھجری۔

للمراجعات (۱) طبقات المفسرین للسیوطی (ب) الفھرست لابن الندیم (ج)مفتاح السعادۃ۔

۲۔ **حدیث(الف) مشکوٰۃ المصابیح کتاب ا لفتن تماماً**

(ب) تاریخ الحدیث القرن ا لثانی الھجری

للمراجعات ۔ (ا)مفتاح السنۃ للخولی (ب) الفھرست لابن الندیم (ج) بستان المحدثین للشیخ عبد العزیز (د) تذکرۃ الحفاظ للذھبی ۔

۳۔ **فقہ**

(الف) شرح الوقایہ۔ کتاب الایمان، کتاب اللقیط، کتاب اللقطۃ ، کتاب المفقود، کتاب الشرکۃ ، کتاب الوقف۔

(ب) الھدایۃ ۔ کتاب الذبائح و کتاب الاضحیۃ

(ب) تاريخ الفقه ـ القرن الاول الهجرى

٤ ـ **اصول الفقه**

نور الانوار من بحث الحقيقة الىٰ آخر بيان احكام المشروعة

٥ ـ **علم الكلام و المنطق و الحكمة**

(الف) الكلام ـ شرح الفقه الاكبر – من اول اصل التوحيد الىٰ آخر جميع افعال العباد من الحركة والسكون ـ

(ب) المنطق ـ المرقات – من اول الكتاب الىٰ آخر مبحث القضايا ـ

(ج) الحكمة – هداية الحكمة – الفن الثالث فى العنصريات ـ

٦ ـ **الادب العربى، القسم الاولى (القديم)**

(الف) قسم النثر ـ المقامات للحريرى ـ المقامة الاولىٰ

(ب) قسم النظم قصيدة البردة ـ للبصيرى ـ فى منع هوى النفس (١٦ / ابيات) فى ذكر جها د النبى (٢٢ / ابيات)

ديوان المتنبى ـ قال يمدح ابا على هارون ـ

٧ ـ **العرب العربى، القسم الثانى (الحديث)**

(الف) قسم النشر ـ العبرات ـ للمنفلوطى ـ (١) اليتيم (٢) الحجاب (٣) الهاوية ـ

(ب) قسم النظم احمد شوقى (١)العلم والتعليم وواجب المعلم (٢)صقرقريس. (٣) البلابل التى رباها البوم. (٤)السلوقى والجواد ـ

٨ ـ **الادب العربى ، القسم الثالث (تاريخ ادب العرب والبلاغة والعروض)**

(الف) قسم تاريخ الادب العربى ـ من العصر الجاهلى الى عصر الخلفاء الراشدين

(ب) قسم البلاغة تلخيص المفتاح ـ من احوال متعلقات الفعل الىٰ آخر علم البيان ـ

(ب) قسم علم العروض ـ الاوزان الاساسية وتفاعيلها ـ البحر الطويل ، البحر الوسيط، الوافر ، المدير، الكامل ، الرجز، الرمل، الخفيف، الثقيل، المتقارب ، المنشرح ، الحجر ، المبتحث، المكسب، المضارع ـ

المراجعات ـ مختصر المعانی (فی علم العروض)

۹ـ **الادب العربی، القسم الرابع (النحو والترجمه والانشاء)**

(الف) قسم النحو   شرح الکافیه لملّا جامی ـ بحث الفعل ـ للمراجعات –

(۱)مبادی العربیة للسرطونی (الجزء الثانی)

(۲) شرح الالفیة لابن عقیل ـ

(ب) قسم الترجمة والانشاء

(۱) الترجمه من العربیة الیٰ اللغة المحلیة

(۲) الترجمه من اللغة المحلیة الیٰ العربیة

(۳) الانشاء

۱۰ـ **تاریخ الاسلام**

تاریخ الاسلام للاستاد ابی المکارم فضل الوھاب ـ خلافة بنی امیه

۱۱ـ **المواد الاضافیة**

انگریزی / بنگله / اردو / فارسی ـ انتخاب ھائر سکنڈری

فاضل سال دوم

۱ـ **تفسیر**

(الف) تفسیر الجلالین – من سورة الاسراء الیٰ آخر سورة الشعراء

(ب) تاریخ التفسیر ـ القرن الثالث الھجری ـ

للمراجعات ـ

(الف) طبقات المفسرین للسیوطی

(ب) الفهرست لابن الندیم .

(ج) مفتاح السعادة ـ

۲ـ **حدیث**

(الف) مشکوٰة المصابیح – من اول کتاب الفتن الیٰ آخر کتاب الجهاد وکتاب الرقاق تماماً ـ

(ب) تاریخ الحدیث ـ القرن الثالث الهجری.

للمراجعات - (الف) مفتاح السنة للخولى. (ب) الفهرست لابن النديم ـ (ج) بستان المحدثين للشيخ عبد العزيز. (د) تذكرة الحفاظ للذهبيؒ.

٣ـ **فقه**

(الف) الهداية ـ من كتاب البيوع الىٰ كتاب الصرف و كتاب الاقرار تماماً

(ب) تاريخ الفقه القرن الثانى الهجرى.

٤ـ **اصول الفقه**

نور الانوار من بيان احكام المشروعة الىٰ بحث الاستحسان

٥ـ **علم الكلام و المنطق و الحكمة**

(الف) الكلام ـ شرح الفقه الاكبر- من بحث الله تعالىٰ خالقها الىٰ مبحث الله تعالىٰ يهدى من يشاء الىٰ صراط مستقيم.

(ب) المنطق ـ المرقات - من اول التناقض الىٰ آخر الكتاب ـ

(ج) الحكمة ـ هدايه الحكمة- الفلكيات.

٦ـ **الادب العربى، القسم الاول (القديم)**

(الف) قسم النثر المقامات للحريرى - المقامة الثانية.

(ب) قسم النظم قصيدة بانت سعاد ـ لكعب بن زهير- تماماً ديوان المتنبى- قال يمدح و ذكر بناء مدرسة.

٧ـ **الادب العربى، القسم الثانى (الحديث)**

(الف) قسم النثر العبرات ـ للمنفلوطى (١) الشهداء (٢) العقاب

(ب) قسم النظم الشمس - الى رجال الدنيا الجديدة ـ الىٰ الانجليز

٨ـ **الأدب العربى- القسم الثالث (تاريخ الادب و البلاغة و العروض)**

(الف) قسم تاريخ الادب العربى من عصر بنى امية الىٰ آخر

(ب) قسم البلاغت تلخيص المفتاح من علم البيان الى آخر علم البديع

(ج) قسم العروض الوزان الاساسية وعليها البحر الطويل، البحر الوسيط، الوافير، المدير، الكامل، الرحمز، الرمل، الحفيظ، الثقيل، المتقارب، المنتشرح الحجر، المبتحث، المكسب، المضارع للمراجعات- مختصر المعانى

(علم العروض)

٩ـ **الأدب العربى، القسم الرابع (النحو والترجمة والإنشاء**

(الف) قسم ـ النحو شرح الكافية لملا جامى، بقية بحث الفعل والحرف

للمراجعات

(١) مبادى العربية للسرطونى (الجزء الثانى)

(٢) شرح الالفية لابن عقيل

(ب) قسم الترجمة والإنشاء (١) الترجمه من العربية الىٰ اللغة المحلية (٢) الترجمة من اللغة المحلية الى العربية. (٣) الإنشاء

١٠ـ **تاريخ الإسلام**

تاريخ الإسلام تاريخ الاسلام الاستاذابى المكارم فضل الوهاب الخلافة العباسية

١١ـ **المواد الإضافية.**

انگریزی / بنگله

کامل سال اول

١ـ تفسير

(الف) تفسير جلالين ـ من سورة الاعراف الىٰ آخر سورة النحل

(ب) اصول التفسير. الفوز الكبير للشيخ شاه والى الله الدهلوى (النصف الاول)

(ج) تاريخ التفسير ـ القرن الرابع الهجرى

للمراجعات (الف) طبقات المفسرين للسيوطى

(ب) الفهرست لابن النديم (ج) مفتاح السعادة

٢ـ حديث

(الف) مشكوٰة المصابيح. من كتاب الجنائز الىٰ آخر كتاب البيوع

(ب) اصول الحديث. المقدمة للشيخ عبد الحق الدهلوى (النصف الاول)

(ج) تاريخ الحديث. القرن الرابع الهجرى

للمراجعات– (الف) مفتاح السنة للخولى (ب) الفهرست لابن النديم

(ج) بستان المحدثين للشيخ عبد العزيز (د) تذكرة الحفاظ للذهبىؒ.

۳ . فقه

(الف) الهداية. من كتاب الهبة الىٰ آخر كتاب الإجارة و كتاب الشفعة و كتاب الكراهية تماماً

(ب) تاريخ الفقه . القرن الثالث الهجرى

٤ ـ اصول الفقه نور الانوار من مبحث الإجتهاد الىٰ مبحث الاهلية .

٥ . علم الكلام و المنطق و الحكمة

(الف) الكلام ، شرح العقائد للنسفى النصف الاول

(ب) المنطق ، شرح التهذيب التصورات

(ج) الحكمة ،هداية الحكمة الطبيعيات

٦ ـ الادب العربى، القسم الاول (القديمى)

(الف) قسم النثر، المقامات للحريرى المقامة الثالثة

(ب) قسم النظم المعلقات السبعة المعلقة الاولىٰ لامرء القيس و المعلقة الثانية للطرفة

٧ـ الادب العربى ، القسم الثانى الحديث

(الف) قسم النثر الايام، الدكتور طه حسين من الإبتداء الىٰ صفحه ٧٨

(ب) قسم النظم الشوقيات ـ احمد شوقى

(١) الجامعه من صفحه ١٥٨-١٥٩

(٢) ذكرى المولد صفحه ٦٥ (١٧ ابيات) حافظ ابراهيم (١) الاعتذار الىٰ احمد الشوقى ص: ١٨٤- ١٨٥ (٢) اللغة العربية ص: ٢٥٣-٢٥٥ . جميل صدقى الزهاوى (١) الىٰ اهل الحق ص: ٣٩١-٣٩٣

٨ـ الادب العربى، القسم الثالث (البلاغة و النقد)

(الف) قسم البلاغت ،مختصر المعانى، من المقدمة الىٰ احوال المسند

(ب) قسم النقد مقدمة طبقات الشعراء لابن قتيبةؒ.

٩ . الادب العربى، القسم الرابع (الترجمة و الانشاء و تاريخ الادب العربى)

(الف) قسم الترجمة و الإنشاء (١) الترجمه من العربية الىٰ اللغة المحلية (٢)

الترجمه من اللغة المحلية الى العربية

(ب) قسم تاريخ الادب العربى

(۳) الانشاء

تاريخ الادب العربى بمصر واندلس ، ص: ۷۵۰-۹۰۰

۱۰. تاريخ الاسلام.

تاريخ الاسلام للاستاد ابى المكارم فضل الوهاب. العصر العباسى

كامل سال دوم

۱ ـ تفسير

(الف) تفسير الجلالين ـ من سورة البقرة الىٰ آخر سورة الانعام

(ب) اصول التفسير الفوز الكبير للشيخ شاه ولى الله الدهلوى (النصف الآخر)

(ج) تاريخ التفسير القرن الخامس الهجرى

۲. حديث

(الف) مشكوٰة المصابيح ـ من كتاب الايمان الىٰ آخر كتاب الصلوٰة

(ب) اصول الحديث ـ المقدمة للشيخ عبد الحق النصف الاخير

(ج) تاريخ الحديث القرن الخامس الهجرى

للمراجعات (۱) مفتاح السنة للخولى (۲) الفهرست لان النديم

(۳) بستان المحدثين للشيخ عبد العزيز (٤) تذكرة الحفاظ للذهبى

۳. فقه

(الف) الهداية ـ كتاب الاشربة ، كتاب الرهن، كتاب الوصايا.

(ب) تاريخ الفقه القرن الرابع

٤. اصول الفقه

مسلم الثبوت لمحب الله البهارى، من الابتداء الىٰ المقالة الثانية .

٥. علم الكلام

(الف) الكلام شرح العقائد للنسفى (النصف الاخير)

(ب) المنطق شرح التهذيب التصديقات

(ج) الحكمة هداية الحكمة الالٰهيات

٦. الادب العربى، القسم الاول (القديم)

(الف) قسم النثر المقامات للحريرى۔ المقامة الرابعة

(ب) قسم النظم المعلقات السبعة المعلقة الرابع للبيد والمعلقة الخامسة لعمرو بن كلثوم.

٧. الادب العربى، القسم الثانى (الحديث)

(الف) قسم النثر للدكتور طه حسين. من ص: ٧٦ الىٰ آخر الكتاب

(ب) قسم النظم الشوقيات

أحمد شوقى (١) صقر قريش تماماً ص: ٢١٤-٢٢٣

(٢) الرحلة الىٰ اندلس، ص: ٥٤-٦١

حافظ ابراهيم (١) غلاء الاسعار، ص: ٣١٦-٣١٧

(٢) رثاء الاستاذ الشيخ محمد عبده، ص: ١٤٤-١٤٦

جميل صدقى الزهاوى (١) جميل وبثينة، ص: ٣٠٠-٣٠٣

٨. الادب العربى، القسم الثالث (البلاغة والنقد)

(الف) قسم البلاغة، مختصر المعانى من احوال المسند الىٰ آخر المعانى

(ب) قسم النقد مقدمه لابن خلدون، ص: ٥٤٥-٥٨٨

٩. الادب العربى، القسم الرابع (الترجمه والانشاء وتاريخ الادب العربى)

(الف) قسم الترجمة والانشاء

(١) الترجمة من العربية الىٰ اللغة المحلية

(٢) الترجمة من اللغة المحلية الىٰ العربية

(٣) الإنشاء

(ب) قسم تاريخ الادب العربى

تاريخ الادب العربى بمصر واندلس، ص: ٩٠١-١٠٥٠

١٠. تاريخ الاسلام

تاريخ الاسلام للاستاذ ابى المكارم فضل الوهاب

الدولة الافريقية والسامانية والغزنوية

ممتاز المحدثين سال اول

۱ . حديث

الجامع للترمذی المجلد الاول تماماً

الجامع للترمذی المجلد الثانی تماماً

سنن ابی داؤد، المجلد الاول تماماً

سنن ابی داؤد، المجلد الثانی تماماً

السنن لابن ماجه ، المجلد الاول تماماً

السنن لابن ماجه ، المجلد الثانی تماماً

اصول الحديث

نخبة الفكر للحافظ ابن حجر العسقلانی تماماً

۲ . تفسير

تفسير البيضاوی (من سورة الفاتحة الیٰ آخر الجزء الاول من القرآن الكريم)

اصول التفسير

الاتقان فی علوم القرآن للسيوطیؒ

من اول الكتاب الیٰ آخر النوع التاسع ومن النوع الثانی والعشرين الیٰ آخر الفصل الاول فی قافية القرآن والنوع الثانی والا ربعون تماماً

۳ . تاريخ الاسلام

من العصر الجاهلی الیٰ آخر العصر العباسی

ممتاز المحدثين سال دوم

۱ . حديث

الصحيح البخاری المجلد الاول تماماً

الصحيح البخاری المجلد الثانی تماماً

صحيح مسلم (الاول والثانی)

سنن النسائی (الاول والثانی)

۲ . اصول الحدیث

مقدمه مسلم تماماً ، مقدمه ابن بحث تاریخ الحدیث فقط

۳ . تفسیر

تفسیر بیضاوی ، من الجزء الثانی الیٰ آخر سورة البقرة

تفسیر الکشاف، سورة آل عمران تماماً

تاریخ التفسیر

للمراجعات (الف) الفهرست لابن الندیم ، القسم، النوع الثالث علی القرآن الکریم

(ب) مفتاح السعادة لتاش کبری زاده (ج) کشف الظنون لحاجی خلیفه

(د) مقدمه ترجمان القرآن لمولانا ابی الکلام آزاد

٤ . تاریخ الاسلام۔ من خلافة بنی امیة فی الاندلس الیٰ آخر العصر الفاطمی بمصر ۳۰

حواشی

۱ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۱/ص۳۶

۲ حوالہ بالا ج۱/ص۴۷۔۴۸

۳ شیخ محمد اکرام۔ رودکوثر،ص۶۰۵طبع ناہید آفیسٹ پریس دہلی،۱۹۹۱ء،تذکرہ المصنفین والمؤلفین،ص۱۰

۴ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی،ہندوستان کی قدیم درسگاہیں،ص۷۱،طبع معارف دارالمصنفین اعظم گڈھ ۱۹۷۱ء

۵ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۱/ص۵۰۔۵۲

۶ نفس مصدر ج۱/ص۸۸۔۸۹

۷ نفس مصدر ج۱/ص۷۲

۸ نفس مصدر ج۱/ص۷۳

۹ اس تحقیقاتی کمیٹی کا تذکرہ دوسرا باب میں بیان کیا گیا ہے اس کمیٹی نے مدرسہ کے تعلیمی اورانتظامی حالات کا جائزہ لینے کے لئے ایک انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل دی تھی۔

۱۰ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص۳(بنگلہ حصہ میں)۱۹۸۵ء

۱۱ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۱/ص۱۴۸۔۱۵۸

۱۲ نفس مصدر ج۱/ص۱۷۱۔۱۷۲

۱۳ نفس مصدر،ج۲/ص۱۳۔۱۴۔

۱۴ نفس مصدر،ج۲/ص۲۷۔۳۶

۱۵ نفس مصدر،ج۲/ص۲۲۸۔۲۳۰

۱۶ نفس مصدر،ج۲/ص۲۳۷۔۲۳۰

۱۷ نفس مصدر،ج۲/ص۴۸۔۵۰

۱۸ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص۳(بنگلہ حصہ میں)۱۹۸۵ء

۱۹ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۲/ص۶۰۔۶۱

۲۰ نفس مصدر ج ۲/ص ۶۱۔۸۳

۲۱ نفس مصدر، ج ۲/ص ۲۴۱۔۲۴۸

۲۲ نفس مصدر ۲/ص ۳۶

۲۳ نفس مصدر، ج ۲/ص ۳۶۔۳۷

۲۴ نفس مصدر، ج ۲/ص ۴۷۔۴۸

۲۵ نفس مصدر ج ۲/ص ۱۰۵۔۱۱۳

۲۶ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۳، ۱۹۵۱ء

۲۷ بقول اے، کے معصومی صاحب سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ،

۲۸ مدرسہ شکا نیتی تے وشنگوتی پورنو کدوائی کمیٹیر رپورٹ ص ۷۔۱۱، ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۲ء پچھم بنگال سرکار۔

۲۹ پچھم بلدے بوتا آئینہ سینئر مدرسہ کا نصاب تعلیم، ص ۲۔۹، طبع ۱۹۹۲ء

۳۰ ڈاکٹر تنویر احمد آفس انچارج مدرسہ عالیہ کالج۔ کولکتہ مدرسہ کالج گورنمنٹ آف انڈیا، ص ۱۷۔۲۸، طبع مدرسہ عالیہ کالج ۲۰۰۴ء

باب چہارم

باب چہارم

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مشہور اساتذہ کی علمی و دینی خدمات

باب چہارم میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مشہور اساتذہ جو ہندوستان کے ممتاز اور قابل محدثین، مفسرین، فقہاء، اور ادباء میں سے تھے اور جنہوں نے حدیث، تفسیر، فقہ اور ادب کی اہم خدمات انجام دیں اور جنہوں نے اس اسلامی درسگاہ میں تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیئے ان میں سے مشہور اور اہم علماء کی مختصر سوانح بیان کی جاتی ہے۔

مولانا ملاّ مجد الدین: (۱۷۳۵ء۔۱۸۰۵ء)

آپ کا وطن صوبہ یوپی مشہور ضلع شاہجہاں پور تھا۔ آپ کی تعلیم دہلی میں ہوئی تھی۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مولانا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامیہ کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ آپ دہلی کی تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۷۶۲ء میں کسی ذات غرض سے کلکتہ تشریف لائے تھے۔ اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کا سنگ بنیاد آپ نے ہی رکھا تھا۔ ۱۷۸۱ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس کے عہدہ پر آپ کا تقرر رہوا۔ آپ اپنے دور کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کا شمار پاک طینت اور نیک سیرت بزرگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کو لوگ عموماً ملاّ مدن کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک شاعر نے آپ کی شان میں ایک شعر کہا تھا۔ ع

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگر چہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

آپ کی تبحر علمی اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

''ایک دن کا ذکر ہے کہ مولوی ملا مجد الدین صاحب جو علم معقول میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ قصبہ شاہ جہاں پور سے بقصد مباحثہ دہلی آئے اور جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے مدرسہ میں تشریف لائے۔ شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے مدرسہ کا مکان فراخ اور بہت بڑا تھا۔ اور اس سرے سے

اس سرے تک فرش بچھا ہوا تھا۔ایک طرف کے کونے میں ایک پلنگ بھی پڑا ہوا تھا۔حضرت شاہ عبد العزیز صاحب جب تھک جاتے تھے تو اس وقت پلنگ پر تھوڑی دیر آرام فرمایا کرتے تھے۔مولوی مدن صاحب جب شاہ صاحب کے پاس پہنچے تو شاہ صاحب نے فرش پر بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر مولوی مجد الدین صاحب نے فرش پر بیٹھنے سے انکار کر دیا تو شاہ صاحب نے ان کے لیے ایک دوسرا پلنگ بچھانے کا حکم دیا اور خدام نے پلنگ مع گدہ تکیہ کے ساتھ بچھا دیا جب مولوی مدن صاحب بیٹھے تو فرمایا کہ میں اپنے وطن سے صرف اس لیے آیا ہوں کہ میں آپ سے مناظرہ کروں۔مگر شاہ صاحب نے پہلے تو انکار کر دیا مگر جب مولوی مدن صاحب نے اصرار کیا تو شاہ صاحب تیار ہو گئے۔مولوی مدن جو معقولات کے بڑے ماہر اور استاد فن تھے معقولات کے چند لاینحل مسائل پیش کر دیا تو شاہ صاحب نے اس کو خوش اسلوبی سے حل کر دیا تو مولوی مدن پلنگ سے کود کر دور جا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں اس لائق بھی نہیں کہ جہاں عوام اپنی جوتیاں رکھتے ہیں وہاں بیٹھوں حضرت میرا قصور معاف کیا جائے۔شاہ صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور گستاخی درگزر فرمایا۔''

اس واقعہ نے ملا مدن کو دہلی سے کلکتہ جانے پر مجبور کیا۔آپ ۱۷۹۲ء تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز رہے۔چوں کہ آپ میں انتظامی صلاحیت ایسی نہ تھی جیسی حکومت انگریز چاہتی تھی اس لیے آپ کو اس عہدہ سے الگ کر دیا گیا تھا۔اور آخر ریٹائر ہونے تک مدرسہ عالیہ میں حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔[1] آپ کا انتقال ۱۸۰۵ء میں ہوا بقول مولوی ارشاد علی سابق مہتمم مدرسہ شمس الہدیٰ۔

مولانا امین اللہ بہاری: (وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء)

آپ صوبہ بہار (پٹنہ) قصبہ نگرنہسہ کے گاؤں عظیم آباد کے رہنے والے تھے۔قصبہ نگرنہسہ بہار کا ایک مردم خیز مقام ہے۔یہاں کی سرزمین پر بڑے برے علماء اور فضلاء پیدا ہوئے ہیں۔اور ملک و قوم کی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔انھیں میں مولانا امین اللہ بھی تھے۔آپ کے والد محترم کا نام سلیم اللہ تھا جو ایک بہت بڑے عالم دین تھے۔

علوم متداولہ اپنے والد محترم سے (جو ایک جید عالم تھے) حاصل کی۔ اور مولانا شاہ عبد العزیز سے بھی علوم و فیوض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ علوم ظاہری اور علوم باطنی کی تکمیل میں بڑی جد و جہد سے کام لیا۔ تکمیل علوم کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

اور آپ اٹھارہویں صدی کے اواخر میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بحیثیت مدرس تشریف لائے اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں طویل مدت تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ادب، بلاغت وفصاحت آپ کا خاص میدان تھا اپنے دور کے بے نظیر علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ اور فارسی کے اچھے شاعروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

(۱) قصیدۂ عظمیٰ جس میں آپ ﷺ کی پوری سیرت پاک کو بڑی تفصیل سے فارسی اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

(۲) میر زاہد علی شرح المواقف پر حاشیہ

(۳) شرح میر زاہد

اور مسلم الثبوت پر آپ کی مفید حاشیہ ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں ہوا اور کلکتہ ہی میں مدفون ہیں۔[۲]

مولانا ابراہیم نگرنہسوی: (۱۸۲۰ء-۱۸۶۴ء)

آپ نگرنہسی بہار کے رہنے والے تھے آپ کے والد محترم کا نام مدین اور دادا کا نام مولانا امین اللہ تھا۔ آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ بمطابق ۱۸۲۰ء میں ہوئی۔[۳] آپ کا شمار اپنے عہد کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔ آپ نے ابتدا ہی سے مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں تحصیل علوم کی اور مدرسہ عالیہ سے فراغت کے بعد ہی ابتداءً مدرسہ عالیہ ہی میں مسند درس و تدریس پر بیٹھے اور ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ ہی میں خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن وطن کی کش مکش نے مراجعت وطن پر مجبور کیا۔ اس لیے آپ مدرسہ عالیہ چھوڑ کر اپنے وطن نگرنہسیہ تشریف لے گئے جو صوبہ بہار (پٹنہ) عظیم آباد کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ صوبہ بہار چلے جانے کے بعد آپ نے اپنے شہر عظیم آباد میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدرسہ قائم کیا اور اسی

مدرسہ میں درس وتدریس کا کام دوبارہ شروع کیا اور اس مدرسہ کی اتنی شہرت ہوئی کہ صوبہ بہار اور اس کے علاوہ پورے ہندوستان کے مختلف صوبہ سے طالب علم جوق در جوق علم حاصل کرنے کے لیے آنے لگے۔ جو بھی طالب علم مدرسہ میں داخلہ لیتا تھا مدرسہ کی طرف سے حسب دستور خورد ونوش کا بندوبست کر دیا جاتا تھا۔ آپ مدرسہ عالیہ میں اٹھارہویں صدی کے اواخر میں تھے۔ آپ کے خاندان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کے متواتر تین علماء ابا عن جدٍ مدرسہ عالیہ میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔[۴]

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں المجی شرح دیوان متنبّی ضابطۃ الادباء حاشیہ علی شرح الشمسیہ مشہور ہیں ان کے علاوہ اور بھی رسائل ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۲۸۲ھ بمطابق ۱۸۶۴ء میں ہوا۔[۵]

علامہ شیخ احمد عرب شیروانی: (۱۷۸۶ء-۱۸۴۰ء)

آپ کی پیدائش ملک یمن میں مقام حدیدہ شہر زبیر میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم بھی یمن ہی میں ہوئی۔ آپ اپنے دور کے بڑے عالم تھے۔ اور آپ کے والد محترم بھی بڑے عالم دین تھے۔

آپ بارہویں صدی کے اواخر یا تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں ملک یمن سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے اور ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں کی سیاحت کرتے رہے۔[۶]

اسی سیاحت کے زمانہ میں آپ کا ورود کلکتہ میں ہوا آپ کی عربی قابلیت سے متاثر ہوکر ڈاکٹر لوسڈن سکریٹری مدرسہ عالیہ کلکتہ نے آپ کو مدرسہ عالیہ میں مدرس کی خدمت انجام دینے کے لیے مقرر کیا اور اس کے حکم سے آپ نے عربی ادب کی مشہور کتاب (۱) نفحۃ الیمن لکھا جو بہت دنوں تک مدرسہ کے نصاب تعلیم میں داخل رہی۔ اس کے علاوہ آپ کی اور کتابیں ہیں۔ (۲) عجب العجائب عربی انشاء کی بہترین کتاب ہے جو بہت دنوں تک مدرسہ کے نصاب میں داخل رہی۔ (۳) الجوہر الوقادفی شرح بانت سعاد (۴) مناقب حیدریہ (۵) حدیقۃ الافراح (۶) تاج الاقبال فی تاریخ ملک بھوپال (۷) نہج التفریح (۸) الشافی (۹) حوارس التفریح (۱۰) بحر النفائس (۱۱) المکاتیب

آپ کا انتقال ۲۱ر مئی ۱۸۴۰ء میں پونا میں ہوا اور پونا ہی میں مدفون ہوئے۔ ے

مولوی بزرگ علی صاحب: (وفات ۱۲۶۱ھ)

آپ مشہور مردم خیز قصبہ ماریدہ کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام حسن علی تھا، آپ کا سلسلہ نسب خواجہ حسن ملتانی کی دسویں پشت سے ملتا ہے۔

آپ ابتدا میں تعلیم کی طرف متوجہ نہ تھے صرف عشق مجازی کے اثر سے فارسی غزل کا ذوق تھا جب آپ کے گھر والوں نے پڑھنے کی طرف زیادہ متوجہ کرنے کی کوشش کی آپ گھر چھوڑ کر چلے آئے۔ بالآخر آپ کے والد محترم نے بیٹے کی تعلیم کے لیے دعا کی غرض سے اپنے مرشد شاہ آل احمد صاحب عرف اچھے میاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دعا کی درخواست کی شاہ صاحب نے آپ کے بیٹے کے لیے دعا فرمائی جو اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔ اس کے بعد آپ تمام تر مشاغل چھوڑ کر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے آپ کا شوق صرف کتابوں کو پڑھنا تھا۔

ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی اس کے بعد کلکتہ میں باقی علوم کی تحصیل کی اس کے بعد دہلی میں شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کا درس لیا۔ اور علم ریاضی مولانا رفیع الدین صاحب سے پڑھی جو اس فن کے امام تھے۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے آگرہ میں درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد کلکتہ مدرسہ عالیہ کے مدرس ہو گئے بہت سے انگریز حکام آپ کے شاگرد خاص تھے۔ اس کے بعد کول میں منصفی کا عہدہ قبول کر لیا۔ اسی زمانہ میں وہاں کے جامع مسجد میں اس قدیم مدرسہ کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی جسے نواب ثابت خاں نے قائم کیا تھا۔

اس کے بعد منصفی کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا جس کو شاگرد حکام نے استاد کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بہت تامل کے بعد منظور کیا۔ مستعفی ہو کر نواب وزیر الدولہ مرحوم کے اصرار پر ٹونک میں عہدہ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کیا۔ اور آخر عمر تک اسی عہدہ پر رہے۔

آپ کی مشہور تصنیفات یہ ہیں:

(۱) دیوان فارسی

(۲) ردنصاریٰ (فارسی زبان میں)

(۳) رسالہ فارسی معمار کی شرح

۱۲۶۲ھ میں آپ کا انتقال ٹونک میں ہوا اور آپ وہیں مدفون ہیں۔ آپ کے اندر تقویٰ، تدبر، تواضع، تہذیب، تقریر دل نشیں کی خوبیاں تھیں آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام مولوی صدیق تھا علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ کے بھی ماہر تھے۔ علم ہندسہ اور علم نجوم میں کمال حاصل تھا۔ نیز علم تعبیر کے استاد تھے اور ٹونک میں عہدہ قضاء پر فائز تھے۔[۸]

شمس العلماء مولانا ولایت حسین کلکتوی: (۱۲۶۳ھ-۱۳۴۰ھ)

آپ کا آبائی وطن ضلع بردوان تھا مگر عرصہ سے آپ کلکتہ میں ہی آباد ہو چکے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام خیرات حسین تھا وہ بھی عالم دین تھے اور کلکتہ مدرسہ کے صدر امین بھی تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۳ھ میں ضلع بردوان میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اپنے والد محترم کے پاس حاصل کی۔ آپ کے والد بھی مدرسہ عالیہ سے فارغ التحصیل تھے اور مدرسہ عالیہ کے صدر امین کے عہدہ پر فائز بھی تھے۔ آپ برابر اپنے والد محترم کے ساتھ رہتے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں جہاں بھی تبادلہ ہو جاتا وہیں چلے جاتے اور آپ کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ چناں چہ جب مولانا خیرات حسین کا تبادلہ کٹک صوبہ اڑیسہ میں ہوا تو وہاں آپ کو ساتھ لے گئے۔ کٹک پہنچ کر قصبہ بھورک کے ایک مدرسہ میں آپ کا داخلہ کرا دیا، تھوڑے دنوں تک تعلیم حاصل کر پائے تھے، مگر کچھ مناسب تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو وہاں سے ہٹا کر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل کر دیا اور مدرسہ عالیہ میں ہی علوم وفنون کی تکمیل کی۔ مولانا خیرآبادی جو اس وقت مدرسہ عالیہ کلکتہ میں آئے ہوئے تھے، ان سے آپ نے استفادہ کیا۔ اس کے بعد جب مولانا خیرآبادی صاحب رام پور چلے گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ رام پور چلے گئے اور رام پور میں ان کے پاس رہ کر معقولات کی تکمیل کی۔ اس کے بعد پھر آپ دوبارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ واپس آئے۔ اس وقت

مولانا احمد علی سہارن پوریؒ کلکتہ میں تشریف فرما تھے۔ اور کلکتہ جمال الدین مسجد میں علم حدیث کا درس دے رہے تھے۔ آپ بھی ان کے درس میں شریک ہو کر کتب صحاح ستہ پڑھی۔ اس کے بعد ۱۸۷۸ء میں مدرسہ عالیہ میں مدرس کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہو گیا۔ علم فقہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی اکثر لوگ دور دور سے آپ کے پاس فتویٰ کے لیے آتے تھے۔ اور جب تک فتویٰ کے پرچہ پر آپ کا دستخط نہ ہوتا تو لوگ مطمئن نہ ہوتے تھے۔

آپ نے سید شاہ مرشد علی قادری سے بیعت کی تھی جو اس دور کے مرجع خلائق بزرگوں میں تھے اور سلسلۂ قادریہ کے درود وظائف کی اجازت بھی حاصل کی تھی۔ آپ قرآن وحدیث کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی پر غصہ ہوتے نہیں دیکھا گیا آپ کا اخلاق لوگوں میں ضرب المثل ہو چکا تھا۔ غرور وتکبر کبھی اپنے پاس آنے نہیں دیتے گو آپ کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ طلبہ کے ساتھ بڑی ہمدردی رکھتے تھے اور ان کی مالی امداد بھی خود کرتے تھے۔ اور دوسرے سے سفارش بھی کر دیتے تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کوئی سائل (سوال کرنے والا) محروم ہو کر نہ جاتا تھا۔ آپ کی قوتِ حافظہ بھی بہت قوی تھی۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھ میں ایک بڑا عیب ہے کہ جو مضمون ایک مرتبہ پڑھ لیتا ہوں وہ کبھی بھولتا نہیں۔ آخر عمر میں بصارت زائل ہو جانے کی وجہ سے ۳۴ سال تک مدرسہ عالیہ میں ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۱۲ء میں ریٹائر ہو گئے۔ شمس العلماء ہدایت حسین آپ کے صاحب زادہ تھے جو بعد میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ زیارت بیت اللہ کا آپ کو بہت شوق تھا، چناں چہ ۱۳۴۰ھ میں حج کو گئے اور وہیں عرفات کے میدان میں ۹ رذی الحجہ کو انتقال فرما گئے اور وہیں پر تدفین ہوئی۔ ۹

مولانا عبدالحق خیر آبادی: (۱۸۲۸ء۔۱۸۹۸ء)

آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ اور دہلی ہی میں ۱۲۴۴ھ بمطابق ۱۸۲۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام فضل حق خیر آبادی تھا۔ آپ کے والد محترم بہت بڑے عالم دین تھے۔ آپ کے دادا بھی عالم دین تھے اور وہ خیر آباد کے رہنے والے تھے اس لیے آپ کی نسبت خیر آبادی کی

طرف کیا جاتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اس کے بعد اپنے علاقے کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور اپنے علاقہ کے مدرسہ سے فارغ ہوئے۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے رام پور کے مدرسہ میں درس و تدریس کے مسند پر بیٹھے نواب کلب علی خان والئی رام پور آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور آپ کو ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ نواب عبد اللطیف خاں بہادر، سی آئی، اے، کی کوشش سے آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔ مگر زیادہ دن طبیعت نہ لگی چنانچہ دوبارہ رام پور واپس چلے آئے اور والئی رام پور کی خدمت میں رہے۔ آپ علوم عقلیہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے آپ اپنے والد محترم کے سچے جانشین تھے۔ اور فاضل خیر آبادی کے نام سے مشہور تھے۔ درسی علوم زیادہ تر اپنے والد محترم سے حاصل کیں۔ علم معقولات میں آپ نے وہ نام پیدا کیا کہ افغانستان، اور ترکستان کے طلبہ استفادہ کی غرض سے آتے اور اس چشمہ علم سے سیراب ہو کر جاتے۔ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے وقت آپ دہلی میں قیام پذیر تھے۔ باپ کی گرفتاری پر لکھنؤ پہنچ کر پیروی کی۔ کچھ عرصہ خیر آباد میں بھی گزارا پھر نواب علی کی طلبی پر ٹونک چلے گئے۔ دو سال تک وہیں قیام فرمایا پھر وہاں سے جناب آصف جاہ نظام حیدر آباد میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد اپنے وطن چلے آئے۔ پھر نواب کلب علی نے آپ کی شاگردی اختیار کی اور آپ رام پور مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کے عہدہ پر مقرر ہو گئے۔ اور تا حیات رام پور مدرسہ عالیہ میں حدیث کی درس و تدریس کے خدمات انجام دیتے رہے۔[۱۰]

درس و تدریس کے علاوہ علمی کاموں سے بھی آپ کو شغف تھا متعدد کتابیں آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) شرح ہدایت الحکمت

(۲) جواہر مدرسہ عالیہ

(۳) حاشیہ میر زاہد

(۴) حاشیہ حمد اللہ

(۵) شرح مسلم الثبوت

(۶) شرح منہیات

(۷) شرح مرقات المنطق

(۸) شرح سلاسل الکلام

(۹) رسالہ تلازم

(۱۰) حاشیہ قاضی مبارک

وفات :-۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ۔ [۱]

مولانا غلام سلمانی: (وفات ۱۹۱۲ء)

شمس العلماء مولانا غلام سلمانیؒ: آپ صوبہ بنگال کے مشہور ضلع ہگلی کے ایک مشہور گاؤں فرفرہ کے رہنے والے تھے ۔آپ کے والد محترم کا نام غلام ربانی عباسی تھا وہ بھی ایک مشہور عالم دین تھے ۔

آپ کی ابتدائی تعلیم ضلع ہگلی کے مشہور ادارہ مدرسہ محسنیہ میں ہوئی ۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مغربی بنگال کے مشہور اور اعلیٰ تعلیم گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کر باقی ماندہ علوم کی تکمیل کی تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ہگلی ضلع کے مشہور مدرسہ محسنیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دینے لگے ۔ کچھ دنوں تک تعلیم دینے کے بعد آپ کا تبادلہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ہوگیا ۔ ۱۹۱۱ء میں حکومت انگریز نے آپ کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا کلکتہ میں آپ کی رہائش گاہ مسجد صالحہ کے قریب تھا ۔۲۲؍فروری ۱۹۱۰ء میں جب پانچویں جج کے لیے کلکتہ سے دہلی گورنر ہاؤس گئے تو حکومت کے آفسروں نے آپ کا استقبال کیا ۔اور اس جلسہ میں حکومت نے آپ کو شمس العلماء کے لقب سے خطاب فرمایا اور آپ کو ایک گولڈ میڈل اور عمامہ بھی عنایت فرمایا ۔علوم درسیہ میں آپ کی مہارت مسلم تھی ۔خصوصاً اسلامی تاریخ میں آپ بہت مستند سمجھے جاتے تھے ۔مولانا احمد علی سہارن پوری سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل تھا ۔آپ صوبہ بنگال کے مشہور بزرگ فارسی شاعر مصنف دیوان اویسی

شاہ صوفی سید فتح علی اویسیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔

آپ اپنے گاؤں فرفرہ میں بڑے مولانا کے نام سے مشہور تھے۔علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ زہد وریاضت اور تصوف میں بھی کمال حاصل تھا۔شہرت اور نام ونمود سے آپ کو بے حد نفرت تھی۔

آپ کی مشہور تالیفات یہ ہیں۔

(۱) افتخار اولیاء

(۲) آپ ﷺ کی تاریخ وفات

(۳) تاریخ اولیاء بنگال وغیرہ۔

آپ کا انتقال یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو ہوا اور فرفرہ میں اپنے آباء واجداد کی ذاتی قبرستان میں مدفون ہیں۔۱۲

حضرت مولانا عبدالمنعم سلہٹی:(۱۸۵۰ء۔۱۹۱۵ء۔)

حضرت مولانا عبدالمنعم سلہٹی مشرقی بنگال کے ایک مشہور ضلع سلہٹ کے یوسف پور گاؤں میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔آپ کا خاندان عالی نسب اور شریف تھا۔آپ کے والد محترم کا نام چودھری محمد ثناء اللہ اور دادا کا نام محمد نواب الدین تھا،آپ کے والد محترم بھی عالم دین تھے۔اور اپنے علاقہ کے ایک مسجد کے امام وخطیب تھے۔مولانا عبدالمنعم صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔اور ان سے علم النحو،علم الصرف،اردو،بنگلہ،فارسی،قرآن کریم،علم القرأت،وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا۔اس زمانہ میں آپ کے ماموں صاحب شمس العلماء مولانا وصی اللہ صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس ومحدث کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے۔آپ نے مدرسہ عالیہ میں مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔۱۳آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے عالم،فاضل،کامل،ٹائٹل کی ڈگریاں حاصل کیں۔

آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد سب سے پہلے مشرقی بنگال کی راجدھانی ڈھاکہ

کے محسنیہ مدرسہ میں علم حدیث کی تدریس کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں چلے آئے۔ اور مدرسہ عالیہ میں علم الادب، شعبہ علم حدیث، اور فارسی وغیرہ فنون کا درس دیتے رہے۔ چند سال تعلیم دینے کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کو چھوڑ دیا اور پھر دوبارہ مدرسہ محسنیہ میں تشریف لے گئے اور ۱۸۹۹ء تک کی درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس مدرسہ میں آپ نے مختلف فنون کی کتابوں کا درس دیا۔ اس کے بعد پھر آپ مغربی بنگال کے مشہور ضلع ہوگلی چلے آئے اور یہیں پر مستقل سکونت کی غرض سے رہائش گاہ تعمیر کروایا۔ اور ضلع ہوگلی کے مشہور مدرسہ فرفرہ میں چند سال تعلیم دینے کے بعد دوبارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بحیثیت محدث مقرر ہوئے۔ اور تاحیات علم حدیث درس دیتے رہے۔ آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی لیکن وقت کے ساتھ وہ کتابیں ضائع ہوگئیں۔ چند کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تصویب البیان فی شرح الدیوان المتنبی

(۲) جواب المعللہ فی علم الحق۔

(۳) اخلاق احمدی ﷺ وغیرہ

آپ کا انتقال مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں ۱۹۱۵ء میں ہوا آپ کی کل عمر ۶۵ سال کی تھی۔ آپ کی تدفین آپ کے مکان کے پیچھے ہوئی۔ آپ کے پس ماندگان میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔[۱۴]

شمس العلماء مولانا ناظر حسین دیوبندی: (وفات ۱۹۲۳ء)

آپ ضلع سہارن پور قصبہ دیوبند کے رہنے والے اور دیوبند کے عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۸۷ھ تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ علم حدیث مولانا یعقوب نانوتوی اور مولانا احمد علی سہارن پوری سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولوی اشرف علی تھانوی کے ساتھ ان کی دستار بندی ہوئی آپ ایک جید عالم تھے۔

فراغت کے بعد سب سے پہلے چھتاری علی گڑھ کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تک پڑھایا۔ اس کے بعد ایک زمانہ تک میرٹھ اندرکوٹ کے اسلامیہ مدرسہ میں مدرس رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ فتح پوری

دہلی کے صدر مدرس کے عہدہ پر تقرر ہو گیا تھا۔ پھر آپ بھوپال کے مدرسہ میں چلے گئے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس مولانا سعادت حسین جب مدرسہ عالیہ کلکتہ سے چلے گئے تو پرنسپل نے مولانا عبدالحق حقانی کے کوشش سے آپ کو بھوپال سے کلکتہ بلالیا۔ آپ کچھ دنوں تک ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بھی مدرس رہ چکے تھے۔

۱۹۱۴ء میں آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں نائب صدر مدرس کے عہدہ پر رہ کر خدمت انجام دی۔ آپ کی وجاہت اور رکھ رکھاؤ پورے بنگال میں ضرب المثل تھی۔ مولانا عبدالحق حقانی کی علالت کے دوران میں آپ عارضی طور پر مدرس اول کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۱۵ء میں مولانا عبدالحق حقانی کے انتقال کے بعد پھر آپ دوبارہ عارضی طور صدر مدرس کے عہدہ پر مقرر کر دیے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں جب مفتی عبداللہ ٹونکی کی مستقل طور پر صدر مدرس کے عہدہ پر تقرری ہوگئی تو آپ پھر دوبارہ اپنے عہدہ پر لوٹ گئے۔

۱۹۱۷ء میں حکومت کی طرف سے آپ کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں رہ کر آپ نے مختلف فنون کا درس دیا۔ مدرسہ عالیہ کی مدت ملازمت پوری ہو جانے کے بعد نواب چھتاری نے آپ کو اپنے ریاست میں بلالیا۔ لیکن یہاں پر آپ زیادہ دن نہیں ٹھہر سکے۔ یونیورسٹی میں جب اسلامیات کا شعبہ کھلا تو شمس العلما مولانا ابوالنصر وحیدی کے اصرار پر ۱۹۲۰ء میں آپ ڈھاکہ یونیورسٹی میں تشریف لائے اور یونیورسٹی میں ایک مدت تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ نے قرأۃ خلف الامام پر ایک کتاب **الفرقان فی قرأۃ ام القرآن** کے نام سے تصنیف کی، آپ کی دوسری کتاب **کشف الغطاء عن مسئلۃ الربا**ء کے نام سے مشہور ہے۔

جولائی ۱۹۲۳ء میں یکا یک آپ پر فالج کا حملہ ہوا اسی میں آپ دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ ڈھاکہ مالی باغ مسجد کے متصل حاجی باڑی کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ ۱۵

مولانا عبدالحق حقانی: (۱۸۵۰ء۔۱۹۱۷ء)

مولانا عبدالحق حقانی مفسر قرآن اور مناظر اسلام کے حیثیت سے مشہور تھے۔ انھوں نے مختلف

علوم پر کتابیں لکھیں ان میں سب سے مشہور ان کی تفسیر حقانی ہے۔

۲۷ رجب المرجب ۱۲۶۵ھ میں قصبہ گمتھلہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ گڑھ رانا بہاء الدین ہے۔ گمتھلہ فیروز شاہ کے عہد میں مسلمانوں سے آباد ہوا۔ یہ تنور راجپوتوں کی بستی ہے ان کے جد اعلیٰ رانا بہاء الدین تنور راجہ پال والی دہلی کے خاندان سے تھے وہ فیروز شاہ کے عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تقسیم ہند سے پہلے یہاں کئی خانقاہیں تھیں، میران شاہ بھیک اس قصبے کے بڑے بزرگ تھے ان کے خلفیہ مولانا سید شاہ عبد الحق عرف عبد اللہ شاہ تھے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے گمتھلہ کے گرد نواح میں سید عبد اللہ شاہ کی بڑی شہرت تھی مولانا حقانی کو شاہ صاحب کی نگرانی میں دے دیا گیا ابتدائی کتب، اردو، فارسی، صرف ونحو خود شاہ صاحب نے پڑھائیں۔

شاہ عبد العزیز دہلوی سے مولانا عبد الحق حقانی کے والد ماجد اور اہل قصبہ کے بڑے گہرے تعلقات تھے وہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں خواجہ محمد امیر کے ہاں گمتھلہ ہی میں پناہ گزیں تھے۔ ۱۲۷۷ھ میں بعمر ۱۲ سال مولانا عبد الحق حقانی شاہ عبد اللہ کے مشورے سے شاہ عبد العزیز کی خدمت میں دہلی بھیج دیے گئے دہلی میں کتب درسیہ متداولہ کی تحصیل کی۔ [۱۶]

شاہ عبد العزیز کے مشورے وایماء سے مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث کی تحصیل کی اور صحاح ستہ کی اجازت لی۔

مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے کسب فیض کے بعد کان پور میں شیخ عبد الحق مہاجر مکیؒ سے استفادہ کیا۔ شیخ نے مولانا کے زہد واتقاء سے متاثر ہو کر سلسلہ قادریہ کی خلافت تفویض کی وہیں شیخ عالم علی شاہ مراد آبادی کی خدمت میں رہ کر چند روز مستفید ہوئے۔ وہاں سے مراجعت پر علی گڑھ میں مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے دو سال تک کسب علوم کیا۔

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی بھی آپ کے اساتذہ میں ہیں ان سے کتب حدیث کی قرأت وسماعت کی، مولانا نذیر حسین محدث دہلوی ان کی قابلیت وذہانت کے مداح تھے۔ احادیث کے بعض وہ مقامات جو بظاہر مسلک احناف کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مولانا نذیر حسین محدث دہلوی

ان کے بارے ان کی غیر موجودگی میں فرماتے تھے: حنفیوں کا شیر عبد الحق حقانی آتا ہوگا احناف کی طرف سے وہ جواب دے گا! شمس العلماء مولانا نذیر حسین محدث دہلوی نے ۱۲ر شعبان المعظم ۱۲۹۰ھ میں ان کو سند حدیث تفویض کی۔ ۱۷؎

گیارہ سال تحصیل علم کے بعد ۱۲۸۸ھ میں مولانا عبد الحق حقانی گمتھلہ لوٹے یہ ایک طویل عرصے بعد وطن کو مراجعت تھی اس لیے شاہ عبد اللہ اور خواجہ امیر محمد خان نے اطراف کے علماء ومشائخ کو جمع کر کے ایک جلسہ کیا اس اجتماع میں مولانا حقانی سے بعض علمی سوالات بھی پوچھے گئے، جن کی انھون نے تسلی بخش جوابات دیے اوران کے سر پر دستار فضیلت باندھی گئی۔ ۱۸؎

۱۲۸۸ھ میں مولانا عبد الحق حقانی مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادابادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریبا ایک سال مسلسل گنج مراداباد میں قیام فرمایا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادابادی نے خرقۂ خلافت سے نوازا۔ مولانا عبد الحق حقانی اس سے قبل مہاجر مکیؒ سے بھی خلافت پا چکے تھے۔

مولانا محمد عبد الحق حقانی کے ہم سبق ساتھیوں میں مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء، مولانا آل حسن مودودی امروہوی، مولانا احمد حسن بٹالوی کان پوری، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۱۲۹۰ھ میں مولانا عبد الحق حقانی مدرسہ عالیہ فتح پوری میں مدرس ہوگئے۔ اور اسی مدرسہ میں آپ کو یہ خیال ہوا کہ مشکل درسی کتابوں کی جامع اور مفید شروحات لکھی جائیں چناں چہ ۱۲۹۱ھ کو اصول فقہ کی مشہور کتاب الحسامی کی النامی کے نام سے عربی میں شرح لکھی جو مدارس عربیہ میں بے حد پسند کی گئی۔ قاہرہ سے کئی مرتبہ طبع ہوئی اور جامع ازہر میں شامل نصاب ہے ۱۲۹۱ھ کے اخیر میں مولانا حقانی مدرسہ سے مستعفی ہوگئے اور دہلی میں اپنے مکان ''حقانی منزل'' میں تصنیف وتالیف تک گئے۔ ۱۹؎

آپ کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔

(۱) النامی فی شرح الحسامی (عربی)

یہ اصول فقہ میں اپنے موضوع پر شاندار تصنیف ہے۔ مولانا عبد الحق حقانی نے یہ شرح تین سال کی مدت میں تصنیف کی جو اتنی مقبول ہوئی کہ تقریباً تمام مدارس اسلامیہ میں زیر نصاب ہے اور

حسامی کے ساتھ طبع کر دی گئی ہے۔۱۹۶۰ء تک جامع ازہر میں بھی زیر نصاب تھی۔[۲۰]

(۲) نعمۃ اللہ السابقۃ ترجمہ وشرح حجۃ اللہ البالغۃ۔۲ جلدیں

(۳) عقائد الاسلام

علم کلام میں اپنے موضوع کی نہایت مفید تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۳رذی الحجہ ۱۲۹۱ھ کو مکمل ہوئی۔

(۴) مقدمہ تفسیر

سرسید احمد خاں مرحوم کی تفسیر القرآن شائع ہوئی تھی تو اس میں جمہور کے مسلک سے ہٹ کر جنت دوزخ اور ملائک وغیرہ کی ایسی کی گئی تاویلیں تھیں جو اسلاف کے بیان کردہ مفہوم کے سراسر خلاف تھیں مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی نے علمائے دہلی اور عمائدین شہر کی درخواست پر دو سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی اس میں سبھی تاویلات اور مختلف اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

(۵) البیان فی علوم القرآن

یہ تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل مقدمہ تفسیر حقانی ہے۔ مولانا شفقت بدایونی نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا جو کلکتہ سے شائع ہوا۔

(۶) احقاق حق رد آریہ

(۷) شہاب ثاقب

ان دونوں تصانیف کے جواب پر مولانا عبد الحق حقانی نے دو ہزار روپے کا انعام رکھا تھا لیکن آریہ حضرات کی طرف سے ان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

(۸) تاریخ بنی اسرائیل۔مطبوعہ ۱۹۰۸ء مجتبائی دہلی

(۹) تاریخ بیت المقدس۔مطبوعہ ۱۹۰۷ء مطبع مجتبائی دہلی

(۱۰) تعریف القرآن فی جواب اعجاز القرآن۔

(۱۱) تفسیر فتح المنان المعروف بہ تفسیر حقانی:

یہ اردو زبان میں پہلی تفسیر ہے جو مخالفین کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ترجمہ سلیس اور

عام فہم صرفی ونحوی ترکیب کے ساتھ بڑے سائز کی آٹھ جلدوں میں جب پہلی مرتبہ یہ تفسیر شائع ہوئی تو نظام حیدرآباد میر محبوب علی خان نے آپ کو مدعو کیا اور کئی ماہ تک شاہی مہمان رکھا خلعت خاصہ عطا ہوا اور دوسو روپے ماہوار وظیفہ مقرر رہوا۔ آج بھی تفسیر حقانی بے حد مقبول ہے حکومت انگریز نے آپ کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔ ۲۱

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرسی اور وفات:

۱۹۱۱ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ممبران مجلس انتظامی نے مولانا عبدالحق حقانی کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کی صدارت قبول کر لینے کی درخواست کی ماہوار پانچ سو روپے پر مولانا کلکتہ گئے لیکن وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی نیز تقاضائے عمری کے باعث بہت کمزور ہو چکے تھے۔ چناں چہ ۱۹۱۴ء میں علالت طول کھینچا تو دہلی آ گئے اور ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں بعمر اکہتر سال انتقال ہو گیا۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا امین الدین بانی مدرسہ امینیہ اور مولانا کرامت اللہ خاں نے غسل دیا۔ اور مولانا عبدالحق حقانی کے شاگرد رشید مولانا عبدالحق جاگیروں نے نماز جنازہ پڑھائی خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ ۲۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: (۱۲۹۶ھ۔۱۳۷۷ھ)

آپ ہی وہ محقق محدث ہیں جو مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سے اسلام کے مشہور ترین اسلامی درسگاہوں میں حدیث نبوی ﷺ کی تدریس کی خدمت انجام دی۔

ولادت ونسب:

تاریخ ولادت باسعادت ۱۹؍شوال ۱۲۹۶ھ ہے۔ آپ کا آبائی وطن موضع اللہ داؤد پور (جواب اتصال آبادی کے سبب ٹانڈہ کا ایک محلّہ شمار کیا جاتا ہے) قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے۔ آپ کی ولادت بانگرمئو ضلع اناؤ میں ہوئی۔ اس زمانہ میں آپ کے والد ماجد بانگرمئو میں ایک اردو اسکول میں مدرس تھے۔ آپ کا تاریخی نام چراغ محمد ہے۔ ۲۳

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

حسین احمد بن سید حبیب اللہ بن سید میر علی بن سید جہاں گیر بخش بن شاہ نور اشرف بن شاہ مدن بن شاہ محمد بن شاہ خیر اللہ بن شاہ صفت اللہ بن شاہ محبّ اللہ بن شاہ محمود بن شاہ لدھن بن شاہ قلندر بن شاہ منور بن شاہ راجو بن شاہ عبد الواحد بن شاہ محمد زاہدی بن شاہ نور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ۔

شاہ نور الحق وہ مورث اعلیٰ ہیں جو کہ اس سرزمین ''الہ داد پور قصبہ ٹانڈہ'' میں پہلے پہل تشریف لاکر اقامت گزیر ہوئے۔ ۲۴

آپ کی والدہ ماجدہ نیک اور بزرگ خاتون تھیں۔ آپ کی نانی صاحبہ موضع نندوری علاقہ بیکار پور ضلع فیض آباد کے سادات خاندان میں سے تھیں، ان کے ماموں کامل ولی اللہ اور صاحب علم تھے، انھوں نے نانی صاحبہ کی تربیت فرمائی، ہندی اردو لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ نانی صاحبہ طریقت اور تصوف میں بھی باکمال تھیں۔ ہندی زبان میں ہنس جوہر، پدومات وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔ اپنے مضمون سے خاصی دلچسپی تھی جو کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت ہونے کے بعد اور بھی زیادہ ہوگیا۔ چناں چہ باوجود کثیر الاولاد ہونے کے ہمیشہ شب بیدار اور تہجد گزار رہیں۔ اخیر رات میں اٹھ کر صبح تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں، یہ ان کا آخیر تک معمول رہا روزانہ دوسو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کرتی تھیں۔ ۲۵

آپ حسینی سید ہیں، والد ماجد سید حبیب اللہ خلیفہ خاص حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادابادی ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ شاہ نور الحق صاحب اٹھارویں پشت میں ۸۰۰ھ میں ہندوستان آئے اور قصبہ ٹانڈہ میں آباد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور دادا بھی عالم فاضل اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ۲۶

تعلیم وتربیت:

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد قبلہ کی زیرنگرانی میں ہوئی۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے پانچ پارے قرآن کریم پڑھے اور بقیہ قرآن شریف والد صاحب مرحوم سے پڑھیں اس کے بعد آمد نامہ، دستور الصبیان، گلستاں کا کچھ حصہ والد محترم سے پڑھا۔ ۲۷

جب آپ کی عمر ۱۲ سال ہوئی تو آپ ۱۳۰۹ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لائے اور آپ کے

بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحب ایک سال پہلے سے دیوبند میں پڑھ رہے تھے۔ اوران کے شفیق استاد حضرت شیخ الہند کی زیرنگرانی میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پاتے رہے۔ باوجودیکہ حضرت شیخ الہندؒ دورۂ حدیث کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے۔ لیکن آپ کو ہونہار پاکر ابتدائی کتابیں بھی خود ہی پڑھائیں آپ نے حضرت شیخ الہند سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں۔

(۱) دستور المبتدی (۲) زرادی (۳) زنجانی (۴) مراح الارواح (۵) قال اقول (۶) مرقات (۷) تہذیب (۸) شرح تہذیب (۹) قطبی تصدیقات (۱۰) قطبی تصورات (۱۱) میر قطبی (۱۲) مفید الطالبین (۱۳) نفحۃ الیمن (۱۴) مطول (۱۵) ہدایہ آخرین (۱۶) جامع ترمذی (۱۷) جامع صحیح بخاری (۱۸) سنن ابوداؤد (۱۹) تفسیر بیضاوی (۲۰) نخبۃ الفکر (۲۰) شرح عقائد نسفی (۲۱) حاشیۂ خیالی (۲۲) مؤطا امام مالک (۲۳) مؤطا امام محمد وغیرہ۔

مولانا ذوالفقار علی صاحب (والد ماجد حضرت شیخ الہندؒ) سے فصول اکبری پڑھی اور مولانا عبد العلی صاحب مدرس دوم سے صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سبعہ معلقہ، حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ، توضیح تلویح اور تصریح وغیرہ پڑھیں۔

تلخیص المفتاح حضرت مولانا خلیل صاحب سے پڑھی۔ اور پنج گنج، صرف میر، نحو میر، مختصر المعانی، سلم العلوم، ملاحسن، جلالین شریف اور ہدایہ اولین وغیرہ مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے پڑھیں۔ اور شرح جامی بحث فعل، کافیہ، ہدایۃ النحو، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، شرح مائۃ عامل اور اصول شاشی وغیرہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن سے پڑھیں۔ اور مولانا غلام رسول صاحب سے نور الانوار، حسامی، قاضی مبارک اور شمائل ترمذی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اور مولانا منفعت علی صاحب سے میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال، میبذی، خلاصۃ الحساب، رشیدیہ اور سراجی کتابیں پڑھیں۔ اور شرح ملا جامی بحث اسم مولانا احمد حافظ صاحب سے پڑھی اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے مقامات حریری، دیوان المتنبی بڑھی اور اپنے بڑے بھائی صاحب سے میزان الصرف، منشعب اور ایساغوجی پڑھیں۔ [۱۸]

آپ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں ۱۷ فنون پر مشتمل درس نظامی کی ۶۷ کتابیں ختم کر ڈالیں اور ۱۳۱۶ھ میں مادر علمی دارالعلوم سے فارغ ہوئے۔ آپ کی چند خارج از درس (طب، ادب اور ہیئت کی کتابیں باقی رہ گئی تھیں کہ آپ کے والد ماجد نے عزم ہجرت کیا تو آپ بھی اپنے والدین اور برادران کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئے اور ادبیات کی باقی کتابیں مدینہ منورہ کے معمر اور مشہور ادیب مولانا شیخ آفندی عبدالجلیل برادہ سے پڑھیں۔

آپ حدیث کی درس علاوہ شیخ الہند کے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری، مولانا حبیب اللہ الشافعی المکی مولانا شیخ عبد الجلیل بردہ المدنی، مولانا عثانی عبد السلام واغستانی، مفتی الاحناف بالمدینہ اور سید مولانا احمد برزنجی مفتی الشافعیہ مدینہ سے بھی حاصل کی۔ ۲۹؎

طالب علمی ہی کے زمانہ میں جذبۂ خدمت آپ میں موجود تھا اس لیے ہر ایک استاد کی نظر شفقت آپ پر پڑنے لگی۔ دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ غایت شفقت اور محبت کی وجہ سے نیز کم عمر ہونے کے باعث آپ کو ''مستوراتی منشی'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ نے اساتذہ کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کیا۔ ۳۰؎

سلسلۂ تدریس:

جس وقت یعنی ۱۳۱۶ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر اپنے والدین کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے تو استاذ محترم حضرت شیخ الہند آپ کو مدینہ منورہ کے لیے رخصت کر رہے تھے، تو راستے میں شیخ الہند نے بطور نصیحت آپ سے فرمایا کہ پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے ایک دو ہی طالب علم ہوں'' چناں چہ آپ نے اپنے شیخ کی اس نصیحت کو ایسے گرہ باندھا کہ آخر دم تک پڑھاتے رہے۔ مدینہ منورہ کی فاقہ کشی کی زندگی اور ہندوستان کی قید و بند کی زندگی میں برابر اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ اشتغال بالعلم رکھا اور علم کے دریا بہادیے اور مرکز علم (مدینہ منورہ) میں وہ خصوصیت حاصل کی کہ عرب کے حدود سے نکل کر آپ ممالک غیر میں بھی شیخ حرم نبوی کے نام سے مشہور ہوگئے عرصہ دراز تک حرم نبوی میں حدیث کا درس دیا اور مدینہ منورہ میں بھی آپ نے اٹھارہ سال تک حدیث نبوی

کا درس دیا۔ ۳۱

۱۳۲۶ھ میں آپ مدینہ منورہ سے ہندوستان تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی تو ارباب اہتمام وشوریٰ نے آپ کو معقول تنخواہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس رکھ لیا۔ ۱۳۲۹ھ میں آپ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسارت مالٹا کے زمانے تک برابر درس وتدریس میں مشغول رہے۔ مالٹا سے واپسی کے بعد آپ نے کچھ دنوں تک امروہہ کے مدرسہ جامع مسجد میں بھی تعلیم دی، پھر وہاں سے حضرت شیخ الہند نے آپ کو اپنی خدمت میں بلا لیا۔ کچھ دنوں کے بعد کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کی صدر مدرسی کے لیے حضرت شیخ الہند کی خدمت میں عریضہ بھیجا تو حضرت شیخ الہند نے اپنے بہت سے خدام سے کہا۔ مگر سب نے ٹکا سا جواب دے دیا آخر شیخ الہند نے آپ کو مشورہ دیا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ چلے جاؤ، چناں چہ ۱۳۳۸ھ میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس کے عہد پر تشریف لے گئے اور تقریباً آپ نے چھ سال تک مدرسہ عالیہ میں حدیث نبوی کی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد آپ نے مشرقی بنگال ضلع سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے درس حدیث کی تدریس کی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد ۱۳۴۶ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے حیثیت سے دیوبند واپس تشریف لے آئے اور آخیر عمر ۱۳۷۷ھ تک دارالعلوم دیوبند میں حدیث نبویؐ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی ۳۱ سال زمانہ تدریس میں آپ کے تلامذہ کی تعداد ۳۸۵۶ ہیں۔ اگر آپ کے تمام تلامذہ از مدینہ تا ہندوستان و بنگال شمار کیا جائے تو لاکھوں کی تعداد ہوتی ہے۔

درس حدیث:

مدینہ منورہ اور ہندوستان میں آپ کا حلقہ درس علوم میں مقبول رہا۔ درس حدیث میں شیخ الہند کے بعد آپ کا درس ان تمام خصوصیات کا حامل تھا، جو شیخ الہند اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے حلقۂ درس کو حاصل تھیں۔ ۳۲

آپ کے حلقۂ درس میں ہمہ وقت سکون واطمینان اور وقار قائم رہتا تھا۔ لیکن جب آپ کو یہ

معلوم ہو جاتا کہ طلباء میں اضمحلال پیدا ہونے لگا ہے۔تو درمیان میں کوئی ایسا علمی لطیفہ بیان فرماتے کہ سب فرحت وانبساط سے کھل جاتے اور تازہ دم ہو جاتے۔

آپ درس حدیث میں تمام ائمہ کا نام احترام سے لیتے تھے۔حتی کہ شراح حدیث، ائمہ و مصنفین وغیرہ کے اسماء کے ساتھ رحمہم اللہ فرماتے تھے۔[۳۳]

سلوک وتصوف:

۱۳۱۶ھ میں آپ آستانہ عالیہ رشیدیہ گنگوہ میں حاضر ہوئے اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہو گئے۔چوں کہ ارادہ مکہ معظّمہ جانے کا تھا۔اس وجہ سے حضرت گنگوہی نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بیعت تو کرلیا اب تم مکہ معظّمہ جارہے ہو وہاں حاجی امداد اللہ صاحب موجود ہیں ان سے عرض کرنا، وہ ذکر تلقین فرما دیں گے۔مکہ معظّمہ پہنچ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے رجوع کیا۔

۱۳۱۸ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دنوں تک خدمت میں رہے تو آپ کو اجازت بیعت حاصل ہوئی اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے دستار خلافت اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر باندھی۔اس طرح آپ کمالات امدادیہ اور رشیدیہ مجمع البحرین ہو گئے۔چوں کہ مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ سے پہلے ہی سے قلبی تعلق تھا۔مزید برآں کہ شیخ الہندؒ کی اسارت مالٹا میں معیت اور آپ کی خدمت اس قدر کی کہ حضرت شیخ الہند کے محبوب نظر ومنظور نظر بن گئے۔چناں چہ جب آپ کو حضرت شیخ الہند نے کلکتہ مدرسہ عالیہ کی صدر مدرسی کے لیے رخصت کیا۔حضرت شیخ الہند انتہائی نقاہت کے باعث اٹھ بھی نہیں سکتے تھے مگر آپ نے مولانا حسین احمد مدنی کا ہاتھ پکڑا، اپنے سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا، سینے سے چمٹایا اور تمام بدن پر اس کو پھیرایا۔[۳۴]

مجاہدانہ کارنامے:

ہندوستان کی آزادی کے لیے برابر اپنے محسن استاد شیخ الہندؒ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ آپ کئی بار جیل بھی گئے۔ایک بار اپنے محسن استاد شیخ الہندؒ کے ساتھ اسارت مالٹا کے جیل میں بھی رہے۔

شیخ الہندؒ مرض الموت میں تھے۔فتویٰ ترک موالات جوحضرت شیخ الہند نے دیا تھا اس وقت بھی آپ ان کے ساتھ تھے۔

ترک موالات کے سلسلے میں آپ نے حتی الامکان کوشش کی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیر دفعہ ۱۲۰، ۱۳۱، ۵۰۵ آپ کو اور مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا نثار احمد کانپوری اور جگت گرو سوامی کرشن تیرتیہ (شنکر آچاریہ) پیر محمد غلام مجد دسندھی کو گرفتار کیا گیا۔اور دو سال تک آپ قید بامشقت سابرمتی جیل میں رہے۔[۳۵]

ابتداءً اگرچہ آپ کو سیاست سے دل چسپی نہ تھی بلکہ اپنے ساتھیوں (مولانا عزیز گل وغیرہ) سے فرمایا کرتے تھے''آپ لوگوں نے حضرت شیخ الہند کو کس جھگڑے میں پھانس رکھا ہے'' مگر اس زمانہ میں آپ سیاست میں اپنے استاد کے اتباع کی وجہ سے تھے۔بعد میں (یعنی مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد) ملک کی آزادی کے لیے آپ باضابطہ کانگریس کے ممبر بن گئے اور اس کے بعد جدو جہد آزادی میں شریک رہے۔ قید و بند کے مصائب بھی اہل ملک کے ساتھ جھیلتے رہے۔بفضلہٖ تعالیٰ اس میں کامیابی بھی ہوئی اور انگریزوں کی غلامی سے ہندوستان آزاد ہوگیا۔[۳۶]

سابرمتی جیل سے رہائی کے بعد آپ اور آپ کو ہمراہیوں کے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ایک طرف انگریزوں سے جہاد حریت اور دوسری طرف ارتداد شدھی کے فتنہ کے مقابلہ، باوجود اس دوطرفہ مقابلہ کے آپ نے ہمت نہ ہاری اور انگریزوں کی بھڑکائی ہوئی آگ کو بجھادیا اور تحریک آزادی بھی نہایت پامردی کے ساتھ جاری رکھی۔الحاصل جب ۱۹۳۹ء میں جمعیت اور کانگریس نے ستیہ گرہ کی تحریک پاس کی تو آپ اس تحریک میں بھی پیش پیش رہے۔چناں چہ جب آپ دہلی تقریر کرنے کے لیے تشریف لے جارہے تھے تو مظفرنگر اسٹیشن پر آپ کو گرفتار کرلیا گیا اور کچھ دنوں کے لیے آپ کو مظفرنگر جیل میں رہنا پڑا غرض سیاسی اور ملکی تمام تحریکات میں آپ ہمیشہ آگے رہے۔کافی عرصہ تک آپ مرادآباد اور الہ باد کے جیل میں بھی رہے۔آپ نے ملکی خدمات کے لیے ہمیشہ جواں مردی سے حصہ لیا۔

سیتارام شکلا نے آپ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے:''اور کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ میری قبر جیل میں بن

جائے گی'' چناں چہ سید پور، بھاگل پور کے ہمت شکن اور صبر آزما واقعات باوجود آپ نے تمام ملک کا دورہ کیا اور ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو مکمل آزادی حاصل کی۔

آزادی ہند کے بعد:

آزادی ہند کے بعد جتنی تباہی اور بربادی مسلمانوں کے جان و مال پر آئی وہ تاریخ ہند کا ایک سیاہ اور بھیانک دور ہے۔ جان و مال، عزت و آبرو، مسلمانوں کے ہی برباد کیے گئے۔ ہزاروں بچوں کو ظالمانہ طریقہ سے بے دریغ قتل کیا گیا۔ ہزاروں ماؤں کی گود خالی ہوگئی اور ہزاروں سہاگنوں کا سہاگ اجاڑ دیا گیا اور عورتوں کو اغوا کر کے تبدیلی مذہب پر مجبور کیا گیا۔ غرضیکہ یہ ایسا وقت تھا کہ سفر کرنا کانٹوں پر چلنے کے مترادف تھا۔ لوگ گھروں میں بیٹھے ہوئے ہی خوف و ہراس کا شکار تھے۔ اس نازک دور میں حضرت شیخ الاسلام اور آپ کے رفقاء کار خصوصاً مولانا حفظ الرحمٰن اور جمعیۃ علماء ہند کے دیگر افراد نے اپنے اوپر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام کر لیا تھا۔ آپ ہر گاؤں، قصبہ، شہر میں جاتے، لوگوں کو ترک وطن سے روکتے تھے۔

ادھر آپ جمعیۃ العلماء ہند کے صدر بھی تھے۔ اور جب تک آپ حیات رہے جمعیۃ العلماء کے نظام کو ترقی دیتے رہے۔ اور دوسروں کو ترغیب بھی دیتے رہے۔ غرض کہ قولاً و فعلاً ہر طرح آپ نے جمعیۃ علماء کو مضبوط بنانے کی انتہائی کوشش جاری رکھی۔[۳۷]

سلسلہ بیعت:

آپ سے آخر عمر میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے بیعت کی ہے، اگر چہ بیعت کی اجازت اور خلافت، دربار رشیدی سے بہت پہلے حاصل ہو چکی تھی، لیکن جب تک شیخ الہندؒ باحیات رہے۔ آپ نے سلسلۂ بیعت شروع نہیں کیا تھا۔ شیخ الہند کے وصال کے بعد بھی آپ بیعت کرنے سے احتراز کرتے رہے۔ اور طالبعیت کے طالب کو مولانا اشرف علی تھانوی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔ لیکن صاحب زادہ عالی جناب، حکیم مسعود احمد گنگوہی کے اصرار سے آپ نے بیعت کرنا شروع کیا کیوں کہ آپ حضرت گنگوہی سے بیعت تھے اس لیے مرشد خاص کے سلسلہ کو باقی رکھنے کے

لیے آپ نے بیعت کرنا شروع کیا۔اس کے بعد بھی آپ بیعت بہت کم ہی کرتے تھے اور طالب کو ٹالتے ہی رہتے تھے۔کبھی استخارہ کراتے ،کبھی دوسری جگہ کے لیے ارشاد فرماتے تھے۔لیکن رفتہ رفتہ آپ سے سلسلہ بیعت شروع ہوااور آپ کی آخری حیات یعنی ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کی طرف رجوع عام ہونے لگا اور سیکڑوں کی تعداد میں لوگ آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے لگے جس سال آپ کا وصال ہوا ہے اس سال آسام سے واپسی پر ہزاروں اشخاص آپ سے بیعت ہوئے۔اس طرح آپ نے ہزاروں کی تعداد میں آخرعمر میں بیعت کی۔ ۳۸؎

حج :

آپ متعدد بار حج وزیارت مدینہ کے لئے خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔اور آخری عمر ۱۳۷۴ھ میں آخری حج مبارک بحکم آں حضرت ﷺ کیا اور آپؐ کے بلانے پر مکہ تشریف لے گئے اس حج سے اصحاب باطن نے آپ کے وصال کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔اوراس حج میں گھر کے تمام افراد کے بجز آپ کی بڑی بیٹی آپ کے ساتھ تھیں، حج پر جاتے وقت ہر اسٹیشن پر آدمیوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔مزار مقدس کی حاضری پر آپ کا عجیب وغریب حال ہوتا اور باوجود ضعف پیری کے آپ گھنٹوں ستون کی طرح کھڑے رہ کر درود وسلام پڑھتے ، قیام مدینہ میں علماء مدینہ منورہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اوراپنے علمی شبہات دور کرتے۔ مدینہ منورہ میں بھی بکثرت اہل مدینہ اوراہل حجاز وشام آپ سے بیعت ہوئے۔آپ کوصوبہ بنگال کے ریاست آسام کے لوگوں سے بڑی انسیت اورمحبت تھی آپ نے کئی بار آسام کا سفر کیا،اس کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ ۳۹؎

آپ نے چار شادیاں کی تھی۔سب سے پہلے آپ نے اعظم گڑھ میں کی جن سے صرف دو لڑکیاں ہوئیں۔ دوسری شادی مرادآباد میں قاری حکیم غلام احمد کی بیٹی سے کی جن سے دولڑکے ہوئے تھے، تیسری شادی جناب قاری غلام احمد کی بیٹی دوسری اہلیہ کی چھوٹی بہن سے ہوئی جن سے دو بچے ہوئے ان میں سے ایک مولانا اسعد مدنیؒ ہیں۔اور چوتھی شادی آپ کے چچازاد بھائی سید بشیرالدین

کی بیٹی سے ہوئی۔ جن سے دولڑکے پیدا ہوئے ایک مولانا ارشد مدنی دوسرے مولانا اسجد مدنی اور پانچ لڑکیاں ہوئی تھیں۔[۴۰]

۱۳۷۶ھ میں آپ نے آسام کا سفر فرمایا۔ اس سفر میں آپ مع اہل وعیال تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر کی واپسی پر آپ بنارس اور مئو بھی تشریف لے گئے مگر اس سفر میں آپ کو خون کا دورا پڑا اور اسی حالت میں آپ آبائی وطن ٹانڈہ بھی تشریف لے گئے، جس کی وجہ سے آپ نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ آپ کا قلب بھی اس بیماری سے متاثر ہوا تھا۔ ابھی آپ پوری طرح صحت یاب نہ ہو پائے تھے کہ آپ کو مدراس کا سفر کرنا پڑا، اس سفر میں آپ کو ضیق النفس کی شکایت پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے آپ سفر ملتوی کر کے دیوبند واپس چلے آئے اور یونانی اور انگریزی ہر قسم کا علاج ہوتا رہا، لیکن بیماری کم ہونے کے بجائے بڑھنے لگی۔ اور اسی حالت میں آپ سبق بھی پڑھاتے رہے نماز بھی جماعت سے ادا فرماتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اہل خانہ نے صبح کی نماز کے وقت آپ کے حجرے کو باہر سے بند کر دیا تھا۔ تاکہ آپ باہر جماعت کے لیے تشریف نہ لے جائیں لیکن جب ناشتہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ کے جلال اور غصہ کا کچھ عالم نہ پوچھیے۔ بالآخر اس شرط پر کھانا تناول فرمایا کہ آئندہ جماعت کے لیے مجھے روک ٹوک نہ کی جائے۔

الحاصل علاج اور تیمارداری میں بہت زیادہ کوشش کی گئی۔ لیکن سودمند ثابت نہ ہوئی۔ سحر وغیرہ کا بھی علاج کیا گیا مگر کوئی فرق نہ ہوا۔ بالآخر آپ نے ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر داعی اجل کو لبیک کہا۔[۴۱]

شمس العلماء مولانا کمال الدین احمد: (ولادت ۱۸۸۰ء)

آپ خاص کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ آپ شمس العلماء مولانا ذوالفقار علی کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کے والد محترم جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے، وہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کی پیدائش کلکتہ گورا چاند بازار روڈ کے پاس ہوئی تھی اور آپ وہیں کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائیہ سے اعلیٰ تک مدرسہ عالیہ کے عربی شعبہ میں تعلیم حاصل کی۔ اور مدرسہ کے ہائر

اسٹنڈرڈ امتحان میں امتیازی نمبر کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ مدرسہ کی تعلیم سے فراغت کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کرنا شروع کیا اور ۱۹۰۵ء میں امتیازی نمبرات سے ایم۔اے، پاس کرلیا اور یکم اگست کو چاٹگام (بنگلہ دیش) مدرسہ کے سپریٹنڈنٹ کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں تک لکھنؤ یونیورسٹی نے آپ کو عارضی طور پر خدمت انجام دینے کے لیے رکھ لیا تھا۔ اس کے بعد چاٹگام کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں آپ کا مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پرنسپل کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ اس کے بعد کرشن نگر کالج ضلع ندیا کے پرنسپل کے عہدہ پر چلے گئے۔ پھر وہاں سے مشرقی بنگال ضلع چاٹگام کے ڈویژن اسکول انسپکٹر کا عہدہ آپ کو دیا گیا۔ اس کے بعد پرسیڈنسی ڈویژن کا عہدہ آپ کو سپرد کیا گیا۔ آخر کرشن نگر کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر دوبارہ تشریف لے آئے۔ اور اسی کالج کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اور اسی کالج سے ریٹائر ہوئے۔ آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کے عہدہ پر رہ کر مدرسہ کے لیے بہت سے مفید کام انجام دیے۔ آپ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہونے والے پہلے مسلمان ہیں اس سے پہلے برابر انگریز پرنسپل ہوتے آرہے تھے۔[۴۲]

خان بہادر مولانا محمد ضیاء الحق: (۱۸۹۵ء-۱۹۵۸ء)

آپ مشرقی بنگال کے ضلع نواکھالی قصبہ سندیپ گاؤں محمد پور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام امانت علی ہے آپ کے والد ماجد بڑے عالم اور بہت نیک و دیندار تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۹۵ء میں گاؤں محمد پور میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں مولانا عبد الخالق صاحب سے حاصل کی۔ پرائمری تک پڑھنے کے بعد قصبہ سندیپ مدرسہ احمدیہ بشریہ میں داخلہ لے کر عربی کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور اسی مدرسہ میں جماعت چہارم میں داخلہ لیا، جماعت چہارم کے سالانہ امتحان میں فرسٹ پوزیشن حاصل کرکے ۱۹۱۳ء سے سرکاری وظیفہ کے مستحق قرار پائے۔ مدرسہ کے تعلیم کے بعد آپ کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا چنانچہ آپ نے چاٹگام شہر کے ایک اسکول میں درجہ ہشتم میں داخلہ لے لیا ۱۹۱۷ء میں میٹرک پاس کیا اور وہیں چاٹگام کالج میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۲۱ء میں بی۔اے، کی ڈگری

حاصل کی۔ اس کے بعد کلکتہ یونیورسٹی میں ایم اے کی تعلیم کے لیے داخلہ لیا۔۱۹۲۳ء میں عربی اور ۱۹۲۵ء میں فارسی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور گولڈ میڈل حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ڈھاکہ یونیورسٹی کے عربی وفارسی کے لکچرار کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا اس کے بعد ضلع فینی کالج کے پروفیسر کے عہدہ پر آپ کا تبادلہ ہوگیا۔

۱۹۲۶ء میں پرسیڈنسی کالج کے عربی وفارسی کے پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔۱۹۳۰ء میں ضلع راجشاہی مدرسہ کے پرنسپل کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۱ء میں ضلع ہگلی کے اسلامک انٹر میڈیٹ کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا۔

۱۹۴۳ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل مقرر کیے گئے اور آپ ہی کے زمانہ میں قیامِ پاکستان عمل میں آیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہوگیا تو قیام پاکستان کے بعد بھی آپ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے پرنسپل رہے۔ اور اس عہدہ پر متواتر رہ کر مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کا انتظام سنبھالتے رہے۔ ۱۹۵۴ء میں آپ ریٹائر ہوگئے اور ڈھاکہ ہی میں مقیم رہے۔۱۹۳۴ء میں حکومت انگریز نے آپ کو خان صاحب کے لقب سے نوازا تھا اور ۱۹۴۳ء میں خان بہادر کے لقب سے نوازا گیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ و مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے تجوید وقرأت کا شعبہ بھی آپ ہی کی کوششوں سے کھولا گیا تھا۔ خود آپ کا بیان ہے کہ ۱۹۳۵ء میں جب مکہ معظّمہ حج کے لیے گیا تو اتفاق سے آپ کا مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں جانا ہوا، تو وہاں حفظ وقرأت کا شعبہ دیکھ کر کچھ ایسا متاثر ہوئے کہ واپسی پر جب مدرسہ عالیہ کلکتہ کا پرنسپل ہوئے تو حکومت سے تین قاریوں کی تقرری کا فرمان حاصل کرلیا۔ آپ بہت سے علمی اداروں سے تعلق رکھتے تھے۔ منجملہ ان کے کلکتہ ایشاٹک سوسائٹی کے ممبر، کلکتہ یونیورسٹی سینٹ کے ممبر، ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایکزیکوٹیوکونسل اور بنگلہ اکاڈمی کے ممبر بھی تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے تعلیمی کمیٹیوں میں آپ نے مفید خدمات انجام دی ہیں۔

آپ نے عربی وفارسی زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب (RHETORICAL PROSODY) جو مدتوں کلکتہ اور ڈھاکہ کے یونیورسٹی کے M.A کے

کورس میں داخل تھی۔ اور ایک کتاب المقتطف عربی کا ایک مجموعہ ہے جو مدارس قدیم کے فاضل کلاسوں میں پڑھائی جاتی ہیں اس کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے بڑے مفید رسالے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں آپ دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ ۴۳

شمس العلماء مولانا محمد اسحاق بردوانی ابن منشی قاضی لطیف الہدیٰ (۱۸۷۰ء۔۱۹۲۸ء)

آپ مغربی بنگال ضلع بردوان کے رہنے والے تھے۔ آپ ضلع بردوان کے ایک گاؤں کیتھن میں ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ صوبہ بنگال کا ایک مشہور گاؤں ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم دستور کے مطابق اپنے گھر ہی میں شروع کیا گیا اور درسی کتابیں مولانا ممتاز حسین بردوانی، مولانا محمد منگل کوٹی اور مولانا ممیّز الحق منگل کوٹی سے پڑھیں اس کے بعد باقی علوم کی تکمیل کے لیے جامع العلوم کان پور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کی ذہانت، استعداد اور قابلیت کے قائل آپ کے طالب علمی ہی کے زمانہ سے تھے۔ چناں چہ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی نے آپ کو مدرسہ جامع العلوم کان پور کا مدرس مقرر فرما دیا جو بنگالی طالب علم کے لیے بڑے فخر کی بات تھی۔ اسی مدرسہ میں آپ عرصہ دراز تک خدمت انجام دیتے رہے۔ ۴۴ جب آپ کی علمی قابلیت اور استعداد کی شہرت کلکتہ پہنچی اور پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ کو بھی اس کی خبر ملی تو آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ میں لانے کی کوشش ہونے لگی۔ چناں چہ ۱۹۱۰ء میں مولانا فضل حق رام پوری کے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے رخصت ہو جانے کے بعد آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بلا لیا گیا۔

۱۹۱۹ء تک آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں حدیث کی درسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ ڈھاکہ کے ریفارم مدرسہ کے پروفیسر کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔

ملازمت کی باقی مدت آپ نے اسی مدرسہ میں گزار دی اور اس مدرسہ ہی سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائر ہو جانے کے بعد ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے مدرس مقرر کیے گئے تھے۔

آپ نے عربی زبان میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

۱۔سھل الاصول الی علم الاصول۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔

۲۔النور اللامع و اللؤ لؤ المکنون۔ یہ علم حدیث کے فن میں ہے۔

۳۔الدرر التنظیم فی خواص القرآن الکریم۔ یہ علم تفسیر میں ہے۔

۱۹۲۸ء میں کلکتہ کی سڑک پر ایک موٹر کی زد میں آ گئے اور سخت زخمی ہوئے فوراً آپ کو کیمبل ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ مگر اس سے جانبر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے آپ کی تدفین ان کے گاؤں کے قبرستان میں ہوئی۔[45]

شمس العلماء مولانا محمد یحیٰ سہسرامی: (۱۸۸۶ء۔۱۹۵۱ء)

آپ صوبہ بہار کے ضلع شاہ آباد قصبہ کوچس نواحی سہسرام کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۸۶ء میں سہسرام میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا عبدالوہاب بہاری اور مولانا منیر الدین صاحب سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ صوبہ یوپی کے مشہور ضلع کان پور کاشف العلوم مدرسہ میں داخلہ لیا اور اس مدرسہ میں چند سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد صوبہ یوپی کے مشہور اسلامی مدرسہ دارالعلوم دیوبند پہنچے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ علم ہیئت اس دور کے مشہور ماہر ہیئت داں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے پڑھی اور شرح چغمنی کی سند ان ہی سے حاصل کی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد سب سے پہلے آپ سہسرام کے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اسی مدرسہ میں کئی سال تک تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ ضلع سہارن پور مدرسہ مظاہر العلوم کے مدرس ہو گئے۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں صوبہ بنگال کے مشہور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس کے عہدہ پر صرف ۶۰ روپے مشاہرہ پر تشریف لے گئے۔ اور آگے ترقی کر کے ۱۹۲۹ء میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔ ۱۹۴۲ء میں مدت ملازمت ختم ہو جانے پر ریٹائر ہو گئے۔ ریٹائر ہو جانے کے بعد آپ مولانا محمد علی مونگیری سے بیعت حاصل کی۔ آپ کو معقول اور منقول دونوں میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی تقریر دلچسپ اور صاف و ٹھوس ہوتی تھی درس کا طریقہ ایسا تھا کہ طلبہ کے شبہات آپ کی تقریر سے رفع ہو جاتے تھے۔

آپ کی مشہور تصنیف حاشیۂ ترمذی ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ آپ کو شمس العلماء کا خطاب دینے کے سلسلہ میں حکومت نے اس حاشیہ کا ذکر خصوصیت سے کیا تھا۔ ۳۰؍رمضان المبارک ۱۹۵۱ء میں سہسرام میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ ۶۴

مولانا فضل حق رام پوری: (۱۸۵۸ء۔۱۹۴۰ء)

آپ صوبہ یوپی کے مشہور ضلع رام پور کے رہنے والے تھے ۱۲۷۸ھ میں اپنے وطن ریاست رام پور میں آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم ضلع رام پور کے مدرسہ میں ہوئی اور دس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ حفظ کرنے کے بعد صرف ونحو کی تعلیم مولانا عبدالعزیز انبیٹھوی اور مولانا ہدایت علی بریلوی سے حاصل کی اور مولانا عبدالکریم خاں رام پوری اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ ۲۰ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے ضلع بریلی کے ایک مدرسہ میں درس وتدریس کے مسند پر بیٹھے، چند سال تعلیم دینے کے بعد اپنے وطن رام پور چلے گئے۔ اور مدرسہ عالیہ رام پور کے مدرس ہوگئے۔ اسی زمانہ میں مولانا لطف الرحمٰن بردوانی صوبہ بھوپال کے تعلیمات کے ڈائرکٹر تھے۔ آپ نے مولانا فضلِ حق رام پوری کی شہرت سن کر بھوپال کے مدرسہ میں بلالیا لیکن وہاں پر آپ کی طبیعت زیادہ دن تک نہیں لگی، اس لیے آپ دوبارہ رامپور اپنے وطن واپس چلے آئے۔ کچھ دن گھر نہیں رہ پائے تھے کہ اسی زمانہ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مستند علماء کی ضرورت پڑی۔ چناں چہ ۱۹۰۹ء میں آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل نے بلالیا۔ آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں چند سال تک علم حدیث پر درس وتدریس دیتے رہے۔ چند سال تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم دینے کے بعد ۱۹۲۰ء میں جب مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل کا عہدہ خالی ہوگیا تو نواب رام پور نے آپ کو دوبارہ مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل کے عہدہ پر طلب کرلیا۔ اور اسی عہدہ پر آپ نے ملازمت کی مدت پوری کی۔ آپ کے تبحر علمی کا ہر شخص قائل تھا۔ علم معقولات میں تو آپ اپنے دور میں بے نظیر تھے۔ اس بناء پر آپ کو حکماء متاخرین میں شمار کیا جاتا ہے۔

آپ کی تاریخ وفات پر ایک کتاب شمس العلماء ولایت حسین (سابق مدرس اول مدرسہ عالیہ کلکتہ) نے مضٰی الی فصل الحق لکھی ہے۔

۱۹۴۰ء میں آپ کا انتقال رام پور میں ہوا اور رام پور ہی میں اپنے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ۴۷

شمس العلماء مولانا ماجد علی جون پوری: (وفات ۱۹۳۵ء)

آپ صوبہ یوپی ضلع جون پور کے محلّہ مانی کلاں کے رہنے والے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مدرسہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد معقولات کی تحصیل مولانا عبدالحق خیرآبادی سے حاصل کی۔ اور حدیث کی تعلیم کے لیے مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے درس حدیث میں شریک رہے۔ قیام گنگوہ کے زمانے میں رات بھر حضرت گنگوہی کی تقریر قلم بند کرتے تھے۔ بعض دفعہ اس میں اتنا استغراق ہوجاتا تھا کہ فجر کی اذان ہوجاتی تھی۔

تعلیم سے فراغت بعد کے تقریباً بارہ سال تک ضلع علی گڑھ مینڈھو گاؤں میں رہ کر ایک مدرسہ کے صدر مدرس کے عہدہ پر علم حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک ضلع بلند شہر قصبہ گلاؤٹھی کے مدرسہ میں دینی خدمت انجام دیا۔ پھر مولانا عبدالاحد جون پوری کے اصرار سے آپ جون پور کے مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۰ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس ہوکر تشریف لائے اور مسلسل سات برس تک اپنے فیض سے طلبہ کو مستفید کرتے رہے آپ جہاں بھی تشریف لے گئے صدر مدرس کی حیثیت سے گئے۔ آپ علم معقول اور منقول میں یکساں مہارت رکھتے تھے اس لیے آپ مجمع البحرین کے لقب سے علماء میں مشہور تھے۔ آپ کی طبیعت بہت سنجیدہ تھی۔ نیک سیرت عابد و زاہد اور بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے اسباق میں فارغ التحصیل طلبہ بھی برکت کی غرض سے شریک ہوتے تھے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری جو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور مولانا سید فخر الدین مرادآبادی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند وغیرہ ہیں۔

آخری عمر میں صحت کمزور ہوگئی تھی۔اس لیے جولائی ۱۹۲۷ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے رخصت ہوکر اپنے آبائی وطن جون پور تشریف لے گئے۔

۱۹۳۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔اور آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان جون پور میں ہوئی۔ آپ کی مشہور تصنیف حاشیہ تلویح ہے۔۴۸؎

شیخ عبداللہ ندوی: (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۲ء)

آپ کی ولادت ۱۹۰۰ء میں مغربی بنگال میں ضلع بیر بھوم کے ایک گاؤں نانو پور میں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ نے اپنا مکان ڈھاکہ فاونڈآباد تیز گاؤں میں بنایا تھا اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مدرسہ قرآنیہ میں حاصل کی اس کے بعد آپ نے دہلی کا سفر کیا اور دہلی میں شیخ احمد اللہ الہ آبادی اور شیخ عبدالرحمٰن پنڈولی سے مدرسہ حاجی علی خاں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اس کے بعد فن عقلیہ کی کتابیں دہلی کی فتح پوری مدرسہ میں پڑھیں اور عربی ادب کی کتابیں مدرسہ امینیہ دہلی سے پڑھیں اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لے کر فضیلت کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کے مشہور شیوخ میں سے علامہ سید سلیمان ندوی، شیخ امیر علی ملیح آبادی اور شیخ سعید علی حائنائیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۲۵ء میں تحصیل علوم سے فراغت کے بعد اپنے وطن نانو پور واپس چلے گئے اور سب سے پہلے آپ مدرسہ عرفان العلوم میں مدرس ہوگئے اس کے بعد آپ مدرسہ مصری گنج کلکتہ چلے گئے اور دو سال اس میں مختلف فنون کا درس دیتے رہے،اس کے بعد ضلع مرشدآباد(مغربی بنگال) کے ایک سینیر مدرسہ میں چلے گئے اور کئی سال تک اس میں درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔مگر وہاں کی آب ہوا آپ کوراس نہ آئی اس لیے آپ وہاں سے بیر بھوم چلے گئے اور خیرآباد کے ایک درس نظامی مدرسہ میں علوم دینیہ کا درس دینے لگے۔

اس کے بعد آپ وہاں سے دہلی مدرسہ رحمانیہ میں عربی ادب کے استاد کی حیثیت سے تشریف لے آئے۔ اور صرف چندروز ہی خدمت انجام دے پائے تھے کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ نے آپ کی

ضرورت محسوس کی اور آپ کو مدرسہ عالیہ میں آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ چلے گئے اور آٹھ سال تک وہیں تعلیم وتعلم میں مشغول رہے۔

۱۹۴۷ء میں جب ملک تقسیم ہوا مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہوگیا تو آپ بھی دیگر اساتذہ کے ساتھ ڈھاکہ چلے گئے۔ اور ڈھاکہ میں ۱۹۵۷ء تک حدیث اور تفسیر کے استاذ کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حکومت پاکستان نے آپ کو ضلع سلہٹ کے ایک ٹائٹل مدرسہ میں ایک اعلیٰ عہدے پر منتقل کردیا۔ اور اس مدرسہ میں آپ ۱۹۶۰ء تک حدیث اور تفسیر کا درس دیتے رہے۔

پھر اس کے بعد ضلع دیناج پور کے ایک ٹائٹل مدرسہ میں آپ کو بھیج دیا گیا اس مدرسہ میں حدیث وتفسیر کی خدمت انجام دی اور آخری عمر میں آپ کو ضلع نارائل کے ایک ٹائٹل مدرسہ میں منتقل کردیا گیا۔ اور تاحیات اسی مدرسہ میں حدیث اور تفسیر کا درس دیتے رہے۔

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۷۲ء کو اپنے مکان فاونڈ آباد میں انتقال فرما گئے اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ ایک متبحر عالم وفاضل تھے حدیث وتفسیر میں آپ کو مہارت تامہ تھی، آپ جہاں بھی تشریف لے گئے حدیث وتفسیر کے مدرس کی حیثیت سے گئے۔[۴۹]

مولانا ہرمز اللہ سلہٹی: (۱۹۰۳ء۔۱۹۵۹ء)

مولانا ہرمز اللہ سلہٹی ابن محمد مقیم اللہ۔ آپ مشرقی پاکستان کے مشہور ضلع سلہٹ محلّہ تڑک کھلا کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۹ جون ۱۹۰۳ء میں محلّہ تڑک کھلا میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم مقامی اسکول اور مدارس میں حاصل کرنے کے بعد داؤریہ جونیر مدرسہ سلہٹ میں داخل ہوئے اور وہاں کے امتحانات سے نہایت کامیابی کے ساتھ پاس کرکے سلہٹ ضلع کے گورنمنٹ مدرسہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہوئے اور وہاں کے مدرسہ میں متواتر چھ سال تک تعلیم پاتے رہے۔ اور آسام مدرسہ بورڈ کے امتحان میں نمبر اول آئے۔

۱۹۲۵ء میں تکمیل حدیث کی غرض سے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا۔ اور تین سال تک مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد فخر المحدثین کے امتحان سے فارغ ہوئے۔

فخر المحدثین کے تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے شعبہ ریسرچ میں داخلہ لیا شعبہ ریسرچ میں آپ کو حکومت کی جانب سے وظیفہ ملتا تھا۔ ڈیڑھ سال تک آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی لائبریری کی کتابوں کی ایک مکمل فہرست تیار کی۔ اور علامہ شوکانی کی سوانح حیات بھی مرتب کی۔

آپ کی ریسرچ مفید اور تسلی بخش تھی اس لیے مزید اور ایک سال چار مہینے ریسرچ کا وظیفہ منظور ہوا اور آپ اسی سلسلہ میں حیدرآباد (دکن) چلے گئے۔ حیدرآباد جانے کے بعد وہاں کے کتب خانہ کے علم کیمیا کی غیر مطبوعہ کتابوں کی ایک فہرست مرتب کی۔ جس میں کم وبیش دو ہزار کتابوں کا انگریزی ترجمہ بھی حکومت نے کرایا تھا۔ ریسرچ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء میں آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کا مدرس مقرر کیا گیا۔ اور ۱۹۴۷ء تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں علم الحدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد آپ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ چلے گئے اور اس میں حسب سابق مدرس کی عہدہ پر مقرر رہے۔

یکم مارچ ۱۹۵۰ء کو آپ کا تبادلہ گورنمنٹ مدرسہ سلہٹ کے اعلیٰ عہدہ پر ہوگیا۔ اور ۲۸ رجولائی ۱۹۵۸ء کو ملازمت کی مدت ختم کر کے پنشن پانے لگے۔

آپ اردو، عربی و فارسی کے اچھے ادیب تھے۔ آپ کے اردو اور فارسی اشعار بڑے اچھے ہوتے تھے۔ آپ کے بہت سے اشعار مطبوعہ ہیں۔ جو ایک دیوان کی شکل میں آپ کے پاس جمع تھے۔

آپ کی تصنیفات کی تعداد کثیر ہے ان میں مشہور یہ ہیں۔

(۱) مخزن الفراسہ، دیوان حماسہ کے دو ابواب کی شرح ہے جو اس زمانہ میں چھپ چکی تھی۔

(۲) مسلم الثبوت کی شرح نعم المنعم (غیر مطبوعہ)

(۳) فن حدیث میں معلومات الحدیث کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ بھی آپ نے لکھا تھا۔ (غیر مطبوعہ)

آپ کا انتقال ۱۹۵۹ء میں ڈھاکہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ ۵۰؎

شمس العلماء مولانا خان بہادر محمد موسیٰ ایم۔اے: (۱۸۸۲ء - ۱۹۶۴ء)

آپ کا نام موسیٰ اور والدمحترم کا نام مجتبیٰ احمد ہے۔آپ کی ولادت قصبہ نل ڈانگا ضلع بانکوڑا میں ہوئی جو اس وقت صوبہ بنگال کا ایک حصہ ہے۔آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی پاٹھ شالوں میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے فارسی کی تعلیم مولوی امجد حسین رسول پوری سے حاصل کی۔اورعربی کی ابتدائی تعلیم مولانا رئیس الدین سے حاصل کی۔مولانا رئیس الدین صاحب کا شمار نہایت ذی علم علماء میں کیا جاتا تھا۔آپ نے ان سے کافیہ تک کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۸۹۷ء میں کلکتہ آئے اور شمس العلماء مولانا لطف الرحمٰن بردوانی اور مولانا عرفان صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب آرہوی سے استفادہ کیا۔اورمولوی زہادالرحمٰن سے انگریزی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد ۱۸۹۸ء میں مغربی بنگال کے مشہور ادارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عربی شعبہ جماعت چہارم میں داخلہ لیا۔اور باضابطہ مدرسہ عالیہ میں پڑھنے لگے البتہ خارجی طور پر شمس العلماء مولانا میر علی میرٹھی (جو اس وقت مدرسہ عالیہ کے مدرس تھے۔) سے استفادہ کرتے رہے۔دو سال محنت سے تعلیم کی جانب منہمک رہے۔سال سوم چیچک جیسے مہلک بیماری میں مبتلا ہوگئے۔بیماری ایسی خطرناک تھی کہ آپ کے والدین کو عیادت کے لیے کلکتہ آنا پڑا۔لیکن خدا کی کیا شان تھی کہ خود آپ کے والدمحترم بھی اسی بیماری میں مبتلا ہوگئے اور اسی بیماری میں وفات بھی پا گئے۔جب آپ اس مہلک بیماری سے تندرست ہوگئے۔اس وقت والدمحترم کی شفقت کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔بے سروسامانی کی کوئی انتہا نہ تھی۔آپ کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دیتا مگر آپ نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ ہمت اور عزم سے کام لیا۔چناں چہ ۱۹۰۲ء میں دوبارہ مدرسہ عالیہ میں داخلہ لے کر امتحان دیا امتحان میں اچھے نمبرات کے ساتھ پاس ہوگئے۔لیکن اس تعلیم سے ذریعہ معاش کا کوئی خاطر خواہ راستہ نظر نہ آیا۔اس لیے آپ مدرسہ عالیہ کی اینگلو پرشین شعبہ کے آٹھویں کلاس میں داخلہ لیا۔اور ۱۹۰۵ء میں میٹرک کے امتحان میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوگئے۔۱۹۰۶ء میں انٹر کالج میں داخلہ لے لیا۔اور ساتھ ہی ساتھ تعلیمی مصارف کے لیے ٹیوشن کرنے کا فیصلہ کیا۔کیوں کہ گھر سے کسی مالی امداد کی امید نہیں تھی۔

۱۹۰۶ء میں اتفاق سے ہوگلی کالج میں ایک پروفیسر کا عہدہ عارضی طور پر خالی ہوا جس پر آپ کا تقرر ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۷ء میں آپ انٹر کلاس کے امتحان میں شریک نہیں ہوسکے۔ ایک سال بعد ۱۹۰۸ء میں انٹر امتحان میں شریک ہوئے اور اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوگئے۔ آپ کو اور مزید تعلیم کا شوق تھا مگر گھر کی اقتصادی حالت نے مجبور کر رکھا تھا۔ اس لیے آپ تعلیم چھوڑ کر کلکتہ جوبلی اسکول کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور ساتھ ہی ساتھ پرائیویٹ، بی۔ اے۔ کلاس میں داخلہ لے کر پریسیڈنسی کالج میں پڑھتے رہے۔ اس زمانہ میں ایک دن مولانا ابونصر وحیدی جوڈھاکہ مدرسہ کی سپریٹنڈنٹ تھے آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے آپ کو ڈھاکہ مدرسہ میں ملازمت کے لیے بلایا چناں چہ آپ ڈھاکہ مدرسہ میں چلے گئے۔ اور یہیں مدرسہ میں رہ کر ۱۹۱۰ء میں بی اے کا امتحان اعلیٰ نمبرات سے پاس کیا۔ کچھ دنوں کے بعد مدرسہ ڈھاکہ سے آپ کا تبادلہ اسام گوہاٹی کالج میں ہوگیا۔ مگر ایک ہی مہینہ رہ پائے تھے کہ وہاں سے ۱۹۱۱ء میں ضلع ہوگلی مدرسہ محسینیہ کی سپریٹنڈنٹ کے عہدہ پر تبادلہ ہوگیا اور اس مدرسہ سے آپ ۱۹۲۲ء میں مشرقی بنگال ضلع چاٹگام کے سینیر مدرسہ میں پرنسپل کے عہدہ پر چلے گئے۔ اور ایجوکیشنل سروس کے عہدہ پر فائز ہوئے اس زمانہ میں آپنے تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا۔ اور سب سے پہلے آپ نے تیسیر المنطق نام کی کتاب لکھی۔ ۱۹۲۷ء میں ڈھاکہ اسلامی انٹرمیڈیٹ کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۳۴ء میں بنگال کے مشہور ادارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔ ۲رجنوری ۱۹۴۱ء تک بڑی محنت ولگن سے اپنے فرائض انجام دے کر ریٹائر ہوئے۔ ریٹائر ہوجانے کے بعد اپنے وطن بانکوڑا میں اقامت گزیں ہوگئے۔ تقسیم ہند کا فتنہ وفساد کی آگ وہاں بھی پہنچی آپ کی تمام جائداد تباہ کردی گئی۔ پریشان حال ہوکر آپ ڈھاکہ چلے گئے اور بفضلہٖ تعالیٰ ڈھاکہ ہی میں مقیم رہے۔ آنکھوں کی روشنی ضائع ہوچکی تھی۔ اور فالج کا بھی اثر تھا۔ لیکن دل اب تک جوان تھا اور قوت حافظہ بالکل درست تھی۔ زندگی کی یہ تمام واقعات کے باوجود دینی شغل میں اپنے قیمتی اوقات کو خرچ کرتے تھے۔ آپ بڑے اچھے شاعر بھی تھے اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں تقریبا آپ کی تین ہزار سے بھی زیادہ اشعار ہیں (جو مطبوعہ اور

غیر مطبوعہ ہیں)

آپ کی تصانیف کی ایک لمبی فہرست ہے جس میں اکثر مطبوعہ ہیں اور بعض غیر مطبوعہ ہیں۔
آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(۱) تیسیر المنطق

(۲) سبحۃ الادیب۔ چار حصوں میں ہے

(۳) کتاب الامالیح

(۴) کتاب الانشاء۔ تین حصوں میں ہے

(۵) المجتبیٰ ارکان اربعہ۔

(۶) المجتبیٰ من المجتبیٰ دو حصوں میں (عربی زبان میں ہے)

(۷) شرح قصیدۂ بردہ (یہ عربی انگریزی اور بنگلہ زبان میں)

(۸) سابغ النعم شرح تفسیر جزو عم پارہ (عربی)

(۹) تعلیم الفرائض

(۱۰) البیان الاظہر شرح فقہ اکبر

(۱۱) المجتبیٰ فی شرح الملتقیٰ فی الفقہ

(۱۲) الادب العربی فی النثر

(۱۳) الارشاد الی تربیۃ الاولاد

(۱۴) کتاب الانشاء

(۱۵) انگریزی گرامر

(۱۶) بنگلہ گرامر وغیرہ۔

وفات ۱۹۶۴ء میں آپ کا انتقال ہوا اور ڈھاکہ ہی میں آپ مدفون ہیں۔ [۵۱]

مولانا مفتی محمد سہول بہاری: (۱۸۷۵ء۔۱۹۴۸ء)

آپ صوبہ بہار کے مشہور ضلع بھاگل پور کے رہنے والے تھے۔۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ء کو اپنے گاؤں پورینی میں آپ کی ولادت ہوئی۔۵۲

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے اساتذہ سے حاصل کی۔اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے کان پور چلے گئے۔کان پور میں مولانا احمد حسین کان پوری اور مولانا عبدالوہاب بہاری سے معقولات کی تکمیل کی۔باقی درسی کتابیں دارالعلوم دیوبند سے پڑھیں حدیث کی کتابیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی سے پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کی اور کچھ دنوں تک آپ کی خدمت میں رہ کر مراحل سلوک طے کی۔مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب آپ کے حال پر بہت مہربان تھے۔۱۹۱۵ء میں مولانا شیخ الہندؒ سے اجازت لے کر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس ہوکر تشریف لے آئے۔اور تین سال تک مدرسہ عالیہ میں درس حدیث دیتے رہے۔اسی عرصہ میں آسام کے گورنمنٹ نے سلہٹ مدرسہ کے لیے آپ کو اعلیٰ عہدہ پر طلب کیا اس لیے آپ سلہٹ مدرسہ میں تشریف لے گئے۔لیکن وہاں بھی زیادہ دن رہ نہ سکے۔مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی پرنسپل کا عہدہ خالی تھا۔اور مدرسہ کمیٹی نے اس عہدہ کے لیے آپ کو سب سے بہتر سمجھا چنانچہ آپ کے پاس اس کی تقرری کا خط بھیجا گیا ۱۹۱۹ء میں آپ پٹنہ مدرسہ شمس الہدیٰ میں پرنسپل کے عہدہ پر تشریف لے گئے۔۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔۱۹۳۶ء میں ریٹائر ہو گئے پنشن پانے کے بعد آپ گھر میں قیام پذیر تھے۔مگر آپ کی علمی صلاحیت اعلیٰ درجہ کی تھی۔اس لیے دارالعلوم دیوبند دوبارہ تشریف لائے۔اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ابھی ڈیڑھ سال دارالعلوم دیوبند میں نہ گزرے تھے کہ مشرقی بنگال سلہٹ سینیر مدرسہ میں ٹائٹل کی جماعت کھولی گئی اور اس کے لیے قابل علماء کی ضرورت تھی انتظامیہ نے آپ کو منتخب کیا جب آپ کو دعوت نامہ ملا۔تو آپ دیوبند چھوڑ کر سلہٹ چلے گئے۔

دیوبند کے علماء آپ کے جانے پر راضی نہ تھے۔مگر آسام کے گورنمنٹ کے اصرار اور آپ کے مدّاحوں کی درخواست پر آپ کو سلہٹ آنا پڑا۔مگر صحت نے موافقت نہ کی۔اس لیے آپ ۱۹۴۲ء

میں مجبور ہو کر مستعفی ہو گئے۔آپ کی ذات سلف صالحین کا نمونہ تھی۔آپ عابد و زاہد ریاضت گزار اور نیک انسان تھے زندگی بالکل سیدھے سادے طریقہ سے گزارتے تھے۔آپ کو کبھی کسی سے ناخوش ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ضلع سلہٹ اور اطراف سلہٹ کے لوگوں کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔آپ بعد میں سلہٹ ہی میں اقامت پذیر ہو گئے تھے مگر وطن کی خاک آپ کو کھینچ رہی تھی اور اپنی آغوش میں جگہ دینے کے لیے بے قرار تھی چناں چہ ۱۹۴۸ء میں قیام پاکستان کے بعد آپ کو اپنے اعزہ واقربا سے ملنے کے لیے بھاگل پور آنا پڑا۔ جب آپ بھاگل پور تشریف لائے تو بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں ۱۹۴۸ء میں آپ کا انتقال ہو گیا آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان میں ہوئی۔۳۵

مولانا طاہر علی آسامی: (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۹۴ء)

آپ صوبہ آسام کے ضلع بیباغ پور گاؤں شینگاریہ میں ایک دیندار گھرانے میں ۱۵ر مئی ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ بعد میں آپ نے کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی۔آپ کے والد محترم کا نام محمد حازم علی تھا اور والدہ محترمہ کا نام نسیمہ خاتون تھا دونوں نیک سیرت اور دیندار تھے۔آپ کے والد صاحب بھی بڑے عالم شریعت تھے۔اور وہ ایک سرکاری مدرسہ کے مدرس تھے۔آپ کے والد ماجد کے دل میں بچپن ہی سے دینی درسگاہیں اور دینی تعلیم گاہ کا بندوبست کرنا خدا نے ڈال دیا تھا کیوں کہ بچپن ہی سے دینی اور سماجی خدمت کرنے کا شوق تھا۔اور ان کے دلوں میں عاشق رسول اللہ ﷺ بننے کا بھی بے انتہا شوق تھا۔آپ نے سات مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا تھا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں قرآن کریم اور عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے سے ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول سے چوتھی کلاس پاس کیا۔اور وظیفہ کے مستحق ہوئے۔اس کے بعد ہائی اسکول میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔آپ کو شروع سے ہی دینی تعلیم کا شوق تھا اس لیے آپ نے تین سال تک ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ بھرپور میڈل سرکاری مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔اور اس مدرسہ میں شوق کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے۔اور سالانہ بورڈ کے امتحان میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہو کر اول پوزیشن حاصل کی۔

اور سرکاری دس روپیہ ماہوار وظیفہ کے مستحق ٹھہرے۔ اس مدرسہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد صوبہ یوپی کے مشہور اسلامی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر تین سال تک محنت سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دارالعلوم کے مشہور اساتذہ مولانا حسین احمد مدنی مولانا انور شاہ کشمیری جیسے بزرگوں سے تفسیر اور علم فقہ میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ لاہور پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں کے ماہر مفسر قرآن مولانا احمد علی سے تفسیر قرآن کریم اور علم فقہ کا علم حاصل کیا۔ چند مہینے رہنے کے بعد آپ دوبارہ دیوبند پہنچے اور جمعیۃ العلماء ہند کے صدر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم تصوف اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ جس کی بدولت آپ کو خلافت حاصل ہوگئی۔

علوم ظاہری و باطنی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے آپ نے مشرقی بنگال کے مشہور ضلع سلہٹ کے ایک اردو کالج میں کچھ دنوں تک درس و تدریس کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد صوبہ آسام کے ضلع ابی پور میں ایک ٹائٹل مدرسہ میں کئی سال تک حدیث و تفسیر کا درس دیا۔ اس کے بعد وزیر تعلیم مولانا ابو الکلام آزاد کے مشورہ سے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں چلے آئے۔ کیوں کہ آپ کی علمی قابلیت کی شہرت پھیل چکی تھی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں آپ جیسے جید علماء وفضلاء کی اشد ضرورت تھی کیوں کہ تقسیم ہند کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ دو سال تک بند رہا۔ اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مشہور فضلاء ڈھاکہ چلے گئے تھے۔ سرکاری مدرسہ میں آپ نے طویل عرصہ ۳۱ سال تک علم حدیث و علم تفسیر کا درس دیا۔

طویل عرصہ تک سرکاری ادارہ میں درس و تدریس کی خدمت کرنے کے باوجود آپ کی دلی تمنا درس نظامیہ کی (غیر سرکاری مدرسہ کی) طرف مائل تھا اس لیے آپ نے ریٹائر ہونے کی مدت ختم ہونے سے پہلے سرکاری نوکری چھوڑ کر ۱۹۷۷ء میں کلکتہ راجدھانی کے قریب ہی موضع دمدم میں ایک عالی شان درس نظامیہ جامعہ اسلامیہ مدنیہ مدرسہ قائم کی۔

اور آپ ہی خود اس مدرسہ میں مہتمم اور صدر مدرس تھے اور تاحیات آپ بغیر مشاہرہ درس حدیث و تفسیر کی خدمت انجام دیتے رہے صوبہ بنگال و آسام اور بنگلہ دیش میں آپ کے سینکڑوں شاگرد موجود ہیں۔ آج بھی یہ مدرسہ صوبہ بنگال میں درس نظامیہ کے ایک مشہور مدرسہ کی حیثیت سے

معروف ہے۔ ۵۴؎

سماجی خدمت:

آپ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ سماجی خدمت بھی انجام دی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے ملک اور سماج کی خدمت کرنا آپ کی ذاتی فکر تھی چناں چہ انگریز سرکار کے خلاف اور ہندوستان کی آزادی کے لیے ۱۹۴۱ء کے تحریک میں آپ بھی شریک ہوئے تھے۔

مسجد، مکتب، مدرسہ اور دینی درس گاہیں قائم کرنا آپ کا طالب علمی کے زمانہ ہی سے مستحکم ارادہ تھا چنانچہ طالب علمی کے زمانے میں مشرقی بنگال کے مشہور ضلع سلہٹ میں آپ نے ایک اردو اور عربی کالج قائم کیا تھا جس میں آپ نے فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ۵۵؎

آپ بچپن ہی سے دل کے مریض تھے مگر ایمانی جذبہ دل میں غالب تھا کہ دین کی خدمت کرنا آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ ملک کے مختلف شہر اور گاؤں میں جاتے تھے اور وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔ اور سماجی خدمت کے لیے شہر اور گاؤں میں تعلیم کا انتظام کیا کرتے تھے۔ آپ جمعیۃ العلماء بنگال کے صدر بھی تھے۔ جمعیۃ العلماء بنگال کے صدر رہ کر صوبہ بنگال کے ہزاروں سماجک مسائل حل کیا کرتے تھے۔ ۵۶؎

اپنے معمولات کو بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ ساتھ پڑھنے لکھنے سے آپ کا لگاؤ اس قدر تھا کہ متعدد کتابوں کے مصنف کی حیثیت سے بھی آپ کی شہرت ہوئی۔ ان میں سے آپ کی مشہور تصنیفات یہ ہیں۔

(۱) قرآن کی تفسیر (بنگلہ زبان میں)

(۲) المنار حدیث کی شرح (عربی)

(۳) القرآن ۱، سے ۵، تک

(۴) قرآنی کہانی ۱، سے ۳، حصے تک

(۵) ختم نبوت

(٦) اسلام کے نام سے ایک نیا مذہب

(۷) انقلاب

(۸) صراط المستقیم

(۹) محبت رسول اللہ ﷺ کیا ہے

(۱۰) مالٹا (بندی)

(۱۱) مرنے کے بعد

(۱۲) مشکل اور اس کا حل۔

(۱۳) سائنس اور اسلام

(۱۴) تصحیح اسلام

(۱۵) تعلیم اور دینی تعلیم

(۱۶) سیرت مدنی

(۱۷) اسلام کی قدر

(۱۸) تکالیف وآرام وغیرہ

رسائل:

اس کے علاوہ قوم کی ترقی کے لیے ماہنامہ رسائل بھی نکالتے تھے۔

(۱) انسانیت کے نام سے ہفتہ وار رسالہ نکالتے تھے۔ اور پانچ سال تک اس کو نکالتے رہے۔

(۲) ۱۹۹۴ء میں نیا ہفتہ کے نام سے ایک رسالہ نکالا۔ ۵۷

وفات مدرسہ جامعہ اسلامیہ مدنیہ میں ۲۵ رنومبر ۱۹۹۴ء کو آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، اور آپ کی تدفین مدرسہ کی مسجد کے قریب ہوئی۔ پس ماندگان میں بیوی کے علاوہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ ۵۸

مولانا ابوالحفاظ محمد فصیح بن حافظ محمد حسین صاحب: (ولادت ۱۹۰۱ء)

آپ کی پیدائش ۱۹۰۱ء میں مغربی بنگال کے مشہور ضلع مرشد آباد قصبہ بھرت پور گاؤں مالوف میں ہوئی۔ آپ وہاں کے معزز اور خوش حال خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ جو حافظ قرآن بھی تھے اور علم اور علماء سے محبت کرنے والے بھی تھے۔ اس کے بعد اپنے دادا مولوی حاجی محمد حسن ابن مولوی محمد محسن خان بہادر، جو دیوان مرشد آباد تھے ان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔

۱۹۱۴ء میں صوبہ بنگال کے مشہور ادارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی جماعت ہفتم میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۰ء تک امتیازی نمبرات کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حکومت انگریز نے آپ کو مدرسہ کی طرف سے وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ لیکن اسی سال ۱۹۲۰ء میں خلافت کی تحریک نے زور پکڑا اور ترک موالات کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ جس میں مدرسہ کے طلبہ بھی شریک ہو گئے۔ چناں چہ حکومت انگریز نے مدرسہ عالیہ کو بند کر دیا۔ اسی وجہ سے بہت سے طلبہ نے سرکاری مدرسہ میں پڑھنا چھوڑ دیا۔ ان میں آپ بھی شامل تھے۔ مدرسہ عالیہ کی تعلیم چھوڑنے کے بعد آپ کلکتہ شہر کے مشہور مسجد ناخدا کی قومی مدرسہ جو اس زمانے میں قائم کیا گیا تھا اس میں داخلہ لے کر تعلیم پاتے رہے۔ لیکن خدا کا کیا منشاء تھا کہ یہاں جی نہ لگا۔ ۱۹۲۱ء میں جامع ازہر یونیورسٹی میں داخلہ لے کر آٹھ ماہ تک تعلیم حاصل کی۔ اور اسی اثنا میں آپ نے شہادۃ الاہلیہ کا امتحان پاس کیا۔ اور ساتھ ساتھ آپ مصر کی جامع مصریہ میں بھی داخلہ لے کر رات کے اوقات میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دن کو یونیورسٹی جامع ازہر میں پڑھتے تھے۔ اور رات کو جامع مصریہ میں پڑھتے تھے۔ اس طرح بیک وقت آپ دونوں اداروں سے مستفید ہوتے رہے۔ اور بڑی محنت و مشقت سے علوم وفنون کی تکمیل کرتے رہے۔

۱۹۲۵ء میں شہادۃ العالمیہ کا ڈپلوما کورس جامع ازہر یونیورسٹی سے کیا۔ آپ کا ارادہ تھا کہ تعلیم کا سلسلہ جاری رہے۔ مگر گھر کی اقتصادی حالت خراب ہونے کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ چناں چہ ۱۹۲۶ء میں جامع ازہر یونیورسٹی سے اپنے وطن ہندوستان واپس چلے آئے۔

ہندوستان آنے کے بعد آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی۔ چناں چہ ۱۹۲۷ء میں پرنسپل مدرسہ

عالیہ کلکتہ نے آپ کو طلب کیا آپ کو مدرسہ عالیہ کا مدرس مقرر کر دیا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک آپ مدرسہ عالیہ میں مدرس کی حیثیت سے درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ۱۹۳۰ء میں آپ ترقی کر کے لکچرار کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں حکومت بنگال نے آپ کو مشرقی بنگال کے ضلع چاٹگام کے مدرسہ میں پروفیسر کے عہدہ پر تبادلہ کر دیا۔ ۱۹۴۲ء میں دوبارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تشریف لائے۔ اور اڈیشنل مولوی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ لیکن ایک سال بعد ۱۹۴۳ء میں ضلع ہگلی اسلامک انٹرمیڈیٹ کالج کے وائس پرنسپل کے عہدہ پر ہگلی کالج چلے گئے۔ اور قیام پاکستان تک اسی کالج میں خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد مشرقی بنگال ڈھاکہ اسلامک انٹر کالج کے پروفیسر کی حیثیت سے ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ اور ریٹائر ہونے تک اسی کالج میں خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں ریٹائر ہو جانے کے بعد ڈھاکہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔

علم ادب میں آپ کو کافی مہارت تھی۔ آپ کو اس زمانہ میں عربی ادب کے ماہرین میں شمار کیا جاتا تھا۔ عربی میں آپ کی تقریر برجستہ اور سلجھی ہوئی ہوتی تھی۔

آپ کی علمی قابلیت بھی بڑی اچھی تھی۔ عربی شاعری بھی کرتے تھے۔ اور پایہ کی شاعری کرتے تھے آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے زمانہ میں مولانا عبدالصمد اسلام آبادی مولانا سہول احمد مولانا جمیل احمد انصاری مولانا حسین احمد سلہٹی وغیرہ اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ اور جامع ازہر یونیورسٹی کے جید علماء وفضلاء سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ جس میں قابل ذکر شیخ احمد ازہری، شیخ یوسف مجازی اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین ازہری وغیرہ شامل ہیں۔

ابتدائی طالب علمی کے زمانہ میں آپ آزاد طبیعت کے مالک تھے۔ آخر عمر میں آپ کو علم تصوف سے خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اکثر اوقات درود ووظائف میں اپنے اوقات کو گزارتے تھے۔

آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں بہت سی کتابیں شائع نہیں ہوئی ہیں۔ صرف چند تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو سکیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فقہ اللغۃ من العربیۃ الی الاردویۃ (پچاس ہزار الفاظ پر مشتمل ہے)

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کی قرآنی کہانی (اردو)

(۳) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق چند رسالے۔۵۹

ابوالفتح محمد حسین احمد: (ولادت ۱۸۹۰ء)

آپ مشرقی بنگال کے ضلع سلہٹ، قصبہ نیز پاٹ کے رہنے والے تھے۔آپ کی ولادت ۱۸۹۰ء میں اپنے گاؤں مالوف میں ہوئی۔ابھی پیدائش کے چودہ دن بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی شفقت کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔اور آپ کی جب عمر آٹھ سال کی ہوئی تو والدمحترم کا بھی انتقال ہوگیا۔اس یتیمی اور بے سروسامانی کے باوجود علم کا شوق دامن گیر رہا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے اطراف کے مدارس (جھنگا باڑی اور جلال پور) میں ہوئی اور بورڈ کا امتحان آسام بورڈ سے دیا۔اور اول نمبر سے کامیابی حاصل کی اور سرکاری وظیفہ کے مستحق ٹھہرے۔اس کے بعد آپ نے ۱۹۱۲ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ لیا۔اور متواتر آٹھ سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔۱۹۲۰ء میں ممتاز المحدثین کے امتحان سے فارغ ہوئے۔چوں کہ آپ اپنے تعلیم کے زمانے ہی سے بہت ذہین اور ممتاز طلبہ میں شمار کیے جاتے تھے۔اس لیے پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ نے اپنے دل میں یہ طے کرلیا تھا کہ آپ کو مدرسہ عالیہ ہی میں درس وتدریس کے لیے رکھ لیا جائے۔چناں چہ ۲۶/ جولائی ۱۹۲۰ء میں امتحان کے نتائج شائع ہوتے ہی آپ کو مدرسہ عالیہ میں مدرس کے عہدہ پر مقرر کر دیا گیا۔

آپ اسی زمانہ سے لے کر ۱۹۴۴ء تک مدرسہ عالیہ میں مختلف فنون کا درس نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔اور آخر میں پرنسپل مدرسہ عالیہ نے صرف فن حدیث کا درس آپ کے ذمہ کر دیا۔کیوں کہ علم حدیث میں آپ کی معلومات بہت وسیع تھی آپ کی علمی شہرت اور وسعت معلومات کی بناء پر ۱۹۴۴ء میں حکومت آسام نے آپ کو گورنمنٹ مدرسہ سلہٹ کے پرنسپل کے لیے طلب کیا۔اور ریٹائرمنٹ تک کے لئے پرنسپل کے عہدہ پر فائز کر دیا۔آپ کی تبحر علمی سے حکومت اتنا متاثر تھی کہ آپ کی مدت ملازمت ختم ہونے کے بعد بھی مزید پانچ سال تک توسیع کر دی تھی کہ مدرسہ آپ کی

فیوض سے محروم نہ رہ جائے۔آخر۱۹۵۴ء میں آپ ملازمت سے سبکدوش ہوگئے اور ضلع سلہٹ میں اقامت گزیر ہوئے۔

آپ کے ہم عصر آپ کی وسعت معلومات کے قائل تھے آپ کی قوت حافظہ بھی اچھا تھا جو ایک مرتبہ پڑھ لیتے تھے۔وہ دماغ میں محفوظ ہو جاتا تھا۔آپ کو مطالعہ کا اتنا شوق تھا کہ شاید ہی مدرسہ عالیہ کی لائبریری میں کوئی ایسی کتاب ہو جس پر آپ کی نظر نہ پڑی ہو۔آپ کو کتاب جمع کرنے کا شوق بھی عشق کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ جہاں کہیں کسی نئی کتاب کی اطلاع ملتی فوراً اس کو کسی نہ کسی صورت میں حاصل کر لیتے تھے۔

چناں چہ آپ نے اپنا ایک ذاتی کتب خانہ بھی قائم کیا تھا۔جس میں درسی کتب کے علاوہ نوادر اور قلمی کتابوں کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔خاص کر بنگال کے قدیم مصنفین کے کتابوں کا ذخیرہ تو اتنا زیادہ تھا کہ شاید ہی کسی سرکاری یا غیر سرکاری لائبریری میں ہو۔

مجموعی حیثیت سے آپ کا یہ ذاتی کتب خانہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے لیے ایک باعث فخر ہے۔آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث،علم فقہ، اور اس کے علاوہ تمام متداول علوم میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔اس وقت بھی آپ کی کتابوں سے علماء وفضلاء مستفید ہوتے رہتے ہیں۔
آپ کو مندرجہ ذیل مشاہیر علماء وقت سے پڑھنے کا شرف حاصل تھا۔

شمس العلماء مولانا صفی اللہ،شمس العلماء مولانا اسحاق بردوانیؒ،شمس العلماء مولانا عبدالوہاب بہاریؒ،شمس العلماء مولانا محمد مظہر حسینؒ،مولانا عبداللہ ٹونکی،مولانا مفتی یحیی سہسرامیؒ،مولانا سید امیر علیؒ ملیح آبادی،مولانا خلیل احمد سعودی عربی،مولانا ارب علی سلہٹی،مولانا عبدالباری سلہٹی،مولانا ابراہیم سلہٹی وغیرہ۔

آپ کی تصنیفات کا بھی بڑا ذخیرہ ہے عربی،اردو، فارسی اور بنگلہ زبانوں میں آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں مگر افسوس کہ سوائے ایک دو کتاب کے سب کی سب غیر مطبوعہ ہیں۔

(۱) شرح ترمذی جلد اول (عربی زبان میں) الانتقاد علی قاموس المشاہیر۔(غیر مطبوعہ)

(۲) الصاق الکعبین فی الرکوع (اردو زبان میں) (غیر مطبوعہ)

(۳) ترجمہ قرآن (بنگلہ زبان میں)

(۴) حاشیہ منطق الطیور (فارسی زبان میں مطبوعہ ہے)

(۵) حاشیہ مستطرف (اردو زبان میں مطبوعہ ہے)

(٦) اشہر المشاہیر الاسلام (عربی زبان میں)

(۷) تعلیق الخولجہ علی تلخیص ابن ماجہ وغیرہ (عربی زبان میں) ٦٠ے

علامہ عبدالرحمٰن کاشغریؒ: (۱۹۱۲ء۔۱۹۷۱ء)

آپ کا آبائی وطن ترکستان کے دارالسلطنت کاشغر میں تھا اور آپ کی پیدائش بھی کاشغر میں ۱۵ر ستمبر ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم ملک کے علماء وفضلاء سے ہوئی۔ بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ ابتدائی کتابیں مقامی علماء وفضلاء سے پڑھیں۔ اور اسی زمانہ میں ہندوستان کے علماء وفضلاء کی شہرت سن کر ہندوستان کا اشتیاق دل میں پیدا ہوا۔ چناں چہ ابھی عمر کا گیارہواں سال چل رہا تھا کہ اپنے وطن سے کوچ کر کے ہندوستان کے علماء وفضلاء سے فیضیاب ہونے کے لیے ہندوستان کی جانب پیدل چل پڑے پیدل کا راستہ بڑا خطرناک تھا۔ کیوں کہ سرحدی ممالک کا وہ کوہستانی سلسلہ جو اکثر برف سے ڈھکی رہتی تھی۔ ہندوستان آنے کا واحد راستہ تھا جس راستہ سے جان پر کھیل کر قافلہ گزرا کرتا تھا یہاں کی دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرنے میں نہ معلوم کتنے قافلے گھاٹیوں کے شکار ہوتے تھے۔ مگر باوجود اس خطرہ کے آپ ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہوگئے اور قورہ گول ہوتے ہوئے دخان پہنچے۔ دخان میں برف باری کی وجہ سے قافلہ کو دو مہینہ ٹھہرنا پڑا دو مہینہ کے بعد جب برف باری کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو قافلہ نے پھر کوچ کیا اور بارک پہنچے جو فیض آباد کے علاقہ بدخشاں سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے بارک وہ مقام ہے جہاں کے لعل بدخشانی مشہور ہیں۔ یہاں تقریباً چھ مہینہ ٹھہرنے کے بعد زیباق کے راستہ سے چترال پہنچے۔ مہترہ چترال کی وساطت اور عنایت سے درگئی کے مقام تک

آ گئے ۔ یہاں تک مہینوں پیدل چلنے کے بعد پہنچے تھے ۔ اور پیدل چلنے کی یہ آخری منزل تھی ۔ درگئی ہندوستان کا علاقہ تھا ۔ اور یہاں سے ریل امرتسر کو جاتی تھی ۔ ریل پر پہلی بار سوار ہوکر امرتسر پہنچے اور وہاں کے مشہور علماء مولانا عبداللہ منہاسی کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے نام مہتر چترال نے مہربانی فرما کر ایک سفارشی خط لکھ دیا تھا ۔ مولانا ممدوح نے مہتر چترال کی ہدایت کے بموجب مولانا عبدالحئی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمت میں پہنچادیا اور اس طرح سے آپ علم کی عظیم دانش گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ۔

۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۰ء تک آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پاتے رہے اور ۱۹۳۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہو گئے ۔ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ ہی میں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے ۔ اسی عرصہ میں آپ لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب اور مدرسہ فرقانیہ سے قرأت سبعہ کی سند حاصل کیں ۔ ۲۶ راپریل ۱۹۳۸ء کو بنگال کے مشہور سرکاری ادارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے فقہ واصول فقہ کے لکچرار مقرر ہوئے قیام پاکستان کے ساتھ ساتھ ڈھاکہ آئے اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں اسی عہدہ پر فائز رہے ۔ ۱۹۵۶ء میں اڈیشنل مولوی کے عہدہ پر ترقی کر گئے اور ریٹائر ہونے تک اسی عہدہ پر خدمت انجام دیتے رہے ۔

آپ کو دینیات کے علاوہ عربی ادب میں خاص مہارت حاصل تھی آپ کی ادبی قابلیت کے سبھی قائل تھے ۔ اور عربی ادب کے سلسلے میں آپ سے رجوع کرتے تھے ۔ آپ کا ایک عربی دیوان الزہرات کے نام سے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قیام کے دوران ہی میں شائع ہو چکا ہے ۔ اس کے علاوہ (۱) الشذرات (۲) العبرات یہ دونوں دیوان غیر مطبوعہ ہیں ۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جو شائع نہ ہوسکیں ۔ جن میں سے مشہور مندرجہ ذیل ہیں ۔

(۱) محک النقد جس میں قدامہ بن جعفر کے نقد الشعر کو دوبارہ ایڈٹ کیا ہے اور چند مفید اضافے سے ایک نئی شکل دی ہے (غیر مطبوعہ)

(۲) المجرد فی المونث والمذکر ۔ اس فن کے لکھے ہوئے قدماء کے رسالوں کو مختلف مقامات

سے حاصل کر کے اور ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو اپنی نوعیت کی بہترین کتاب ہے۔

(۳) کتاب الاسد وکناہ۔ کتاب الذئب وکناہ للصاغانی اور نظام الاسد فی اسماء الاسد للسیوطی کے اصل مسودے حاصل کرنے کے بعد تخریج وتہذیب کی ہے (مطبوعہ)

(۴) آپ نے ایک ضخیم عربی اردو لغت بھی مرتب کی ہے جو جدید عربی الفاظ پر مشتمل ہے۔ اور اس لغت میں مولانا نے کچھ عربی الفاظ کا معنی انگریزی میں بھی ترجمہ کر دیا ہے۔ اور بعض عربی الفاظ کے معنی بنگلہ میں بھی کر دیا ہے۔ اس لغت کو مدرسہ عالیہ ریسرچ پبلکیشن کمیٹی نے شائع کیا ہے۔

(۵) آپ نے چند رسالے بھی لکھے ہیں (جن میں بعض مطبوعہ ہیں اور بعض غیر مطبوعہ) آپ برجستہ عربی اور اردو زبانوں میں تقریر کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ بڑی خوش مزاج اور ظریف الطبع انسان تھے۔ آپ علم کے حصول میں اس قدر منہمک ہوئے کہ زندگی بھر مجرد رہنا پسند کیا۔

وفات: آپ کا انتقال ۱۹۷۱ء میں ڈھاکہ میں ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ ۶۱

مولانا مشتاق احمد کان پوری: (۱۸۷۹ء۔۱۹۴۰ء)

آپ صوبہ یوپی ضلع کانپور کے رہنے والے تھے۔ آپ مولانا احمد حسن کان پوری کے صاحبزادے ہیں اپنے وقت کے امام فن اور وحید العصر بزرگ تھے۔ منتہی طلبہ آپ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے اور اس کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۹ء میں ضلع سہارن پور میں ہوئی تھی کیوں کہ اس زمانہ میں آپ کے والد محترم اہل وعیال کے ساتھ سہارن پور میں رہتے تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر کے پاس ہوئی محلے کے قاری صاحب سے کلام پاک حفظ کیا اس کے بعد درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور فراغت مدرسہ عالیہ کلکتہ سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے مدرسہ حنفیہ آرہ میں مسند درس وتدریس پر بیٹھے۔ اس کے بعد جب شمس الہدیٰ مدرسہ پٹنہ کا قیام ہوا تو آپ کو اس مدرسہ میں بلایا گیا تو آپ شمس الہدیٰ مدرسہ میں چلے گئے اور درس وتدریس

کی خدمت میں لگ گئے ۔ جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ اپنے وطن لوٹے ۔ وہاں مدرسہ فیض عام کے صدر کی جگہ خالی ہوگئی تھی اس لیے وہاں کی صدارت کی خدمت آپ کے ذمہ ہوگئی ۔ کچھ دنوں تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے اس کے بعد آپ ہندوستان کے مختلف مدارس مثلاً بدایوں، اجمیر، مرادآباد اور میرٹھ وغیرہ کے درس وتدریس کے سلسلہ میں تشریف لے گئے ۔۱۳۳۲ھ میں حجاز تشریف لے گئے اور مکہ معظّمہ کے مدرسہ صولیتہ کے صدر مدرس منتخب کیے گئے اور مدرسہ میں حجازیوں کو اپنے فیوض سے مالا مال کرتے رہے ۔حکومت عرب کے اصرار پر خاص حرم مکہ میں بھی آپ کا درس جاری ہوا۔ چناں چہ سات برس تک آپ مکہ معظّمہ میں مقیم رہنے کے بعد ۱۳۳۸ھ میں ہندوستان واپس آ گئے ۔مکہ معظّمہ کے دوران قیام میں سینکڑوں عرب طلبہ آپ سے مستفیض ہوئے الغرض کچھ دنوں وطن میں قیام کرنے کے بعد مدرسہ معینیہ اجمیر کے صدر مدرس مقرر ہوئے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مستعفی ہو گئے ۔مگر آپ کے تبحر علمی سے لوگ واقف تھے اس لیے فوراً کہیں نہ کہیں سے بلاوا آجاتا چناں چہ اس مرتبہ بھی مدرسہ عزیزیہ بہار میں آپ کو بلالیا گیا یہیں سے ۱۹۲۸ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے فقیہ اول کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا۔

آپ باوجود تنک مزاج ہونے کے بڑے خوش خلق خوش مزاج خندہ رو علماء میں تھے ۔ صفائی اور پاکیزگی کا بے حد خیال رہتا تھا لباس عمدہ پہنتے تھے ۔

آپ کی تقریر صاف اور پسندیدہ ہوا کرتی معقولات تو آپ کا خاندانی علم تھا۔علم ہیئت کے ماہروں میں بھی آپ کا شمار تھا۔علماء تکمیل کے بعد آپ سے استفادہ کرنے کو باعث عزت سمجھتے ۔ معقولات اور منقولات دونوں کے آپ جامع تھے ۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں ۔

(۱) شرح مناسک

(۲) رسالہ ہیئت

(۳) حاشیہ ملاحسن

(۴) حاشیہ شرح وقایہ

(۵) حواشی بخاری

آپ کی ذاتی لائبریری بھی اچھی خاصی تھی جس میں بہت سی قلمی اور نادر کتابیں تھیں۔ آپ نے اس کتب خانہ کو تیستا ضلع رنگپور کے مدرسہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس لیے آپ کے انتقال کے بعد آپ کا پورا کتب خانہ تیستا مدرسہ میں منتقل ہو گیا اور اب بھی موجود ہے۔

۱۹۴۰ء میں چوسٹھ سال کی عمر میں کان پور میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی ہر دل عزیزی کی وجہ سے جنازہ میں ہزاروں کا ہجوم تھا آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان میں ہوئی۔ ۶۲

شمس العلماء مولانا خان بہادر محمد ہدایت حسین پی ایچ ڈی (۱۸۸۷ء۔۱۹۴۳ء)

آپ کلکتہ ہی کے رہنے والے تھے۔ آپ شمس العلماء مولانا ولایت حسین کلکتوی کے صاحب زادے ہیں آپ کی ولادت کلکتہ میں ۱۸۸۷ء میں ہوئی۔

آپ کی تعلیم ابتدا سے انتہا تک مدرسہ عالیہ کلکتہ کے شعبہ عربی میں ہوئی۔ فائنل امتحان مدرسہ عالیہ سے پاس کیا۔ مدرسہ عالیہ سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دنوں تک مدرسہ عالیہ کے مدرس مقرر ہو گئے تھے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد آپ کو کلکتہ پریسیڈنسی کالج میں عربی و فارسی کے لکچرار کے عہدہ پر مقرر کر دیا گیا اس کے بعد آپ ترقی کر کے عربی و فارسی کے پروفیسر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔

آپ نے نہ تو کسی کالج سے باضابطہ انگریزی پڑھی تھی اور نہ آپ کے پاس انگریزی کی کوئی سند یا ڈگری تھی۔ ملازمت کے وقت آپ نے انگریزی پڑھنا شروع کیا تھا اور کام کے لائق انگریزی پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

۱۹۲۸ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کے عہدہ پر دوبارہ تشریف لائے آپ بزرگ صفات، خوش اخلاق، خندہ رو اور بے حد ملنسار واقع ہوئے تھے۔ چھوٹے بڑے امیر غریب سب سے یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ غریبوں اور محتاجوں کی امداد اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ آپ طلبہ سے بڑی محبت رکھتے تھے اور ان کے دکھ درد میں برابر شریک

ہوتے اساتذہ کی بڑی عزت کرتے تھے۔۱۹۳۴ء میں ملازمت سے سبک دوش ہوگئے۔لیکن اپنا علمی مشغلہ اخیر عمر تک باقی رکھا۔کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی سے بہت سی کتابیں آپ کی اصلاح اور تحقیق کے بعد شائع ہوئیں۔

وفات :- ۱۹۴۳ء میں یکا یک حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کی تدفین کلکتہ ہی میں ہوئی۔٦٣

شمس العلماء مولانا ولایت حسین بیر بھومی : (۱۸۹۱ء۔۱۹۷۴ء)

آپ مغربی بنگال ضلع بیر بھوم کے ایک گاؤں ساؤں گرام کے رہنے والے تھے۔جو قصبہ لاد پور کے پاس ہے۔آپ کا تعلق ایک مشہور خاندانِ سادات سے ہے۔

آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سید مصباح الدین ہے۔آپ کی ولادت ۱۸۹۱ء میں گاؤں میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم ضلع بردوان کے قصبہ منگل کوٹ مدرسہ میں ہوئی۔اس کے بعد مشرقی بنگال ڈھاکہ چلے گئے اور جناب مولانا فضل کریم بردوانی سابق مدرس مدرسہ ڈھاکہ سے خارجی طور پر کچھ دن پڑھ کر مدرسہ محسنیہ ڈھاکہ میں ۱۹۰۷ء میں داخلہ لیا۔اور اسی مدرسہ میں جماعت اولی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد صوبہ یوپی کے مدرسہ نظامیہ رام پور تشریف لائے۔مدرسہ رام پور سے آپ نے عربی ادب کی تعلیم شیخ محمد طیب صاحب سے حاصل کی اور معقولات کی تعلیم مولانا عبد العزیز صاحب سے حاصل کی۔اور منقولات کا درس مولانا امین اللہ ولایتی صاحب سے لیا۔جب معقولات کی تکمیل ہوگئی تو رام پور مدرسہ کے درجہ حدیث میں داخلہ لے کر شمس العلماء مولانا منور علی صاحب سے علم حدیث وتفسیر کی تکمیل کی۔کچھ دنوں تک مولانا فضل حق رام پوری کی خدمت میں حاضر ہوکر قدماء کی بعض کتابوں کا درس لیا۔اس طرح تکمیل کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔

تمام علوم کی تعلیم سے فراغت کے بعد یکم مئی ۱۹۱۳ء کو مدرسہ محسنیہ ڈھاکہ کے مدرس مقرر ہوئے۔۱۹۲۲ء میں بنگلہ دیش چاٹگام مدرسہ میں آپ کا تبادلہ ہوگیا۔مگر چند ہی مہینوں کے بعد دوبارہ

مدرسہ ڈھاکہ واپس آنا پڑا اور آخر یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اسسٹنٹ مولوی کے عہدہ پر تبادلہ ہو گیا۔ اور آپ اپنی قابلیت اور استعداد سے ترقی کرتے ہوئے ۱۹۴۲ء میں ہیڈ مولوی کے عہدہ پر فائز ہوئے اور اسی عہدہ پر ۱۹۴۷ء تک رہ کر خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر قیام پاکستان کے چند روز قبل ۱۶ جون ۱۹۴۷ء کو ریٹائر ہو گئے۔

۱۹۲۳ء میں حکومت برطانیہ کی طرف سے آپ کو شمس العلماء کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔ سرکاری ملازمت سے سبک دوش ہو جانے کے بعد ڈھاکہ یونیورسٹی نے آپ کو شعبہ اسلامیات کے طلبہ کے استفادہ کی غرض سے بلالیا۔ اور سات برس تک اسی عہدہ پر خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کا معقولات اور منقولات میں خاص ملکہ تھا عربی ادب میں بھی خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپ کو باوجود درازی عمر کے عربی قصائد و اشعار کافی یاد تھے۔ خود بھی شعر گوئی کے ذوق رکھتے تھے۔ چناں چہ فارسی، عربی اور اردو میں اشعار کہتے تھے۔ خصوصاً عربی اشعار میں آپ کا پایہ بلند تھا آپ نے مدح رسول ﷺ کے بارے میں ایک قصیدہ بطاقہ کے نام سے اردو میں شائع کیا تھا اردو میں آپ کا ایک دیوان ہے جس کا نام نالہ حسینی ہے اور قصیدہ میں قصیدہ بترکیہ کے نام سے ایک قصیدہ ہے ڈھاکہ اسلامی اکاڈمی نے آپ کی تفسیر بنگلہ زبان میں شائع کیا ہے اور اس کے مترجم آپ خود ہیں آپ ڈھاکہ اسلامی اکاڈمی کے مستقل رکن تھے۔ نیز بنگلہ اکاڈمی کی مطبوعہ تجدید البخاری بنگلہ زبان میں آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ ڈھاکہ ادارۂ ترجمہ و تالیف کے صدر تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے فقہ کی مشہور کتاب التوضیح اور عربی نحو المفصل کی نہایت آسان شرح لکھی اس کے علاوہ بہت سی کتابیں آپ نے لکھیں جو بنگلہ دیش کے اکثر اسکولوں اور مدارس میں داخل نصاب ہیں۔

وفات:۔ ۹ر دسمبر ۱۹۷۴ء اتوار کے دن آپ نے اس دار فانی سے داعی اجل کو لبیک کہا آپ کا انتقال آپ ہی کے گھر ڈھاکہ میں ہوا آپ کی نماز جنازہ میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ جنازہ کی نماز گولستان مسجد ڈھاکہ میں ہوئی اور آپ کی تدفین اپنے گھر کے پیچھے ہوئی۔ [۶۴]

مولوی شیخ شرف الدین ایم۔ اے: (ولادت ۱۹۰۰ء)

آپ صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ کے قصبہ سراج گنج گاؤں پھول باڑی کے رہنے والے تھے۔ آپ

کا نام شرف الدین اور والد ماجد کا نام مشیر الدین ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت غازی شیخ محمد بہادر سے ملتا ہے جو پھول باڑی گاؤں میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ آپ کی ولادت یکم اکتوبر ۱۹۹۰ء کو پھول باڑی گاؤں میں ہوئی تھی۔

جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو قرآن کریم کی تعلیم مولانا محمود العالم جو دینی علوم کے ماہر اور آپ کے رشتہ دار بھی تھے ان سے حاصل کی اور پرائمری کی تعلیم قریب ہی کے ایک گاؤں دھن گڑھا اسکول میں پائی۔ پنڈت ماسٹر عبد الرحمٰن جو اس اسکول کے ٹیچر تھے بڑی شفقت اور خصوصی توجہ سے آپ کو تعلیم دیتے تھے۔ اس کے بعد سراج گنج کے ایم اے اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ لیا اور اس میں چند سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد بنواری لال ہائی اسکول میں داخلہ لے کر میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔

اور ۱۹۱۷ء میں میٹرک درجہ اول میں کامیاب ہو کر آئی اے کی تعلیم کے لیے ایڈورڈ کالج مشرقی بنگال کے ضلع پابنہ میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۱۹ء میں آئی اے درجہ اول میں پاس کر لیا۔ اس کے بعد مشرقی بنگال کے ضلع رنگ پور کے کار مائیکل کالج میں بی اے کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۲۱ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے B.A کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد یونیورسٹی سے شعبہ عربی میں M.A میں داخلہ لیا۔ یہاں اس وقت کے مشاہیر فضلاء ڈاکٹر عبد الرحمٰن المامون سہروردی، شمس العلماء مولانا ولایت حسین، مولانا ابو موسیٰ احمد الحق اور مولانا سید محمد حیدر علی جیسے علماء وفضلاء سے استفادہ کا موقع ملا اور ۱۹۲۳ء میں M.A عربی کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۲۵ء میں فارسی سے M.A کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء میں تحصیل علوم سے فراغت کے بعد تقریبا ایک سال تک کلکتہ یونیورسٹی کے پوسٹ گریجویٹ کلاس میں لکچرار کے عہدہ پر خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۲۶ء میں مشرقی بنگال ضلع راج شاہی گورنمنٹ کالج کے لکچرار کے عہدہ پر تبادلہ ہو گیا۔ اور ۱۹۳۴ء میں ترقی کر کے عربی فارسی کے پروفیسر کے عہدہ پر رہ کر عربی وفارسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۲ء میں آپ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے پرنسپل کے عہدہ پر چلے آئے۔ اور اسی درمیان چاٹگام کالج، ڈھاکہ اسلامک انٹرمیڈیٹ

کالج اور راج شاہی کالج کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری آپ کے اوپر تھی ۱۹۴۴ء میں آپ دوبارہ ڈھاکہ اسلامک انٹرمیڈیٹ کالج کے پروفیسر اور وائس پرنسپل کے عہدہ پر تشریف لائے۔ اور فروری ۱۹۴۶ء میں سینئر ایجوکیشنل سروس پر ترقی دے کر آپ کو اس کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا۔ جون ۱۹۵۴ء میں آپ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے پرنسپل کے عہدہ پر تقرر ہوا اور یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء کو مدت ملازمت ختم ہو جانے پر آپ سرکاری ملازمت سے سبک دوش ہو گئے۔ لیکن آٹھ مہینہ کے بعد ہی آپ کو پھر گھر بڈھ جگن ناتھ کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا۔ آپ کی انگریزی قابلیت مسلم تھی آپ کے تقریباً پچاس مقالے اسلامی تاریخ وتمدن پر شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت پاکستان نے آپ کو آرگنائزنگ کمیٹی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ اسلامک ریسرچ کا ممبر مقرر کیا تھا۔

وفات:- آپ کا انتقال ڈھاکہ میں ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ ۶۵

مفتی سید عمیم الاحسان: (۱۹۱۱ء۔۱۹۷۴ء)

آپ کا نام محمد عمیم الاحسان اور والد محترم کا نام مولوی حکیم سید ابو العظیم ابن عبد المنان ہے، آپ کا سلسلۂ نسب امام زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے والد محترم بھی عالم، فاضل اور سنت نبوی ﷺ کے پابند تھے۔ اور شریعت اسلامی کا اتباع کرنے والے تھے۔

آپ کی ولادت بحالت سفر نانہال ضلع مونگیر مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۹۱۱ء کو ہوئی۔

آپ کا آبائی وطن ضلع مونگیر گاؤں چڑھیاری تھا۔ آپ کے والد نے بعد میں کلکتہ میں اپنا وطن اختیار کر لیا تھا۔ اس لیے آپ کی نشو نما کلکتہ ہی میں ہوئی اور کلکتہ ہی آپ کا وطن قرار پایا۔

آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم کو پڑھنا سیکھ لیا تھا اور ابتدائی اردو، فارسی اور قدرے عربی اور کچھ انگریزی کی تعلیم اپنے گھر اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ فارسی کی تعلیم اپنے چچا شاہ عبد الدیان صاحب سے پڑھی۔ اور ترجمہ قرآن، ترجمہ الحصن الحصین اور بعض رسائل تصوف و اخلاق اور فارسی کی انتہائی کتابیں اور علم الصرف، علم النحو اپنے خسر شاہ مولانا ابو محمد برکت علی صاحب

پنجابی سے پڑھی۔اورانھیں کے پاس بیعت طریقت کی کتاب منیۃ المصلی بھی پڑھی۔اورمعقولات کی ابتدائی کتابیں شمس العلماء مولانا ماجدعلی جون پوریؒ سے پڑھی۔فقہ اور منطق کی کچھ کتابیں شاہ مولانا کرامت علی پنجابی سے پڑھی اورفن کتابت منشی مولانا ماجدعلی جون پوری اورمولانا عبدالرشیدخاں سے سیکھا۔

علم طب کے کچھ رسائل اپنے والدمحترم اور کچھ کتابیں مولانا حکیم عبدالرؤف دانا پوری سے حاصل کی۔علم قرأت وتجوید قاری عبدالسمیع اور دوسرے قراء سے حاصل کی۔

۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۸ء میں آپ کے والدمحترم کا انتقال ہوجانے کے بعد آپ اپنے والد محترم کے جانشین ہوئے آپ بھی دینی حلقہ رکھتے تھے۔گھر اورعیال داری کی ذمہ داریوں کے باوجود آپ نے سلسلہ تعلیم قائم رکھا۔

۱۹۲۶ء سے آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کرتحصیل علم شروع کی۔اوراکابرعلماءاور مشاہیراساتذہ سے استفادہ کرتے رہے۔آپ ہرسال سالانہ امتحان میں اول نمبر سے کامیاب ہوتے تھے اورسرکاری وظائف حاصل کرتے تھے ۱۹۲۹ء میں علم حدیث میں امتیازی نمبرات حاصل کر کے نقرئی تمغہ حاصل کیا۔۱۹۳۱ء میں بھی امتیازی نمبرات کے ساتھ فاضل کا امتحان پاس کیا۔اور۱۹۳۱ سے۱۹۳۲ءتک ٹائٹل کی جماعت میں حدیث کی صحاح ستہ کی تمام کتابیں مدرسہ عالیہ کے محدثین ومشہور اساتذہ سے سبقاسبقا پڑھی۔اورتفسیر کبیر،تفسیر کشاف اورتفسیر بیضاوی کا بھی درس حاصل کیا۔۱۹۳۳ء سے۱۹۳۴ءتک ممتازالفقہاء کی جماعت میں بھی امتیاز حاصل کر کے طلائی تمغہ کے مستحق ہوئے۔

۱۹۳۴ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تعلیم سے فراغت کے بعد شمس العلماء مولانا مشتاق احمد کان پوریؒ کی خدمت میں رہ کرخاص طور سے علم معقولات،علم ریاضی،علم ہندسہ،علم المواقیت اورعلم ہیئت کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔

۱۹۳۴ء میں شعبۂ افتا میں داخلہ لے کرکئی ہزار مسائل کومشائخ سے سبقاًسبقاً پڑھا اورفتویٰ دینے کی اجازت حاصل کی۔۱۹۳۴ء میں شمس العلماء مولانا مشتاق احمد کان پوری نے دستار بندی فرمائی اس کے علاوہ ہندوستان کے مشہورعلماء ومحدثین سے بھی حدیث پڑھانے کی سند کی اجازت لی۔

تمام علوم سے فراغت کے بعد ۱۹۳۴ء میں جامع مسجد نا خدا کلکتہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۳۵ء میں مسجد ہذا کی دارالافتاء کے صدر مفتی مقرر ہو گئے۔ اور اس مسجد کے امام وخطیب ہو گئے۔

آپ نے عوام کی جانب سے پوچھے جانے والے سینکڑوں مسائل کا فتویٰ دیا۔ غیر مسلمین بھی آپ کی خدمت میں حاضری دینا شرف سمجھتے تھے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ نے ان حضرات کو دین کی دعوت دی۔ جس کے نتیجے میں تقریبا چار ہزار سے بھی زیادہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۱۹۳۷ء میں خدمت افتاء کے علاوہ حکومت کی طرف سے کلکتہ کے قضاء کی خدمات بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی۔ اور تقسیم ہند تک اس عہدہ پر قائم رہے۔ ۱۹۳۸ء میں حکومت بنگال نے اعزازی مذہبی مشیر کے عہدہ پر آپ کا تقرر کیا۔ اور ۱۹۴۰ء میں انجمن قراء بنگالہ کے صدر ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں صوبہ مغربی بنگال کے مشہور ادارہ مدرسہ عالیہ میں آپ بحیثیت محدث کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔ اور تقسیم ہند تک آپ جماعت ٹائٹل (ممتاز المحدثین) میں حدیث، تفسیر اور فقہ کی کتابوں کی انتہائی اسباق پڑھاتے رہے فاضل کی جماعتوں میں بھی آپ اردو، فارسی وغیرہ پڑھاتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد جب مدرسہ عالیہ کلکتہ مشرقی بنگال (ڈھاکہ) منتقل ہو گیا اور مدرسہ ہذا میں اکثر استاذ ڈھاکہ چلے گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہجرت کر گئے۔ ڈھاکہ میں بھی سابق کی طرح صدر محدث کے عہدہ پر رہ کر آپ نے علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ وغیرہ سے طلبہ کو مستفید کیا۔ ۱۹۴۹ء میں حکومت پاکستان نے آپ کو مذہبی امور کی مجلس کا رکن مقرر کیا۔

۱۹۵۴ء میں آپ کو زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا۔ حج وزیارت سے فارغ ہو کر جب بنگلہ دیش ڈھاکہ پہنچے تو ۱۹۵۴ء میں حکومت پاکستان نے آپ کو مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کا صدر مدرس مقرر کر دیا۔ اور اسی سال سے ڈھاکہ عیدگاہ کی امامت وخطابت بھی آپ ہی کے متعلق کر دی گئی۔ ۱۹۵۸ء تک آپ صدارت کے عہدہ پر مامور رہے۔

ڈھاکہ میں کلوٹولہ کے قریب اپنا مکان بنایا۔ اور اپنے مکان کے برابر ایک مسجد بھی بنوائی۔

سیاست سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا البتہ آپ کا شوق کتابوں کا مطالعہ تھا۔

درس و تدریس اور افتاء کے کام کے علاوہ تالیف و تصنیف سے بھی ہمیشہ جڑے رہے۔ جملہ علوم و فنون اسلامیہ (عربی، فارسی، اردو اور بنگلہ وغیرہ زبانوں) میں تقریباً سو سے بھی زیادہ آپ نے کتابیں لکھی ہیں جن میں سے اڑتالیس کتابیں چھپ کر تشنگان علوم کو مستفید کر رہی ہیں۔

آپ کی بعض کتابیں صوبہ بنگال کے سرکاری و غیر سرکاری مدارس میں نصاب تعلیم میں داخل ہیں۔ آپ کے تصانیف کی فہرست یہ ہے۔

(۱) اتحاف الاشراف بحاشیۃ الکشاف (تفسیر میں) (مطبوعہ)

(۲) الاحسان الساری بتوضیح تفاسیر صحیح البخاری (حدیث میں غیر مطبوعہ)

(۳) فی اصول التفسیر۔ التنویر فی اصول التفسیر

(۴) التنقید فی التجوید (مطبوعہ)

(۵) فی الحدیث۔ فقہ السنن والآثار

(۶) مناہج السعداء

(۷) الاربعین فی الصلوٰۃ

(۸) عمدۃ الجانی بتخریج احادیث مکاتیب الامام الربانی

(۹) العشرۃ المہدیۃ فی الکلمۃ الطیبۃ

(۱۰) الاربعین فی المواقیت

(۱۱) الاربعین فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

(۱۲) جامع جوامع الکلم

(۱۳) مقدمۃ سنن ابی داؤد

(۱۴) فہرست کنز الایمان

(۱۵) حواشی السعدی

(۱۶) مقدمۃ مراسل ابی داؤد

(۱۷) تلخیص الازہار المتناثرۃ

(۱۸) حسن الخطاب فی ماورد فی الخضاب

(۱۹) میزان الاخیار (اصول حدیث میں)

(۲۰) تعلیقات البرکتی علی مقدمۃ الدہلوی

(۲۱) معیار الآثار

(۲۲) اوجز السیر

(۲۳) تحفۃ الاخیار

(۲۴) منۃ الباری۔

(۲۵) النفع السیر

(۲۶) الاستبشار بمعجزات النبیؐ المختار

(۲۷) تلخیص المراسیل فی اسماء الرجال

(۲۸) اسماء المدلسین والمختطین

(۲۹) کتاب الواضعین

(۳۰) القرۃ فی الکرۃ

(۳۱) حقیقۃ الاسلام فی الکلام

(۳۲) الایذان والتبشیر

(۳۳) الافصاح من نور الایضاح

(۳۴) الحج والزیارۃ

(۳۵) قواعد الفقہ

(۳۶) لب الاصول

(۳۷) التنبیہ للفقہ

(۳۸) مزیل الغفلۃ

(۳۹) مالا بد للفقہیۃ فی اصول الفقۃ

(۴۰) آداب المفتی ۔

(۴۱) مرأۃ المصنفین

(۴۲) تحفۃ البرکتی شرح ادب المفتی

(۴۳) تاریخ القرآن والتفسیر

(۴۴) مقدمۃ النحو ۔

(۴۵) الحاوی فی ذکر الطحاوی ۔

(۴۶) دستور المیقات

(۴۷) بضاعۃ الفقیر

(۴۸) معلم المیقات

اس کے علاوہ اردو، فارسی اور بنگلہ زبانوں میں بھی کتابیں لکھی ہیں ۔آپ نے اپنے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں مرتب کیا ہے ۔ جو غیر مطبوعہ ہے ۔تاریخ حبیب الٰہی ۔تاریخ اسلام جو اکثر مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہیں ۔

وفات :-اپنی زندگی کے بیشتر حصہ علوم دینیہ واسلامیہ کی خدمت انجام دیتے ہوئے ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹۷۴ء کوداعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ڈھاکہ کولوٹلہ مسجد کے صحن میں مدفون ہیں ۔ ۶۶

مولانا سعید احمد اکبرآبادی: (۱۹۰۸ء۔۱۹۸۵ء)

آپ کی ولادت ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۸ء میں اکبرآباد ضلع آگرہ میں ہوئی ۔آپ کا آبائی وطن ضلع مرادآباد قصبہ بچھدایوں ہے ۶۷ آپ کے والد ماجد ڈاکٹر محمد ابرار حسین جدید تعلیم کے ماہر، آگرہ کے معروف ومشہور ڈاکٹر تھے، اپنے دور کے مال دار آدمی تھے ۔ وہ قاضی عبد الغنی منگلوری سے بیعت

تھے۔ اور اکابر علماء دیو بند کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے، نماز با جماعت اور تہجد کے پابند تھے۔ ۶۸؎

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہوئی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد تکمیل حدیث کے غرض سے دار العلوم دیو بند تشریف لے گئے اور دار العلوم دیو بند میں باقاعدہ داخلہ لے کر اس دور کے عظیم علمی شخصیت مولانا انور شاہ کشمیری اور دار العلوم دیو بند کے شعبہ تکمیل حدیث کے دیگر اساتذہ سے حدیث شریف کی تکمیل کی۔ چار سال تک دار العلوم دیو بند میں تعلیم و تربیت کے بعد ۱۹۲۸ء میں دار العلوم دیو بند سے فارغ ہوئے اس کے بعد آپ نے اورینٹل کالج لاہور سے مولوی اور فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ اور اس کے بعد گجرات جامعہ اسلامیہ ڈھابیل مدرسہ میں دو سال تک مدرس رہ کر علم حدیث کا درس دیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۱ء میں وہاں سے دہلی مدرسہ عالیہ فتح پوری میں شعبۂ السنۃ الشرقیہ کے استاد مقرر ہوئے۔ ۶۹؎ اور مدرسہ عالیہ فتح پوری میں مولانا سید فخر الحسن العمری جیسے بزرگ استاذوں کے ساتھ کئی سال تک علمی و دینی خدمات انجام دیں۔ ۷۰؎ اسی دوران دہلی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کا امتحان دیا اور ۱۹۳۶ء میں فرسٹ ڈویزن سے پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۳ء میں دہلی یونیورسٹی کے ایک باوقار کالج سینٹ اسٹیفن کالج کے عربی لکچرار کے عہدہ پر آپ کا مستقل تقرر ہوا۔ ۷۱؎ اسی کالج میں آپ نے دو سال تک عربی شعبہ میں استاد رہ کر خدمت انجام دیں۔ ۷۲؎

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد جب مدرسہ عالیہ کلکتہ منتقل ہو کر مشرقی بنگال (ڈھاکہ) چلا گیا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اکثر اساتذہ و کتب اور دیگر ساز و سامان مشرقی پاکستان ڈھاکہ منتقل ہو گئے تو مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تعلیم دو سال تک (۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک) موقوف رہی۔ اس زمانہ میں مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم ہند تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا زماں حسینی، قاری رحمت اللہ اور وزیر بنگال بی، سی، رائے کی کوششوں سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کا عربی شعبہ کا دوبارہ احیاء کیا گیا۔ چناں چہ ۱۹۴۹ء میں مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم ہند نے آپ کو دہلی سے بلا کر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کے عہدہ پر مقرر کر دیا اور مولانا خان

بہادر عبداللہ ابوسعید صاحب کو صدر مدرس کے عہدہ پر مقرر کر دیا اور آپ دس سال تک مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل کے عہدہ پر رہ کر عربی علوم وفنون کی خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۹۵۹ء میں بعض دانشوروں کے مشورہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کرنل بشیر حسین زیدی کی ایماء پر آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے پروفیسر کے عہدہ پر تشریف لائے۔[۳]

آپ نے سب سے پہلے اس شعبہ کی تعلیمی ترقی کی طرف توجہ دیا کیوں کہ اس سے پہلے اس شعبہ کی تعلیمی حالت بہت ہی معمولی تھی اور آپ ہی کے کمال جدو جہد سے اپنے زمانہ میں علمی اور انتظامی دونوں حیثیتوں سے اس شعبہ کو ترقی دے کر یونیورسٹی کے دوسرے اعلیٰ معیار کے شعبوں کے برابر تک پہنچانے کا زبردست کارنامہ انجام دیا اور اب دینیات کا یہ شعبہ مسلم یونیورسٹی کے دوسرے شعبوں کی طرح معیاری شعبہ بن چکا ہے۔

شعبہ دینیات (فیکلٹی آف تھیالوجی) میں پی، ایچ، ڈی کا شعبہ پہلے نہیں تھا آپ ہی کی جدو جہد سے پی، ایچ، ڈی کا اجرا ہوا۔[۴]

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اپنی مدت ملازمت پوری ہو جانے کے بعد آپ دہلی چلے گئے۔ اور دہلی جا کر تحقیقات علمیہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں۔ علمی کاموں میں مصروف رہے۔ آپ ۱۹۳۸ء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے بلند پایہ علمی ماہنامہ برہان کے مدیر بھی تھے، ان کے رشحات قلم بڑے مدلل پر مغز اور فکر انگیز ہوتے تھے۔ اور جدید وقدیم حلقوں میں بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ آپ بہت سے بلند پایہ اور محققانہ کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ جدید وقدیم دونوں سرچشموں کے فیض یافتہ تھے۔ آپ محض علمی شخصیت ہی نہیں تھے بلکہ فیض رساں بھی تھے اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علمی پیاس بجھائی۔ آپ کی شخصیت تمام کمالات کا مجموعہ کلی تھا۔ آپ بلند پایہ عالم تھے۔ خطیب اور نامور صحافی اور سب سے بڑھ کر قابل رشک استاد تھے۔[۵]

آپ ایک کامیاب مقرر تھے علی گڑھ کے زمانہ قیام میں کناڈا کی مشہور آفاق میک کل یونیورسٹی

میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے خدمت انجام دے چکے تھے۔ایشیا،روس،افریقہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے دورے بھی کر چکے تھے۔

آپ نے کئی بین الاقوامی سیمناروں میں بھی شرکت کی ہے مؤتمر اسلامی قاہرہ میں بھی شرکت کا موقع ملا تھا۔اسی وجہ سے آپ بین الاقوامی شخصیت کے حامل تھے۔آپ ۱۳۸۲ھ سے دارالعلوم دیوبند کے مجلس شوریٰ کے اہم رکن بھی تھے۔

آپ درس وتدریس کے علاوہ ایک اچھے مصنف تھے۔آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں آپ کی مشہور کتاب یہ ہیں۔

(۱) اسلام میں غلامی کی حقیقت

(۲) غلامان اسلام

(۳) وحی الٰہی

(۴) فہم قرآن

(۵) مسلمانوں کا عروج وزوال

(۶) صدیق اکبر

(۷) معرکہ آراء ۷۶

۱۹۸۴ء میں آپ کا انتقال پاکستان میں ہوا اور کراچی میں آپ کی نماز جنازہ میں پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم بھی شریک ہوئے تھے کیوں کہ وہ دہلی کالج میں آپ کے شاگرد رہ چکے تھے۔ اور کراچی ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔۷۷

مولانا سعادت حسین بہاری (۱۸۴۰ء۔۱۹۴۱ء)

آپ صوبہ بہار کے ضلع آرہ گاؤں کٹراہ کے رہنے والے تھے۔آپ کی ولادت ۱۸۴۰ء بمطابق ۱۲۵۶ھ میں موضع کٹراہ میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مدرسہ میں حاصل کی۔اوراعلیٰ تعلیم آپ نے اس زمانہ

کے مشاہیر علماء سے حاصل فرمائی ۔ چناں چہ معقولات کی تعلیم مفتی محمد یوسف لکھنوی صاحب سے حاصل کی ۔اور منقولات کی تعلیم مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی ۔علم معقولات میں آپ نے وہ کمال پیدا کیا کہ آپ اپنے وقت کے استادفن مانے جاتے تھے ۔کسی کی کیا مجال تھی کہ معقولات میں آپ کے سامنے دم مار سکے ۔اور علوم منقولات میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے ۔آپ کی ذکاوت وذہانت ضرب المثل تھی ۔تکمیل علوم کے بعد سب سے پہلے صوبہ بہار ضلع آرہ کے ایک مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا ۔آپ کی علمی شہرت بہت دور دور تک پھیل گئی تھی ۔آپ کی شہرت سن کر صوبہ یوپی کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے مہتمم نے آپ کو طلب کیا ۔آپ بہار چھوڑ کر ۔سہارن پور چلے گئے ۔کئی سال تک سہارن پور میں درس وتدریس دیتے رہے جب آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور یہ خبر پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ کو پہنچی تو مدرسہ عالیہ کے پرنسپل نے آپ کو طلب کیا ۔ چناں چہ آپ ۱۸۸۶ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ چلے گئے اور ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ میں تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے ۔آپ طلبہ سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے ۔اور مدرسہ کے اوقات کے بعد پھر اپنے گھر پر بھی سبق جاری رکھتے ۔حکومت نے آپ کو شمس العلماء کے لقب سے نوازا تھا ۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں آپ کی مشہور کتاب یہ ہیں ۔

(۱) رسالہ فی ابطال التناسخ

(۲) حواشی میرزاہد

(۳) حواشی ہدایت الحکمت

آپ کلکتہ ہی میں ۱۴رجون ۱۹۴۱ء میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ۔ ۸ے

مولانا ابوسلمہ شفیع احمد بہاری: (۱۹۱۲ء- ۱۹۸۵ء)

آپ کا تعلق صوبہ بہار کا مشہور شہر بہار شریف سے تھا ۔اس شہر میں ۱۹۱۲ء میں ولادت ہوئی ۔ آپ کا نام شفیع احمد ،کنیت ابوسلمہ اور امام العبدین لقب تھا ۔آپ کے والد محترم کا نام امیر حسین اور دادا کا نام محمد یار علی تھا ۔دونوں عالم فاضل اور دین دار اور بزرگ خصال انسان تھے ۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے خسر مولانا اصغر حسین پرنسپل مدرسہ اسلامی شمس الہدیٰ پٹنہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ قومیہ عزیزیہ میں داخلہ لے کر یہاں کی پڑھائی مکمل کر کے آخر میں ہندوستان کے مشہور ومعروف ادارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ایک سال تک حدیث وتفسیر کا علم حاصل کر کے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سورت (گجرات) چلے گئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

آپ کے خصوصی اساتذہ میں مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی، مشہور ادیب مولانا ابوعبد اللہ بن یوسف سورتی اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی قابل ذکر ہیں اور جن بزرگوں سے آپ کو خاص عقیدت حاصل تھی جن کا ذکر اکثر وبیشتر کیا کرتے تھے وہ یہ ہیں: مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی اور علامہ سید سلیمان ندوی وغیرہم۔

درس وتدریس:

آپ کے تلامذہ کا احصاء دشوار ہے۔ آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ بھی نہایت وسیع ہے۔ آپ کے حلقہ درس میں کبھی کبھی ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ جیسا کہ ٹیپو سلطان مسجد کلکتہ اور راجہ بازار کلکتہ کی جامع مسجد سے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) سے فراغت کے بعد آپ نے سب سے پہلے بہار شریف کے مدرسہ قومیہ میں خدمت انجام دینا شروع کیا اور ساتھ ساتھ سیاسی، ملکی اور قومی تحریکات میں بھی حصہ لیتے رہے۔ کانگریس کمیٹی میں رہ کر کام کیا۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد آپ اس سے الگ ہوگئے۔ ۱۹۴۹ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے حدیث وتفسیر کے استاد کی حیثیت سے تشریف لے گئے، چنانچہ آپ نے اسی عہدہ پر رہ کر نہایت ذمہ داری اور کامیابی کے ساتھ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی علمی خدمات انجام دیتے رہے اور ۲۳ رسال تک خدمت انجام دینے کے بعد ۱۹۷۲ء میں ریٹائر ہوگئے۔

تبلیغ واشاعت دین:

آپ کا اصلی میدان تبلیغ واشاعت دین تھا۔ آپ ساری زندگی زبان اور قلم کے ذریعہ اصلاح

کا کام کرتے رہے۔ آپ نے شہر کے مختلف حصوں میں درس قرآن کے حلقے قائم کیے، جن میں آپ خود قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح کرتے مسلمانوں کو شریعت کے احکامات سے روشناس کراتے تھے۔ شہر کے تمام مذہبی جلسوں میں شرکت فرماتے اور ان میں نمایاں حصہ لیتے۔ دین کی اشاعت وترویج کے لیے بہار، اڑیسہ اور مغربی بنگال کے دور افتادہ مقامات کا سفر کرتے۔ اور ان کاموں کو مزید وسعت دینے کے لیے آپ نے ''ادارہ ترجمہ وتالیف'' کے نام سے ایک ادارہ کلکتہ میں قائم کیا۔ اس ادارہ نے سیرت پر متعدد چھوٹے بڑے رسالے شائع کیے جو ملک میں بے حد مقبول ہوئے۔ مقامی ضرورتوں کے پیش نظر وقتاً فوقتاً پوسٹر اور ہنڈ بل بھی شائع کرتے۔ قرآن مجید اور حدیث کے منتخب ارشادات جلی حروف میں کپڑے پر لکھوا کر مسلمان محلوں کی مرکزی جگہوں پر آویزاں کراتے۔

زہد وتقویٰ:

آپ علم وعمل اور وضع واخلاق میں علماء سلف کی یادگار تھے۔ اس لیے کہ جو زہد وتقویٰ، فقر واستغفار، عبادت وریاضت، ذکر وفکر، جوش عمل، خشیت الٰہی ان بزرگوں کی خصوصیات تھیں وہی آپ میں بھی موجود تھیں۔ ہمیشہ کم قیمت والے کپڑے استعمال کیا کرتے تھے۔ آپ کو آل رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ سے ایسی محبت اور شیفتگی تھی کہ گھر میں ہمیشہ رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کے طرز عمل کو ترجیح دیتے تھے۔

اکثر آپ قرآن کریم اور بخاری شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور آخیر عمر تک یہی آپ کا معمول تھا۔

کلکتہ میدان میں عیدین کی امامت:

کلکتہ میدان میں عید کی نماز سب سے بڑی جماعت ہوتی ہے۔ آپ سے پہلے اس کی امامت امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد فرمایا کرتے تھے۔ جب مولانا ابو الکلام آزاد اس سے دست بردار ہوئے تو کلکتہ میدان میں عیدین کی نماز کی امامت کے لیے ایک مناسب خطیب اور عالم کی ضرورت پیش آئی تو ان کی جگہ پر ۱۹۶۲ء میں خلافت کمیٹی نے آپ ہی کو مقرر کیا، چنانچہ آپ نے اپنی تقرری

کے بعد سے ۱۹۸۵ء تک اس خدمت کو انجام دیا۔ اسی امامت کی بنا پر آپ پورے ملک میں ملقب بہ ''امام عیدین'' ہو گئے تھے۔

زیارت حرمین شریفین:

آپ چار مرتبہ حج و زیارت مدینہ سے مشرف ہوئے، جب آپ حج کے لیے جاتے تو اسی دوران وہاں کے مختلف کتب خانوں سے علمی استفادہ کرتے آپ کو کتابیں پڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ کسی بھی کتاب پر آپ کی نظر پڑتی تو آپ ضرور مطالعہ کرتے۔

تصنیفات:

آپ کو لکھنے پڑھنے اور تصنیف کا شوق اوائل عمر ہی سے تھا۔ آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف کی ان میں آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں:

۱- آپ نے ۱۹۴۸ء میں امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کی مشہور و معروف کتاب 'معرفۃ السنن والآثار' کا پہلا حصہ تعلیق و تصحیح کے بعد شائع کیا۔

۲- ابن حزم الاندلسی (م ۴۵۶ھ) کی اسماء الصحابہ والرواۃ جسے ادارۂ ترجمہ و تالیف کلکتہ نے ۱۹۸۴ء میں شائع کیا اس کتاب پر آپ کے مفید حواشی بھی ہیں۔

۳- امام ابن قتیبہؒ کی مشہور کتاب 'المعارف سیرۃ الرسول ﷺ' کا اردو ترجمہ مع حواشی ۱۹۷۲ء میں ادارۂ ترجمہ و تالیف سے شائع کیا۔

۴- مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب 'النبی الخاتم' عرصہ سے نایاب تھی، آپ نے ادارۂ ترجمہ و تالیف سے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

۵- ختم رسالت اور قادیانی فتنہ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

۶- تعلیمات قرآن۔

۷- اکبر کا دینِ الٰہی۔

اس کے علاوہ بے شمار مضامین و مقالے مختلف اخباروں اور رسالوں میں شائع کرتے تھے۔ نیز

پیغام عمل کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالتے تھے۔

وفات:

آپ نے چار مرتبہ حج وزیارت کی۔آخری مرتبہ ۱۹۸۵ء میں جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو روانگی سے پہلے ہی آپ پر یرقان کا حملہ ہوگیا تھا۔مکہ معظّمہ پہونچے تو مرض نے شدت اختیار کرلی۔مشکل سے مناسک حج ادا کرسکے۔کلکتہ واپس ہوئے تو مرض نے ایسی خطرناک شکل اختیار کی کہ آپ کو ہسپتال داخل کرایا گیا۔لیکن ہسپتال میں رہنا آپ کو ناگوار ہوا، چنانچہ آپ گھر واپس چلے آئے ۔آپ کو سخت زکام ہوگیا تھا اور ساتھ ساتھ کھانسنے کی وجہ سے آواز میں تبدیلی آگئی تھی۔چار پانچ ماہ کی طویل اور صبر آزما علالت کے بعد ۷۳ رسال کی عمر میں ۲۲ ردسمبر ۱۹۸۵ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.گورغریباں قبرستان میں آپ مدفون ہیں۔۹ے

محدث شیخ مولانا حمید الدین: (وفات ۱۹۶۹ء)

آزادی ہند کے بعد آپ کلکتہ مدرسہ عالیہ کے عربی شعبہ کے حدیث وتفسیر کے لکچرر کے عہدے پر مقرر ہوئے اور مولانا عبد الحلیم صاحب کے انتقال کے بعد آپ شعبہ عربی کے حدیث وتفسیر کے پروفیسر کے عہدے پر ترقی کر گئے۔مدرسہ عالیہ کلکتہ جانے سے پہلے آپ دارالعلوم دیو بند میں شعبہ تفسیر کے عارضی استاد کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے۔تاحیات آپ دارالعلوم دیو بند کے مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔مدرسہ عالیہ کلکتہ کے درس و تدریس کے دوران آپ نے طحاوی شریف کو ایڈٹ (ترمیم) کیا جس کو دارالاشاعت اسلامیہ کلکتہ نے شائع کیا تھا۔آپ کی شخصیت مسلمانوں میں ایک نمونہ کی حیثیت سے تھی۔آپ نیک صالح، نیک سیرت اور رحم دل انسان تھے، ہر کسی سے آپ رحم دلی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

وفات:

آپ کلکتہ سے دیو بند آرہے تھے، دہلی سے ایک کار میں سوار ہوکر دیو بند جارہے تھے، راستہ میں ایک گاڑی سے اکسیڈینٹ ہوا، چنانچہ اسی حادثہ ۱۹۶۹ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔اور آپ کی

تدفین دیوبند میں عمل میں آئی۔ ۸۰؎

مولانا وارث علی: (ولادت: ۱۹۲۶ء)

آپ صوبہ یوپی ضلع بارہ بنکی، گاؤں سورج پور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ امام بخش تھا۔ ۱۹۲۶ء میں سورج پور گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مکتب میں حاصل کی اس کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیکر باقاعدہ فاضل کی ڈگری حاصل کی ۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ عربی فیکلٹی سے M.A عربی کی ڈگری حاصل کی علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم کے دوران آپ نے الہٰ آباد بورڈ سے پرائیویٹ منشی اور کامل کی سندیں حاصل کیں اور جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل کی ڈگری حاصل کی۔

۱۹۵۳ء میں علوم کلیہ سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے شعبہ عربی کے مدرس مقرر ہوئے اور تاحیات مدرسہ عالیہ میں مختلف علوم وفنون کا درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔

تدریس کے علاوہ آپ نے چند کتابیں بھی لکھیں:

(۱) پیغمبر اسلام (اردو)

(۲) چہل حدیث

(۳) عربی گرامر (اردو/ انگلش)

(۴) شرح سلم العلوم

(۵) شرح عقائد نسفی۔

آپ کی یہ تصانیف شائع ہوئیں لیکن آپ کی چند دیگر اہم تصانیف بدقسمتی سے شائع نہیں ہوسکیں۔ ۸۱؎

مولانا عبدالاحد: (۱۹۴۰ء۔۲۰۰۵ء)

آپ مغربی بنگال ضلع ہوڑہ راج کھولا گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد عبدالقادر تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مولانا جمال الدین صدیقی سے حاصل کی۔ اس

کے بعد آپ نے بونگاں سینیر مدرسہ سے جونیر کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ وہاں سے پھر آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سینیر کلاس میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۷ء میں آپ نے عالمیت پاس کیا۔ ۱۹۵۹ء میں فضیلت کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۶۱ء میں ٹائٹل (ممتاز المحدثین) کے امتحان میں شریک ہوئے۔ آپ نے ٹائٹل (ممتاز المحدثین) اول درجہ سے پاس کر کے پورے بورڈ میں دوسرا نمبر حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں حصول علم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے مغربی بنگال ہوڑہ ضلع قصبہ الوبیڑیا سینیر مدرسہ میں سپرنٹنڈینٹ کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں وہاں سے ہگلی ضلع سینیر سرکاری مدرسہ میں چلے گئے۔ ۱۹۷۵ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لکچرر کے عہدے پر مدرسہ عالیہ چلے آئے۔ آپ کو تحصیل علم کا بہت شوق تھا، چنانچہ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے ۱۹۶۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے ایف۔ ڈی۔ یو کی ڈگری بھی حاصل کی اور ۱۹۷۰ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے عربی ادب میں B.A آنرس کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۷۳ء میں فکلٹی آف عربک سے M.A کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۷۵ء میں (B.Ed) کیا۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ میں طویل مدت تک خدمت انجام دینے کے علاوہ آپ نے چند کتابیں بھی لکھیں، لیکن آپ کی کتابوں میں مشہور کتاب دینیات درپون ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اسلامی شریعت کے اہم مسائل تحریر کیے ہیں جو تمام مسلمانوں کے لیے بہت ہی مفید ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ آپ کی کوئی بھی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

آپ کے اخلاق بہت ہی اچھے تھے، آپ کے اندر کریمانہ صفت خداداد تھی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ ہاسٹل کے طلبہ کی مالی مدد کیا کرتے تھے۔ آپ کا طلباء سے ایسا معاملہ تھا کہ اگر کلاس میں کسی طالب علم کو سبق سمجھ میں نہیں آتا تو بعد میں آپ اس کو بلا کر سمجھا دیتے تھے۔ مدرسہ کے قیام کے دوران آپ طالب علم کی خبر گیری کرتے رہتے ہاسٹل کے طالب علم کے لیے پانی، بجلی اور صفائی کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے۔ ہر روز طلبہ کو نماز کے لیے اٹھاتے۔ آپ کا خاص معمول یہ تھا کہ آپ پابندی سے تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۷۷ء میں آپ کو زیارت کعبہ نصیب ہوئی۔ آپ مولانا شیخ زکریاؒ کے خلیفۂ خاص انڈومنڈ (جو کہ زیر حکومت ہند کے ماتحت ہے) کے پیر مولانا فقیر محمد سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کیا تھا۔

آپ نے اپنے استاد مولانا جمال الدین صدیقی کے نام سے پی سی پاڑہ گاؤں میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا، اس کے علاوہ مغربی بنگال کے اکثر دینی مدارس سے آپ کا خاص لگاؤ تھا۔

۲۲؍فروری ۲۰۰۵ء میں آپ اپنے وطن راج گھوج میں رحلت فرما گئے اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ نے تین لڑکے چھوڑے۔ ۸۲؎

شیخ علامہ ابو محفوظ الکریم المعصومی: (ولادت: ۱۹۳۱ء)

آپ کی پیدائش ۱۹۳۱ء میں صوبہ بہار کے ایک باقسمت گاؤں ''مہواتولہ'' میں ہوئی، جو صوبۂ یو پی اور بہار کے سرحد پر واقع ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد امیر حسن تھا جو ایک دین دار اور پرہیز گار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا کا نام محمد معصوم تھا جو بڑے صالح اور بزرگ انسان تھے، انھوں نے اپنے اولاد کی تعلیم وتربیت پر کافی محنت کی کہ اپنے اولاد کو دینی تعلیم وتربیت سے نوازا۔ آپ کے دادا کے کل پانچ لڑکے تھے ان میں آپ کے والد محترم کا پانچواں نمبر تھا۔ آپ کے والد مولانا امیر حسن صاحب بھی بڑے عالم تھے، انھوں نے ابتدائی تعلیم بہار میں اسلامیہ مدرسہ میں مختصر المعانی تک حاصل کی۔ اس کے بعد علمی شہر الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ میں مولانا عبدالکافیؒ اور دیگر اساتذہ سے تعلیم مکمل کی۔ اس زمانہ میں مدرسہ سبحانیہ کی علمی اعتبار سے بہت شہرت تھی۔ ان کے مشہور ممتحن میں علامہ ابوالخیر مولانا محمد عبدالوہاب سربہدوی قابل ذکر ہیں۔

آپ کے والد محترم الٰہ آباد سے فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں دارالافتاء کی خدمت کے لیے مقرر ہوئے۔ کئی سال تک انھوں نے دارالافتاء میں خدمت انجام دی۔ اس کے بعد کلکتہ کا سفر کیا اور وہیں پر مستقل اقامت پذیر ہو گئے۔ کلکتہ میں معین الاسلام کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا جس میں اس وقت عالمیت اور فضیلت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس وقت یہ مدرسہ حکومت کی زیرِ انتظام ہے۔ اسی مدرسہ میں انھوں نے دس سال تک درس وتدریس اور فتوی نویسی کے فرائض انجام دیے جب مدرسہ عالیہ کلکتہ کے آخری انگریز پرنسپل مسٹر اے- ایچ - ہارلے (M.A) مقرر ہوئے، ان کے دور میں آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں حدیث وتفسیر کی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد آپ کلکتہ سے مشرقی بنگال

(ڈھاکہ) کی طرف سفر کیا اور ڈھاکہ میں مدرسہ حمادیہ جو ایک بڑا مدرسہ تھا اس میں آپ نے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۳ء تک صدر مدرس کی حیثیت سے حدیث کی خدمت انجام دی۔ ۱۹۴۴ء میں شدید بیماری کی وجہ سے اپنی جائے پیدائش اور آبائی وطن بہار شریف واپس آئے، چنانچہ آبائی وطن ہی میں ۱۹۴۴ء میں رحلت فرما گئے اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

مولانا ابومحفوظ الکریم المعصومی کے والد محترم اپنے بچوں کی تعلیم کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے بچے دینی اور اسلامی تعلیم حاصل کریں اس لیے وہ شروع ہی سے اپنے بچوں کو سخت نگرانی میں رکھتے تھے اور خود ہی ان کو اپنے پاس رکھ کر ابتدائی تعلیم دیتے تاکہ بچے ابتدائی کتابوں کی بنیاد پر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ مولانا معصومی صاحب اپنے والد کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے اس لیے ہر وقت اپنے والد کے ساتھ رہتے تھے جب کبھی مولانا کے والد سفر میں جاتے تو آپ کو بھی ساتھ ضرور لے جاتے۔ جب آپ کی عمر ۵-۶ سال کی تھی اسی وقت آپ نے والد محترم سے قرآن کریم ناظرہ مکمل کر لیا اور ساتھ ساتھ اردو، فارسی اور عربی گرامر کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں۔ جب آپ کی عمر ۷-۸ سال کی ہوئی تو آپ نے اپنے والد صاحب سے نحو وصرف کی کتابیں کافیہ، شافیہ، فوائد ضیائیہ اور شرح جامی وغیرہ پڑھیں۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ والد محترم نے مجھ کو علامہ ابونصر فراہی کے فارسی نظم نصاب الصبیان، شیخ خلیلی کی کتاب نیل الارب اور عربی و فارسی لغات کو زبانی یاد کرائے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی (جنہوں نے لندن آکسفورڈ یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی) نے عربی ادب میں مہارت اور قابل بنانے کے غرض سے آپ کو خاص طور سے عربی ادب کی کتابیں پڑھائیں۔ جب آپ کی عمر ۱۲-۱۳ کی ہوئی تو آپ نے اپنے والد صاحب سے حدیث نبویؐ کی ابتدائی کتاب مشکوٰۃ المصابیح، فقہ اور اصول فقہ کی بنیادی کتابیں شرح وقایہ، نور الانوار اور شرح المنار وغیرہ پڑھیں۔ اس کے علاوہ سرکاری مدرسہ سے ۱۹۴۲ء میں عالمیت کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ بنگال کے مشہور سرکاری اسلامی درس گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کر ۱۹۴۴ء میں فاضل کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۴۶ء میں حدیث نبوی کی کتابیں صحاح ستہ اور تفسیر کی انتہائی کتابیں (تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف) پڑھیں۔ ۱۹۴۶ء میں ٹائٹل کی ڈگری حاصل کی۔ اس زمانہ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ایک

سے ایک بڑے عالم، محدث اور فقیہ موجود تھے۔ ۱۹۴۶ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد اپنی والدہ کی خواہش پر آپ نے شادی کی۔ اس کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی کی طلب پر ڈھاکہ چلے گئے۔ اس وقت وہ ڈھاکہ اسلامیہ یونیورسٹی کے استاد تھے۔ ڈھاکہ پہونچ کر آپ نے ڈھاکہ یونیورسٹی کی لائبریری سے استفادہ کیا اور آپ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی سے انگریزی اور دیگر حدیث کی کتابیں پڑھتے رہے۔

درس وتدریس:

۱۹۴۷ء میں جب ملک آزاد ہوا اور ملک تقسیم ہوا اس وقت آپ ڈھاکہ میں موجود تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ مع ساز وسامان اور تمام اساتذہ بھی ڈھاکہ چلے گئے اور باقاعدہ ڈھاکہ میں مدرسہ قائم ہوا۔ اسی دوران اپنے استاد مولانا محمد ضیاء الحق پرنسپل مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے ابوزیرقان استاد علامہ ابوعبدالرحمٰن الکاشغری کی نگرانی میں امام طبری کی تفسیر پر ایک تنقیدی جائزہ کے عنوان سے مقالہ لکھنے کا مشورہ دیا جو بہت اہم اور مشکل کام تھا، چنانچہ آپ نے اس موضوع پر کتاب معانی القرآن مرتب کی اور اس کے تعارف میں اردو میں مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ معارف دار المصنفین اعظم گڑھ (علامہ شبلی نعمانی اکیڈمی اعظم گڑھ) میں شائع ہوا۔

۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ جب از سر نو جاری ہوا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں قابل اور ماہر اساتذہ کی ضرورت پیش آئی تو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے آپ کو ڈھاکہ سے طلب کیا، جب آپ کلکتہ آئے تو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے آپ کو المعارف العمومیہ کے مدیر کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں لکچرر کے عہدے پر مقرر کیا۔ چنانچہ آپ بھی دوسرے مدرسین کے ساتھ درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، کچھ دنوں کے بعد آپ دوبارہ مزید علم نبوی حاصل کرنے کے لیے ڈھاکہ چلے گئے، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد پھر آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ واپس آ گئے اور سابق عہدے پر رہ کر تاریخ اور دیگر فنون کی کتابوں کا درس دیتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں آپ ترقی کر کے حدیث وتفسیر کے درس دینے پر مقرر ہوئے اور ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عارضی پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک مدرسہ عالیہ کے مستقل پرنسپل رہے۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۱۹ء تک شعبہ عربی میں حدیث وتفسیر کے صدر مدرس رہے۔ ۱۹۶۷ء میں آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے

M.A. عربی کی ڈگری حاصل کی۔ عربی زبان پر کامل عبور ہونے کی بناء پر ۱۹۹۱ء میں مرکزی حکومت کی طرف سے آپ کو اعزازی ڈگری عطا کی گئی۔ ۱۹۹۱ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اپنے مکان میں اقامت پذیر ہیں۔ آپ کی علمی شہرت بین الاقوامی رہی۔ ۸۳

ڈاکٹر محمد شہد اللہ:

آپ کی ولادت ۱؍۴؍۱۹۳۷ء میں مغربی بنگال ضلع ہگلی، قصبہ چنڈی ٹلہ گاؤں بھگونی پور میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ضلع ہگلی میں حاصل کی ۱۹۵۵ء میں آپ نے ویسٹ بنگال بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کے ہائی مدرسہ سے ہائی اسکول پاس کیا ۱۹۵۷ء میں انٹرمیڈیٹ کی ڈگری حاصل کیا ۱۹۶۰ء میں کلکتہ یونیورسٹی فیکلٹی آف عربک سے B.A آنرس کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۶۲ء میں کلکتہ یونیورسٹی فکلٹی آف عربک سے M.A. کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ۱۹۶۳ء میں کلکتہ مولانا آزاد کالج کے عربی و فارسی شعبہ کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں کلکتہ یونیورسٹی کے شعبہ عربی و فارسی کے لیکچرر مقرر ہوئے اور ۱۹۸۳ء میں اس شعبہ کے ریڈر مقرر ہوئے آپ کی علمی صلاحیت اور علمی تجربہ کے بناء پر حکومت نے ۱۹۸۳ء میں آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کے آفس انچارج کی حیثیت سے پرنسپل مقرر کیا، چنانچہ آپ نے ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۷ء تک بخوبی مدرسہ کی خدمت انجام دی۔ ۱۹۸۶ء میں آپ کلکتہ یونیورسٹی سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کو درس و تدریس کا شوق تھا۔ آپ نے چند کتابیں بھی لکھیں، کلکتہ یونیورسٹی کے زمانہ میں آپ نے عم پارہ کی مختصر تفسیر لکھی۔

اس کے علاوہ آپ نے عربی، فارسی اور بنگلہ زبانوں میں اسلامی تاریخ، فقہ، عقائد، حدیث، تفسیر اور سوانح اولیاء پر تقریباً ۲۱ کتابیں لکھی ہیں۔

۱۹۹۷ء میں آپ ریٹائرڈ ہو گئے ریٹائرڈ کے بعد ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۰ء تک مولانا آزاد کالج کے جزءوقتی لکچرر ہوئے اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۲ء تک کلکتہ یونیورسٹی کے شعبہ عربی و فارسی کے اعزازی لکچرر کے طور پر خدمت انجام دی۔ اس وقت اپنے مکان کلکتہ میں رہ کر تالیف و تصنیف کا کام کر رہے ہیں۔ ۸۴

☆☆☆

حواشی

۱؎ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص ۷/فروری ۱۹۸۵ء، تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۶۵۔۱۶۶

۲؎ ابوالکلام قاسمی، تذکرہ علماء بہار ج ۱/ص ۲۶۔۲۷، طبع اول انیس آفیسٹ پریس دریا گنج، دہلی ۱۹۹۵ء

۳؎ تذکرۂ علماء بہار ج ۱/ص ۳۴

۴؎ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۲۸

۵؎ تذکرہ علماء بہار ج ۱/ص ۳۴

۶؎ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۸۳

۷؎ پروفیسر اختر راہی، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین،ص ۶۷۔۷۰، ناشر، اسلامی دارالمطالعہ دیوبند، سہارنپور، مولانا حبیب گنگوہی، ظفر المحصلین باحوال المصنفین،ص ۳۶۰، ناشر حنیف بکڈپو دیوبند۔

۸؎ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، نواب صدر یار جنگ بہادر عرض اخلاص،ص ۵۔۸، شیروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ، ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۶ء

۹؎ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۲۲۱، نزہۃ الخواطر ج ۸/ص ۵۱۸، طبع اول ۱۹۷۰ء مطبع مجلس دائرہ معارف عثمانیہ حیدر آباد

۱۰؎ صدیق حسن خاں، ابجد العلوم،ص ۹۲۴، مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۸۷۸ء، حافظ احمد علی خاں، تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۹۹۔۲۰۱، ہمدرد پریس واقع کوچہ چیلان دہلی، ۱۹۲۹ء، خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چست ج ۵/ص ۴۴۲۔۴۴۴۔ طبع ادارہ ادبیات دہلی، ۱۹۸۴ء

۱۱؎ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۶۸، ابجد العلوم ص ۹۲۴، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین،ص ۱۲۶۔۱۲۷

۱۲؎ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص ۱۴ (اُردو حصہ میں) فروری ۱۹۸۵ء

۱۳؎ نزہۃ الخواطر ج ۷/ص ۳۱۲، محمد عبداللہ، بنگلہ دیش کے وہ علماء جنہوں نے عربی لغت میں مہارت حاصل کی ص ۲۱۰ طبع ڈھاکہ،

۱۴؎ منشی رحمٰن علی طائش، مترجم شرف الدین، تاریخ ڈھاکہ (بنگلہ) ص ۱۷۹ طبع ڈھاکہ ۱۹۸۵ء، نزہۃ

الخواطر ج ۷/ص ۳۱۳

۱۵۔ شیخ سکندرعلی، جمهورالمحدثين فى البنجلاديش ومكانة خدماتهم فى التراب الاسلامى،ص ۱۱۲، ناشر ،الجامعه الاسلاميه كوشتيا، بنجلاديش، ۱۹۹۷ء، محمدايوب على، اوجز التاريخ المدرسة العالية بداكا ،ص ۲۰، ناسر جنة الاحتفال ، ۱۹۸۱ء تاريخ دارالعلوم ديوبند، ج۲/ص۴۹، نزهة الخواطر ج۲/ص ۱۱۲، وايضاً ج۸/ص ۴۹۱

۱۶۔ حکیم محمد اسحاق حقانی، خلاصۃ العقائد،ص ۲۰۳۔۲۰۴ طبع دہلی ۱۹۶۶ء

۱۷۔ شاہد سہان پوری علماء مظاہر العلوم اور اُن کی تصنیفی خدمات ص ۲۰۳ء۔۲۰۵ طبع سہارن پور

۱۸۔ حوالہ بالا،ص ۲۰۴

۱۹۔ حوالہ بالا،ص ۲۰۶۔۲۰۸

۲۰۔ مولانا عبدالحق حقانی النامی شرح حسامی،ص ۱۶۸،طبع دہلی

۲۱۔ خلاصۃ الحقائق،ص ۱۹۷

۲۲۔ حوالہ بالا،ص ۲۲۰

۲۳۔ مفتی،مولانا عزیز الرحمٰن،تذکرۂ مشائخ دیوبند،ص ۳۸۱ مطبوعہ مدینہ پریس،بجنور ۱۹۶۷ء

۲۴۔ مدنی،مولانا حسین احمد،نقش حیات ج۱/ص ۹ الجمعیۃ بکڈپو قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۱۹۵۴ء، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری حضرت شیخ الاسلام کی، ج۱/ص ۱۵۷،المخزن پنٹرز کراچی، پاکستان ۲۰۰۲ء

۲۵۔ تذکرۂ مشائخ دیوبند،ص ۳۸۱

۲۶۔ حوالہ بالا،ص ۳۸۱

۲۷۔ نقش حیات ج۱/ص ۹، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری ج۱/ص ۱۵۷

۲۸۔ نقش حیات ج۱/ص ۴۵،مولانا اصغر حسین،حیات شیخ الاسلام،ص ۲۰

۲۹ تذکرہ مشائخ دیو بند،ص۳۸۲۔۳۸۳

۳۰ نفیس مصدر،ص۳۸۲۔۳۸۳

۳۱ نفیس مصدر،ص۳۸۴۔۳۸۵

۳۲ نفیس مصدر،ص۳۸۵۔۳۸۶

۳۳ نفیس مصدر،ص۳۸۶۔۳۸۷

۳۴ نفیس مصدر،ص۳۸۷۔۳۸۸

۳۵ نفیس مصدر،ص۳۹۲

۳۶ نفیس مصدر،ص۳۹۵

۳۷ نفیس مصدر،ص۳۹۶۔۳۹۸۔

۳۸ نفیس مصدر،ص،۳۹۸۔۴۰۰

۳۹ نفیس مصدر،ص۴۰۰۔۴۰۱

۴۰ نفیس مصدر،ص۳۹۱۔۳۹۲

۴۱ نفیس مصدر،ص۴۰۳۔

۴۲ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۵۶،ڈاکٹر مجیب الرحمٰن، ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن،ص ۲۳۷،طبع کلکتہ مدرسہ عالیہ ۱۹۷۷ء

۴۳ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۵۹۔۱۶۰

۴۴ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی، نزہتہ الخواطر ج ۸/ص ۵۲۔ مطبع مجلس دائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد، طبع اول ۱۹۷۰ء

۴۵ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص۱۴۔فروری ۱۹۸۵ء

۴۶ سید محبوب علی رضوی، تاریخ دارالعلوم دیو بند ج ۲/ص ۸۸،مطبوعہ ادارہ اہتمام دارالعلوم دیو بند،۱۹۷۸ء تاریخ مدرسہ عالیہ، ج ۲/ص ۱۷۳۔۱۷۴؛

۴۷ نزہۃ الخواطر ج ۸/ص ۳۶۱-۳۶۲، تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۲۰۶-۲۰۷، حافظ احمد علی خاں تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۱۷-۳۲۰، ہمدرد پریس واقع کوچہ چیلان دہلی، ۱۹۲۹ء

۴۸ مفتی عمیم الاحسان برکتی، حدیث کی یاد اور اس کی تدوین، ص ۱۳۱، مکتبہ رشدیہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش تاریخ دار العلوم دیوبند ج ۲/ص ۸۱، نزہۃ الخواطر ج ۸/ص ۳۸۴

۴۹ مولانا نور محمد اعظمی، اصول حدیث اور اس کی تاریخ ص ۲۳۹ ناشر، مکتبہ امدادیہ ڈھاکہ طبع چہارم ۱۹۹۱ء، ڈاکٹر محمد عبداللہ، بنگلہ دیش کے وہ علماء جنہوں نے عربی لغت میں مہارت حاصل کی، ص ۶ ے طبع ڈھاکہ، ۱۹۷۸ء

۵۰ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۲۲۱-۲۲۲

۵۱ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۱۴، ۱۹۸۵ء

۵۲ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۸-۹، ۱۹۸۵ء

۵۳ ابوالکلام قاسمی، تذکرہ علماء بہار، ج ۱/ص ۲۶، انیس آفیسٹ پریس۔ دریا گنج دہلی طبع، ۱۹۹۵ء

۵۴ تاریخ اصول حدیث، ص ۲۱۵

۵۵ عزیز الحق، بنگیر پنچم رتنو، ص ۴۰-۴۹ طبع کلکتہ ۱۹۹۶ء

۵۶ حوالہ بالا، ص ۴۸

۵۷ حوالہ بالا، ص ۵۱

۵۸ حوالہ بالا، ص ۵۳-۵۴

۵۹ حوالہ بالا، ص ۵۶

۶۰ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۲۰۵-۲۰۷

۶۱ اوجز التاریخ لمدرسۃ العالیۃ بداکا ص ۱۹، تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۲۱۰-۱۱۳

۶۲ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص ۱۹۹-۲۰۱

۶۳ حوالہ بالا ج ۲/ص ۲۱۳-۲۱۴، مجلّہ الرائد، ص ۸۰، صفر ۱۴۱۴ھ

۶۴ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، ص ۸، ۱۹۸۵ء، ہسٹر آف مدرسہ ایجوکیشن، ص ۲۵۹

۶۵ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص۱۰۔۱۱،فروری ۱۹۸۵ء،

۶۶ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۲/ ص۱۶۱

۶۷ مجلّہ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ،ص۳۱۔۳۵،۱۹۵۶ء،میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص۱۱۔۱۳،۱۹۸۵ء

۶۸ تاریخ دارالعلوم دیوبند ج۲/ص۱۵۴

۶۹ ماہنامہ برہان شائع ندوۃ المصنفین ،دہلی اکتوبر ۱۹۸۰ء

۷۰ برہان نومبر ۱۹۴۳ء

۷۱ تاریخ دارالعلوم ج۲/ص۱۵۴

۷۲ مجلّہ روابط فرہنگی ہندوایرانی ص۳۰،ناشر،مدرسہ عالیہ کلکتہ دسمبر ۲۰۰۲ء

۷۳ برہان،ص۴۔۵،دسمبر ۱۹۸۰ء

۷۴ ہفت روزہ ترجمان علی گڑھ،مدیر،مبشر کریمی۔۹۔۵،۲۰۰۳ء

۷۵ تاریخ دارالعلوم دیوبند ج۲/ص۱۵۴۔۱۵۵

۷۶ مولانا سعید احمد اکبرآبادی احوال وآثار،ص۶

۷۷ تذکرہ علماء بہار ج۱/ص۳۴

۷۸ نزہۃ الخواطر ج۸/ص۱۵۸،تذکرہ علماء بہار ج۱/ص۱۱۳

۷۹ میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ،ص۱۳۔۱۶،۱۹۸۴ء،۱۹۸۶ء

۸۰ ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن ص۳۲۴۔۳۲۵

۸۱ حوالہ بالا،ص۳۲۵۔۳۲۶

۸۲ میگزین کلکتہ مدرسہ کالج،ص۶۳۔۲۰۰۵ء

۸۳ الاستاد العلامہ ابومحفوظ الکریم المعصومی،بحوث وتنبیہات ج۱/ص۶۳۔۷۰ طبع اول دارالضرب اسلامی،۲۰۰۱ء

۸۴ بقول ڈاکٹر شہید اللہ سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ

باب پنجم

باب پنجم

مدرسہ عالیہ کلکتہ کی مشہور فضلاء کی علمی و دینی خدمات

مولانا عبدالرحیم صفی پوری: (وفات ۱۸۵۷ء)

آپ صوبہ یوپی کے مشہور شہر لکھنؤ کے مردم خیز قصبہ صفی پور کے رہنے والے تھے۔آپ کا شمار اپنے دور کے جید علماء وفضلاء میں شمار ہوتا تھا آپ کے والد محترم کا نام عبدالکریم تھا وہ بھی ایک جید عالم اور بزرگ انسان تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی اس کے بعد آپ صوبہ بنگال کے مشہور اسلامی درس گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کر باقی تعلیم حاصل کی اور وہی سے فراغت حاصل کی۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد سب سے پہلے اپنے علاقہ کے مختلف مدارس اسلامیہ میں درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے۔اس کے بعد ۱۸۰۸ء سے ۱۸۲۸ء تک مدرسہ عالیہ رام پور کے صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

عربی ادب میں آپ اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔اور فصاحت و بلاغت سے طلبہ کو مستفید کرتے رہے آپ کی متعدد تصنیفات ہیں۔من جملہ ان کی منتہی الادب میں ایک بسیط اور مستند عربی لغت چار جلدوں پر مشتمل ہے۔جس کو ۱۸۳۶ء میں حکومت کی امداد سے پہلی بار آپ نے شائع کروایا تھا۔اس کتاب کے خاتمہ پر آپ لکھتے ہیں کہ میں نے پہلے اس مجموعہ کا نام بحر محیط رکھا تھا لیکن طبع کرانے کی وسعت نہ تھی اس لیے ارکان فورٹ ولیم کے پاس طبع۔کے لئے ایک درخواست ۱۸۰۸ء میں پیش کی اور چودہ سال کی متواتر کوشش کے بعد حکومت نے اپنے خرچہ سے طبع کرانا منظور کرلیا میں نے اس کام میں آسانی کی غرض سے میر کاظم علی نامی ایک شخص کو شریک کار بنایا تھا مگر یہ بڑا بد دیانت نکلا طباعت کے کاموں میں خواہ مخواہ کوتاہی کرتے تھے میں نے تمام مسودے اس کو دے دیا تھا آخر ایک روز میر کاظم نے کہہ دیا کہ وہ مسودہ مجھ سے گم ہوگیا یہ خبر سن کر میری پریشانی کی انتہا نہ رہی مگر پھر میں نے کمر ہمت

باندھی اور دوسرا مسودہ تیار کرلیا جس کا نام میں نے منتہی الادب رکھا غرض اس طرح ۱۸۳۶ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ اس واقعہ سے اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کا علم کتنا ٹھوس اور ہمت کتنی بلند تھی کہ اتنے ضخیم مسودہ کے ضائع ہوجانے کے باوجود دوبارہ اس کو مرتب کیا آپ کی دوسری کتابیں شرح سبع معلقات، غایۃ البیان فی علم اللسان، مسالک البہیہ فی قواعد النحویۃ، عربی تذکیر و تانیث کا رسالہ وغیرہ قابل ذکر ہے۔

وفات:۔ ۱۸۵۷ء میں آپ کا انتقال کلکتہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ [۱]

عبداللہ ابن عبیدی السہر وردی: (۱۸۳۴ء۔۱۸۸۰ء)

آپ صوبہ بنگال کے مشہور ضلع مرشد آباد گاؤں مدینی پور کے رہنے والے تھے ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں مدینی پور گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام امین الدین احمد تھا وہ بھی بہت بڑے عالم دین تھے آپ کی مکمل تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ہوئی تھی۔

آپ کے دادا ایران کے رہنے والے تھے وہاں سے ہجرت کرکے ہندوستان چلے آئے تھے آپ کے دادا کا نام عبدالحکیم تھا وہ بھی بہت بڑے عالم تھے آپ کے دادا ایران سے ہجرت کرکے آنے کے بعد صوبہ بنگال کے ضلع مرشد آباد کے گاؤں مدینی پور میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد جناب امین الدین احمد اور اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی قرآن کریم، علم قرأت، فارسی، اردو، عربی علم نحو، علم صرف اور بنگلہ وغیرہ کی تعلیم انھیں حضرات سے حاصل کی۔

اس کے بعد آپ نے مرشد آباد سے کلکتہ کا سفر کیا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں عربی اول سے لیکر ٹائٹل جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ۱۸۵۳ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک رہ کر علوم درسیہ کی اکثر کتابیں پڑھیں مدرسہ عالیہ کی تعلیم سے فراغت کے بعد اور مزید علوم حاصل کرنے کے لئے دوسرے مقامات کا سفر کیا اور اس زمانہ کے مشہور علماء فضلاء سے باقی تعلیم مکمل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے حکیم مرتضیٰ، عبدالرزاق اصبہانی، حکیم عبدالرحیم گورکھپوری وغیرہ ہیں آپ نے

ان سے حکمت، فلسفہ اور علم کیمیا وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے آپ صوبہ بنگال کے مشہور ضلع ہگلی کے ایک مدرسہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ کافی عرصہ تک اس مدرسہ میں آپ درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔

۱۸۷۵ء میں آپ ضلع ہگلی کے شہر قاضی ہو گئے۔ اور گیارہ سال تک آپ اس منصب پر قاضی رہے۔ اس کے بعد آپ مشرقی بنگال ڈھاکہ چلے گئے اور ڈھاکہ مدرسہ محسنیہ میں استاذ مقرر ہو گئے اور حدیث کا درس دیتے رہے۔ بعد میں آپ اسی مدرسہ کے صدر مدرس ہو گئے۔[۲]

آپ نے متعدد کتابیں لکھیں ان میں سے آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(۱) لب الاعراب فی علم النحو۔

(۲) مفتاح الادب فی علم النحو

(۳) تدریب الطلاب فی الاملاء والانشاء

(۴) درایۃ الادب فی الادب المنشور

وفات:- آپ کا انتقال ڈھاکہ میں مدرسہ محسنیہ میں فجر کی نماز کی حالت میں ہوا آپ کی قبر ڈھاکہ شاہی مسجد لال باغ کے پیچھے ہے۔[۳]

علامہ شیخ تفضّل علی فضلی: (۱۸۷۹ء-۱۹۲۶ء)

آپ مشرقی بنگال کے مشہور ضلع سلہٹ کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۷۹ء میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ آپ کی والد محترم کا نام جناب واصل علی ہے والد محترم کا شمار علاقے کے علماء میں ہوتا تھا۔ بہت نیک اور قرآن وسنت کے پابند تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم محلّہ کے مسجد میں ہوئی۔ قرآن کریم، فارسی، عربی، اردو، علم نحو، علم صرف اور بنگلہ کی ابتدائی کتابیں اس مسجد کے امام صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے قریب کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی۔ اس مدرسہ میں آپ نے کافیہ، قدوری اور رفقہ

وغیرہ کتابیں پڑھیں۔اس مدرسہ میں آپ نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا وہ یہ ہیں شیخ عبدالرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا شرافت علی اور مولانا ارشدعلی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔جس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی آپ مزید تعلیم کے لیے مغربی بنگال کے مشہور ادارہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں درجہ عالم میں داخلہ لیا۔ دو سال میں عالم پاس کرنے کے بعد فاضل کلاس میں داخلہ لیا فاضل پاس کرنے کے بعد ٹائٹل کلاس (ممتاز المحدثین) کی ڈگری حاصل کی۔اس کے بعد ممتاز الفقہاء کی دوسالہ ڈگری حاصل کی۔اس کے علاوہ آپ نے خارجی اوقات میں مختلف علوم وفنون کی تعلیم اساتذہ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے حاصل کیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے تعلیم کے زمانہ میں آپ کے اساتذہ میں شیخ غلام سلمانی، شیخ ولایت حسین، مولانا سعادت حسین، مولانا عبدالرؤف اور مولانا عبدالرشید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے آپ کا تقرر ضلع سلہٹ کے ران پور مدرسہ میں استاذ کی حیثیت سے ہوا۔اور تاحیات اسی مدرسہ میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔

آپ نے ۲۰ سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔جن میں سے مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔

(۱) المکتبۃ العربیۃ فی الانشاء العربیۃ

(۲) شعبۃ الایمان

(۳) الکافی فی قواعد النحو

(۴) الفقہ فی النظم (فارسی میں)

(۵) نجاۃ النجاۃ

(۶) منطق الاخوان

(۷) حاشیۃ عقائد الاسلام

(۸) مکتوبات فضل فی الانشاء

(۹) عین الحق

(۱۰) غزلیات فضلی

(۱۱) ابکارالابکاروغیرہ۔

وفات:۔۱۹۲۶ء میں آپ اسی مدرسہ میں انتقال فرما گئے۔اورآپ کی تدفین بھی اسی مدرسہ میں ہوئی۔[۴]

مولانا ممتازالدین احمد نواکھالی: (ولادت ۱۳۰۷ھ)

آپ ضلع نواکھالی گاؤں مانک پور کے رہنے والے تھے۔آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے پرائمری اسکول میں حاصل کی۔اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ کا سفر کیا اور ۱۹۰۷ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔۱۹۱۰ء میں عالم اور ۱۹۱۳ء میں فاضل کے امتحانوں میں امتیازی نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کی اس کے بعد ۱۹۱۶ء میں فخر المحد ثین کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی اس کے بعد آپ کو انگریزی تعلیم حاصل کر نے کا شوق پیدا ہوا اس لیے آپ خارجی طور پر ابتدائی انگریزی کتابیں پڑھ کر میٹرک امتحان کی تیاری کرنے لگے ۱۹۱۸ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی۔اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں مدرسہ عالیہ میں مدرس ہو گئے اس کے بعد ۱۹۲۱ء میں پریسڈنسی کالج کے لکچرار کے عہدہ پر چلے گئے۔لیکن دوبارہ بعض وجوہ کی بنا پر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں واپس آنا پڑا۔اور ریٹائر ہونے تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں رہ کر حدیث وتفسیر کا درس دیتے رہے۔۱۹۲۲ء میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔آپ صوبہ بنگال کے جید علماء وفضلاء اور کامیاب اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ایام ملازمت کے آخری زمانہ میں درجہ تکمیل میں حدیث وتفسیر کا درس آپ سے متعلق تھا دینیات کے علاوہ عربی ادب میں بھی آپ مہارت تامہ رکھتے تھے۔۳۴ سال کی ملازمت کے بعد ۱۹۵۳ء میں ریٹائر ہو گئے۔ریٹائر منٹ کے بعد مشرقی بنگال ڈھاکہ ہی میں سکونت اختیار کی۔[۵] آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالحق حقانی۔مولانا سعادت حسین بہاری،مولانا عبدالوہاب بہاری،مولانا صفی اللہ سرحدی اور مولانا فضل حق رام پوری کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) الکوکب الدرری شرح مقدمہ مشکوٰۃ۔

(۲) نعمۃ المنعم شرح مقدمہ صحیح مسلم

(۳) حل العقدہ شرح سبعہ معلقہ۔

(۴) کشف المعانی شرح مقامات حریری۔

(۵) بدیع الزماں ہمدانی جوچھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ ۶

مولانا اکرم خان: (۱۸۶۸ء۔۱۹۶۸ء)

آپ مغربی بنگال کے مشہور ضلع ۲۴ پرگنہ حکیم پور گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۷ جون ۱۸۶۸ء کو حکیم پور میں ہوئی۔

آپ کے والد محترم کا نام غازی مولانا عبدالباری تھا آپ عربی کے اچھے اساتذہ میں سے تھے اور بنگال کے مسلم ریفشار انجمن احمدیہ شہید آندولن کے ایک مجاہد بھی تھے اور اپنے زمانہ میں غازی اور بہادر کے نام سے مشہور تھے۔ اور مسلکاً اہل حدیث تھے۔

آپ کی والدہ محترمہ کا نام رابعہ خاتون تھا وہ بہت دین دار اور نیک سیرت تھیں مولانا اکرم خاں کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں ہوئی اس کے علاوہ اپنے والد محترم سے قرآن کریم گلستاں اور بوستاں وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد جب آپ کی عمر دس سال کی ہوئی تو تعلیم کی غرض سے آپ اپنے والد محترم کے ساتھ کلکتہ تشریف لے گئے۔ مگر جب آپ کلکتہ پہنچے تو آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ بغرض علاج والد محترم نے پٹنہ لے جانا فیصلہ کیا۔ اور آپ کا علاج تقریباً دو مہینہ تک چلتا رہا بیماری ٹھیک ہونے کے بعد کلکتہ چلے آئے جب آپ کلکتہ پہنچے تو آپ کے چھوٹے بھائی اشرف کے انتقال کی خبر پہنچی تو آپ والد محترم کے ساتھ اپنے گھر پہنچے۔ ابھی بھائی کے انتقال کی خبر سے جانبر بھی نہ ہو سکے تھے کہ ایک ہی دن میں والدین کی شفقت سے بھی محروم ہوگئے۔ والدین کے انتقال کے بعد چھوٹے بھائی راکب علی خان کو لے کر آپ اپنے نانا کے گھر چلے گئے۔ نانا کے مدد سے آپ نے پرائمری اسکول کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد آپ ضلع بردوان کے سینیر مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اس مدرسہ میں ایک سال پڑھنے کے بعد آپ کے ماموں نے انگریزی تعلیم دلوانے کی غرض سے آپ کو

کلکتہ لے جانے کا فیصلہ کیا۔ اور کلکتہ کے جبلی ہائی اسکول میں داخلہ کروا دیا انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کی باوجود آپ نے عربی سیکھنے کا اپنا شوق جاری رکھا۔ کچھ دن ہائی اسکول میں پڑھنے کے بعد پھر دوبارہ آپ نے اسی مدرسہ میں داخلہ لیا کیوں کہ آپ کو انگریزی تعلیم سے رغبت نہ تھی کئی مہینے اس مدرسہ میں پڑھنے کے بعد ۱۸۹۶ء میں آپ مغربی بنگال کے مشہور اسلامی درسگاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا۔ اور یہیں سے عالم اور فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ اس دوران آپ نے بنیادی انگریزی کتابیں پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ے

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنی زندگی کو عوام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ مسلم سماج کی معاشی وسیاسی ترقی اور تعلیم کی طرف ان کو متوجہ کرنے کی غرض سے آپ نے مختلف رسائل میں مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد آپ کو اسی مدرسہ کے صدر مدرس کے عہدہ کے لیے طلب کیا گیا۔ مگر آپ نے انگریزوں کی غلامی کرنا پسند نہیں کیا اور مسلسل مسلم معاشرہ کی فلاح و بہبودی کے کاموں میں لگے رہے۔ اور مسلم سماج کو مضبوط کرنے کے لیے آپ نے مختلف زبانوں میں مختلف رسائل میں مضامین لکھتے رہے۔ اس کے بعد محمدی اخبار کے نام سے اردو اور بنگلہ زبان میں رسالہ نکالنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن کچھ دنوں تک رسالے نکالنے کے بعد بند ہو گیا کیونکہ آپ کے پاس ذرائع آمدنی نہیں کے برابر تھی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد ۱۸۹۷ء میں محمدی اخبار کے نام سے ہفتہ روزہ رسالہ نکالنے کا ارادہ کیا۔ مولوی غازی خیرالانام کے ساتھ مل کر بہت دنوں تک اس کو نکالتے رہے۔ اور اس رسالہ سے عوام کی خدمت کرتے رہے۔ اس کے بعد حاجی محمد عبداللہ کلکتوی کی مدد سے ماشیک محمدی کے نام سے رسالہ نکالنے کا سلسلہ شروع کیا۔

۱۹۱۳ء میں ہندوستان میں اسلامی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے انجمن علماء کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اور آپ خود اس کے سکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ انجمن علماء کے قائم کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کا مسلم معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگ دیا جائے۔ ۱۹۱۵ء میں انجمن علماء نے ''الاسلام'' کے نام سے ایک ماہنامہ رسالہ نکالا جس نے مسلم معاشرہ سے گمراہ رسوم و رواج اور بدعت کو ختم کرنے میں

نمایاں رول ادا کیا۔ چھ سال تک یہ رسالہ نکلتا رہا۔

۱۹۲۰ء میں آپ صوبہ بنگال کی خلافت کمیٹی اور آندولن کمیٹی کے سکریٹری منتخب ہوئے اور آپ نے اردو میں ہر روز کے نام سے اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ممبر مولانا ابوالکلام آزاد بھی تھے۔ جس کی وجہ سے انگریز سرکار نے آپ کو جیل میں ایک سال تک قید رکھا تھا۔ جیل کے زمانہ میں محمد واجد علی، مولانا ابوالکلام آزاد اور شمس العلماء مولانا شمس الدین اور معین الدین صاحب کو ہفتہ وار محمدی کے نام سے رسالہ اور ہر روز محمدی کے نام سے اخبار نکالنے کا حکم دیا یہ لوگ ان کے مشورہ سے یہ رسالہ نکالنے لگے۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جیل میں قید ہونے کے باوجود آپ کو اسلام کی تبلیغ واشاعت اور مسلم معاشرہ سے غلط رسوم ورواج کو ختم کر کے صحیح اسلامی شعور کو بیدار کرنے کی کس قدر فکر تھی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد آپ بھی مشرقی بنگال (بنگلہ دیش) چلے گئے بنگلہ دیش چلے جانے کے بعد راجدھانی ڈھاکہ سے محمدی رسالہ نکالنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۴۶ء میں ہفتہ وار کواٹر کے نام سے ایک انگریزی رسالہ نکالنے کا ارادہ کیا۔ جو سید سجاد الحسنؒ کے تعاون سے عملاً جاری ہوسکا۔ ۸؎

مسلم معاشرہ کی خدمت کے علاوہ اس زمانے کی عملی سیاست سے بھی آپ کو غیر معمولی لگاؤ تھا مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طالب علمی کے زمانہ میں ڈھاکہ شہباغ کے جلسے میں سرسید احمد تعلیمی کمیٹی انجمن میں آپ بھی حاضر ہوئے تھے۔ اور سرسید احمد خاں نے اس جلسہ میں مسلم معاشرہ سماج کی ترقی کے عنوان پر جو تقریر کی تھی آپ اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی دن سے آپ نے مسلم معاشرہ کے ترقی کے لیے سیاست میں قدم رکھا۔ جس کو تاریخ ہمیشہ یاد کرتی رہے گی۔

آپ کی سیاست مختلف تھی کبھی تو آپ گاؤں اور قصبوں میں جا کر خلافت آندولن کی بات کرتے تھے۔ اور کبھی تو آپ نواب سلیم اللہ بانی مسلم لیگ کے ساتھ رہ کر مسلم لیگ کے لئے کام کرتے تھے۔

۱۹۴۴ء میں مشرقی بنگال ضلع سراج گنج کے جلسہ میں آپ نے شرکت کی تھی۔ اگر آپ کی پوری سیاسی زندگی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خواہ کسی بھی پارٹی کے جلسہ میں شرکت کی ہو مگر آپ کا بنیادی مقصد اسلام کی تبلیغ واشاعت اور مسلم معاشرہ کا فلاح و بہبود ہوتا۔ ۱۹۲۱ء میں آپ نے

انگریزوں کی مخالفت میں زبردست تقریر کی جس کی پاداش میں آپ کو جیل جانا پڑا۔۱۹۲۴ء میں مشرقی بنگال ضلع فینی میں کانگریس پارٹی کے جلسہ میں آپ صدر کی حیثیت سے حاضر ہوئے تھے۔اور اس جلسہ میں آپ نے ہندوستانی معاشرہ کی کامیابی اور ترقی کے عنوان پر تقریر کی تھی۔

۱۹۲۷ء میں کانگریس چھوڑنے کے بعد ۱۹۲۹ء میں نکیل بنگال کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی اور خود آپ اس کے سکریٹری تھے۔اور عبدالرحیم پرسیڈنٹ تھے۔۱۹۲۹ء میں قائداعظم محمد علی جناح کے اشارے پر آپ نے کانگریس پارٹی چھوڑ دی۔۱۹۳۳ء میں آپ مکمل طور پر مسلم لیگ پارٹی کے ساتھ شامل ہوگئے۔۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد آپ بھی مشرقی بنگال ڈھاکہ چلے گئے۔اور مشرقی بنگال میں مسلم لیگ پارٹی کے پرسیڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۱۹۵۴ء تک اس عہدہ پر رہے۔اس کے بعد آپ سیاست سے کنارہ کش ہوگئے۔[۹]

سیاسی اور سماجی مشغولیات کے باوجود آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ان میں سے چند مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(۱) سیرت مصطفیٰ

(۲) مشکل اور ان کا حل

(۳) بنگالی مسلم سماج کی تاریخ

(۴) قرآن کریم کی تفسیر (پانچ جلدوں میں)

(۵) اسلام ونجات

(۶) بائبل کی تعلیم اور موجودہ نصاریٰ

(۷) اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۸) اسلام کا طریقہ

(۹) رمضان شریف کی حقیقت وغیرہ[۱۰]

وفات:۔ آپ کا انتقال سو سال کی عمر میں ۱۹۶۸ء میں ڈھاکہ میں ہوا اور ڈھاکہ اہل حدیث

مسجد کے قریب آپ مدفون ہیں۔[۱۱]

مولانا روح الامین صاحب: (۱۸۸۲ء۔۱۹۵۵ء)

آپ مغربی بنگال کے مشہور ضلع اتر ۲۴ پرگنہ تھانا بشیر ہاٹ گاؤں نرائن پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں آپ نرائن پور گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔آپ کے والد محترم کا نام منشی غازی دبیر الدین اور والدہ محترمہ کا نام رحیمہ خاتون تھا۔آپ کے والدین دونوں بہت دیندار اور نیک اخلاق کے تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم ۱۱ رسال کی عمر میں اپنے گاؤں کے مکتب میں ہوئی اور اسی مکتب میں آپ نے دو سال تک قرآن کریم اور بنگلہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔اور تیرہ سال کی عمر میں اس مکتب میں قرآن کریم کی تجوید، اردو، اور عربی وفارسی گرامر کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔بچپن سے آپ بہت دیندار اور ذہین تھے۔آپ کو بچپن سے تعلیم حاصل کرنے کا شوق دیکھ کر آپ کے رشتہ دار گوپال خاں نے آپ کو اپنے گھر میں رکھ لیا تھا اور آپ کو اپنے تھانا بشیر ہاٹ ہائی اسکول کے مولانا واصل علی کے پاس پڑھنے کے لیے بھیج دیا چنانچہ بہت ہی کم دن کے اندر آپ نے ان سے گلستاں، بوستاں، انشاءِ مطلوب، میزان منشعب کی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد جب آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی تو آپ نے استاذ محترم مولانا عبدالشاکر صاحب کے مشورہ سے مغربی بنگال کے مشہور اسلامیہ درس گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنے لگے اور شروع کلاس سے آخر کلاس تک (عربی اول سے ٹائٹل جماعت تک) ہر سال سالانہ امتحان میں نمبر اول سے پاس ہوتے رہے۔اور چھٹی کلاس سے لے کر ٹائٹل ممتاز المحدثین تک آپ کو ہر سال تین روپیہ سے لے کر دس روپیہ تک وظیفہ ملتا رہا۔

۱۹۰۱ء میں فاضل کلاس میں اول پوزیشن حاصل کی۔جس کی بدولت آپ کو سرکار کی طرف سے گولڈ میڈل ملا۔

عربی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم حاصل کرنا آپ کا ذاتی شوق تھا۔اس لیے آپ مدرسہ کے اوقات کے بعد خارجی طور پر شام کو انگریزی کتابیں مدرسہ عالیہ کی لائبریری میں مطالعہ کیا کرتے تھے۔

۱۹۰۳ء میں فاضل کے فائنل امتحان کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی کے اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ میں داخلہ لے کر پڑھتے رہے اور ہائی اسکول کا امتحان دیا۔[۱۲]

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں صدر مدرس کے جگہ پر آپ کو نوکری کے لیے دعوت دی گئی۔ مگر آپ نے قبول نہیں کیا اس لیے کہ آپ کو یہ بات منظور نہیں تھی کہ انگریز سرکار کی نوکری کر کے انگریز کی غلامی میں رہ کر دوسری دینی کاموں سے محروم رہے۔ ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی فیض حاصل کرنے کے لیے مغربی بنگال کے مشہور ولیِ کامل مولانا ابو بکر صدیقی فرفرہوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی صحبت سے باطنی فیض حاصل کرتے رہے۔ کچھ دن ان کی صحبت میں رہ کر ان کے مشورہ سے اسلام کی تبلیغ واشاعت دین اور مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی رسوم و بدعت کو ختم کرنے کے لئے وعظ و نصیحت کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

اس زمانہ میں مسلمانانِ ہند عربی، فارسی، اردو، اور بنگلہ کی تعلیم کے علاوہ دوسری تعلیم کی طرف بالکل مائل نہیں ہوتے تھے۔ اور خاص طور پر مسلمانانِ ہند انگریزی تعلیم کی پرزور مخالفت کرتے تھے۔ ہندو سماج نے تو انگریزی تعلیم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔ لیکن انگریزوں کی مخالفت میں مسلمانوں نے ان کی زبان کو بھی لائق اعتنا نہ سمجھا۔ لیکن مولانا نے مسلم معاشرہ کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کی غرض سے انگریزی زبان سیکھنے پر آمادہ کرلیا۔ اور اپنی ذاتی کوششوں سے مسلم محلوں اور گلیوں میں ایسی انجمنیں بھی قائم کیں جس میں عربی، اردو، بنگلہ، فارسی کے علاوہ انگریزی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔[۱۳]

آپ کا تعلق اس وقت کی مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ سے تھی۔ اور مسلم لیگ کے جلسوں اور دیگر کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ سیاست کو اسلام سے خارج نہیں مانتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے آقائے نبی ﷺ خود بھی سیاست کیا کرتے تھے اور آقائے نبی ﷺ نے مسلمانوں کو سیاست کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اگر آقا ﷺ سیاست نہیں کرتے تو آج یہ اسلام ہم تک نہیں پہونچتا آپ فرمایا کرتے تھے اگر عالم اسلام کے لوگ صحیح سیاست سے جڑے رہتے تو آج مسلمانوں کو ذلت ورسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

آپ نے کبھی بھی کانگریس کی ہمنوائی نہیں کی۔ آپ کانگریس پارٹی کو بالکل ہندو سیاست مانتے تھے۔ اور جو مسلمان کانگریس پارٹی کی حمایت کرتے آپ اس کو ہندو کا غلام کہا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں چند علماء کانگریس پارٹی کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اس لیے آپ اور مجدد زمان مولانا ابوبکر صدیقی فرفرہوی نے جمیعت علماء ہند کو چھوڑ کر جمیعت علماء بنگال و آسام کے نام سے ایک الگ انجمن قائم کی تھی۔ اور انجمن کے ذریعے بنگال و آسام کے مسلم سماج کو مسلم لیگ سے جوڑ دیا اور ان کے آپسی جھگڑا فساد کو دور کر کے ان کو متحد کر دیا۔

تعلیم و تعلم کے لئے جگہ جگہ اسکول، مکتب اور مدرسہ قائم کی جس میں قرآن و حدیث کی صحیح تعلیمات سے طلبہ کو مستفید کیا۔ اور صحیح اسلامی شعور کو بیدار کیا۔

چناں چہ ۱۹۳۷ء کے الیکشن کے وقت مسلم لیگ کے نام سے ایک پارٹی قائم کی اور صوبہ بنگال و آسام کے مسلمانوں کو اس پارٹی سے جوڑے رکھا۔

۱۹۳۸ء میں کلکتہ مسلم انسٹی ٹیوشن میں بنگال و آسام کے مسلم لیگ پارٹی کے سب سے پہلے آپ ہی صدر تھے۔ اور اس جلسے میں بہت سے علماء و مسلم دانش ور بھی موجود تھے جن میں سے چند معزز شخصیات میں۔ اے۔ کے فضل الحق، مولانا اکرم خاں اور نواب سلیم اللہ وغیرہ کا نام نامی ہے۔ ۱۹۳۷ء میں جب مسلم لیگ پارٹی قائم ہوگئی تو آپ صوبہ بنگال و آسام کے مختلف شہروں، گاؤں میں دینی جلسے کر کے بنگال و آسام کے مسلمانوں کو سمجھاتے تھے کہ سب لوگ مسلم لیگ پارٹی میں شامل ہو کر مسلم لیگ کو مضبوط بناؤ اگر تم ہندوستان میں رہنا چاہتے ہو تو مسلم لیگ پارٹی کے ساتھ ہو جاؤ اور قرآن کریم و حدیث کی روشنی میں وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔[۱۴] اور قرآن کریم کی یہ آیت مبارک سناتے تھے

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین و ان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفاً من الذین کفروا بانھم قوم لایفقھون۔[۱۵]

(ترجمہ) کہ اے ایمان والوں تم خالص مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہارے ایک سو کے مقابلہ میں کافر اگر ایک ہزار بھی ہو جائے تب بھی تم ہی غالب ہو جاؤ گے۔

کچھ دنوں کے بعد آپ نے مسلم لیگ کو محض اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اس پارٹی کے صدر قائد اعظم جناح تھے جو جلسے جلوس میں گانا بجانا اور عورتوں کے بے پردہ لانا صحیح سمجھتے تھے حالانکہ مولانا کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے لئے یہ چیزیں حرام ہیں ۔ اس لیے آپ مسلم لیگ پارٹی چھوڑ کر پھر دوبارہ جمیعت علماء بنگال وآسام کے انجمن کو قائم کیا اور جمیعت علماء بنگال وآسام کے انجمن کو تبلیغی مشن بنا کر آگے بڑھایا اور اس تبلیغی مشن کے ذریعہ بنگال وآسام کے شہروں گاؤں میں سو کی تعداد میں مساجد، مدارس اور مکاتب کا قیام اور اس میں تعلیم کا مناسب بندوبست کیا۔

آپ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کی تفسیر بھی کی ہے جو مطبوعہ ہے اس کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے اوپر مختلف زبانوں میں ۱۵۰ سے بھی زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانف یہ ہیں۔

(۱) عنکب المسلمین

(۲) فیصلہ کن مذہب

(۳) دافع المسلمین

(۴) فرقۂ باطلہ

(۵) قیاس المجتہدوں

(۶) نصرالمجتہدون

(۷) ردبدعت

(۸) آخری ظہر

(۹) ابطال الباطل

(۱۰) کرامت احمدیہ

(۱۱) میلاد مصطفیٰ

(۱۲) تعلیم القرآن

(۱۳) تعلیم القرأت

(۱۴) گاؤں میں جمعہ جائز یا نہیں

(۱۵) ردقادیانی (چھ جلدوں میں)

(۱۶) تعلیم ووعظ

(۱۷) نکاح وجنازہ کی کفری کلام

(۱۸) مسائل زکوٰۃ

(۱۹) مسائل صدقہ فطر

(۲۰) مسائل حج

(۲۱) مسائل قربانی

(۲۲) ضروری مسائل

(۲۳) اسلام وسائنس

(۲۴) ضروری فتویٰ

(۲۵) اسلام وپردہ

(۲۶) مسائل دفن وکفن

(۲۷) ردآذان گاچھی (مغربی بنگال ہوڑہ میں ایک بدعتی فرقہ ہے۔)

(۲۸) ردشیعہ

(۲۹) فرفرہ شریف کے بڑے پیرابوبکر کی حیات زندگی

(۳۰) مسائل ختم قرآن وزیارت قبور

(۳۱) غازی کی تعلیم

(۳۲) بنگال وآسام کے اولیاء کرام کے حیات زندگی

(۳۳) فتویٰ امینیہ سات جلدوں میں

(۳۴) ضروری مسئلہ ومسائل

(۳۵) مترجم بنگلہ مشکوٰۃ شریف تین جلدوں میں

کتابوں کی تصنیف کے علاوہ مسلم سماج کے اندر پھیلی بے راہ روی کو دور کرنے اور مسلمانوں کو سچا مسلمان بنانے کے لئے رسائل نکالنے کا اہتمام فرمایا۔ نیز مسلم معاشرہ میں جن لوگوں نے اسلام کی شبیہ کو بگاڑ کر مسلمانوں کو بانٹنے کی کوشش کی ان کے خلاف مختلف مضامین لکھ کر ان کا رد بھی کرتے تھے۔

جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں (۱) رد قادیانی (۲) رد شیعہ (۳) رد نصاریٰ (۴) رد یہودیت (۵) ماشیک مسجد (۶) مسلم رنیشار (۷) ہفتاہی حنفیہ (۸) ہفتاہی مسلم (۹) ماشیک سنۃ الجماعت وغیرہ۔

وفات:۔ ۱۹۵۵ء میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کرتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی کل عمر ۶۳ سال کی ہوئی تھی۔ آپ کی تدفین اپنے آبائی قبرستان میں اپنے گھر کے پیچھے ہوئی۔ [۱۶]

مولانا عبدالحیٔ فرفرہوی: (۱۹۰۳ء۔ ۱۹۷۷ء)

آپ مشرقی بنگال ضلع ہُگلی گاؤں فرفرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۹۰۳ء میں فرفرہ میں ہوئی۔ آپ کے والدمحترم کا نام ابوبکر تھا۔ اور والدہ محترمہ کا نام صفیہ نور جہاں تھا۔ آپ کے دادا کا نام عبدالقادر صدیقی تھا جو قرآن وسنت کے احکام کو سختی سے پابند کرنے والے تھے۔ اور آپ کی دادی کا نام محبت النساء تھا جو بہت دیندار اور نیک صالحہ عورت تھی۔ آپ کو اس لیے صدیقی کہا جاتا ہے کیوں کہ آپ کا نسب حضرت صدیق اکبرؓ سے جاملتا ہے ۱۸۴۶ء میں آپ گاؤں فرفرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدمحترم بنگال کے مشہور علماء میں سے تھے۔

جس وقت آپ کی والدمحترم پیدا ہوئے تھے پورے ہندوستان میں انگریزوں کا غلبہ تھا مالدار گھرانے کے بچوں نے نوکری اور روپیہ پیسہ کمانے کے لالچ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دی۔ مگر آپ کے خاندان والے دین دار تھے اس لیے آپ کا رجحان اسلامی تعلیم کی طرف رہا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہوئی قرآن کریم، اردو اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے گھر پر ہی پڑھیں اس کے بعد ۱۸۶۵ء میں صوبہ بنگال کے قدیم سینیر مدرسہ سیتاپور میں علم دین حاصل

کرنے کے لیے داخلہ لیا۔ اور اسی مدرسہ میں کئی سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ہوگلی ضلع کے قدیم مدرسہ محسنیہ میں داخلہ لیا اور اسی مدرسہ میں فاضل تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کلکتہ مسجد مجدیہ کے امام وخطیب مولانا محمد جمال الدین صاحب سے قرآن مجید کی تفسیر پڑھی۔ اور کلکتہ بڑی مسجد، مسجد ناز کے امام مولانا بلائط حسین صاحب سے منطق، حکمت اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی اور کل ۲۳ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون سے استفادہ کرنے کے بعد ۲۴ سال کی عمر میں اور مزید علوم حاصل کرنے کی غرض سے مکہ اور مدینہ تشریف لے گئے مکہ اور مدینہ کے مشہور شیوخ سے چالیس حدیثوں کی کتابوں کی سندیں حاصل کیں۔

مذکورہ حدیثوں کی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، موطا امام مالک، موطا امام محمد، سنن ابن ماجہ، سنن ابوحنیفہ، سنن امام شافعی، مسند احمد، مسند دارمی، مسند ابو داؤد طیالسی، مصنف عبد الرزاق، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، تاریخ ابن عساکر وغیرہ کتابوں کی سندیں حاصل کرنے کے بعد اپنے ملک ہندوستان چلے آئے۔[۷۱]

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے علاقہ میں عوامی خدمات کی طرف توجہ مبذول کی آپ نے سب سے پہلے صوبہ بنگال میں انجمن علماء بنگال کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ اور اس تنظیم کے ذریعہ صوبہ بنگال وآسام کے سینکڑوں علماء کو وفضلاء متحد ومنظم کیا۔

اس تنظیم کے قیام کا مقصد صوبہ بنگال وآسام کے علماء وفضلاء کو متحد کرنا تھا کہ ملک کے علماء متحد ہو جائیں عوام سماج بھی ایک ہو جائیں گے۔ اگر علماء متحد ہو جائیں تو ان کے آپسی اختلافی مسائل تو عوام میں جانے کے بجائے آپس میں بیٹھ کر خود حل کر سکتے ہیں اور ان کے درمیان جو فتنہ فساد ہوتے ہیں وہ سب دور ہو سکتے ہیں اسی لیے آپ نے جمعیۃ علماء بنگال کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی اور آپ خود تاحیات اس تنظیم کے صدر رہ کر عالم سماج وعوام سماج کے بہت سے مسائل کو دور کیا۔ اس تنظیم کے تحت آپ نے بنگال کے دور دراز علاقوں میں علماء وفضلاء کو بھیج کر وہاں تعلیم وتعلم کا انتظام کیا اور غلط رسوم ورواج کو ختم کرنے میں زبردست رول ادا کیا۔

ان میں بہت سے علماء وفضلاء کو تنظیم کی جانب سے مشاہرہ بھی دیا جاتا تھا۔ وہ علماء کرام مختلف گاؤں وشہر میں جاکر دین کی تبلیغ واشاعت کرتے تھے۔ اور شرک وبدعت سے عوام کو آگاہ کرتے تھے۔ اور قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرتے تھے۔

اس کے علاوہ آپ نے بہت سے گاؤں وشہروں میں مکتب، چھوٹے چھوٹے مدرسے وغیرہ قائم کیے جن کے ذریعے دینی تعلیم کا بندوبست ہوا اور سماجی مسائل کو حل کرنے کی غرض سے مختلف گاؤں میں جگہ جگہ دفاتر قائم کیں۔ ۱۸؎

اس کے علاوہ آپ صوبہ بنگال وآسام کے مختلف گاؤں وشہروں میں دینی جلسے کا انتظام کر کے وعظ ومحفل کیا کرتے تھے آپ کے وعظ کو سننے کے لئے ایک جم غفیر اکٹھا ہو جاتا تھا بہت سے لوگ آپ کی وعظ سن کر ہدایت یافتہ ہو جاتے تھے۔

غیر مسلمین کو اکٹھا کر کے بھی خطاب کرتے تھے اور ان کو قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات سے روشناس کراتے تھے۔ آپ کی کوششوں سے غیر مسلموں کا ایک بھاری طبقہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا۔ اور اسلام لانے کے بعد پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کر دی تھی۔ اسی وجہ سے آج بھی آپ کے اتنے عقیدت مند ہیں جو ہر سال مارچ کے مہینے میں تین دن کے لیے جمع ہوتے ہیں اور تین دن تک آپ کے مکان میں وعظ ومحفل کر کے چلے جاتے ہیں۔ ۱۹؎

مکتب، مسجد اور مدرسہ بھی ضرورت کے مطابق قائم کیا۔ چناں چہ ۱۹۰۳ء میں سب سے پہلے آپ نے فرفرہ میں ایک سینیر مدرسہ قائم کیا۔ اور ۱۹۰۸ء میں اسکو ٹائٹل کا درجہ دلا دیا۔ جو بنگال کا دوسرا ٹائٹل مدرسہ ہے۔ ۱۹۱۵ء میں فرفرہ میں ہی ایک جونیر ہائی مدرسہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۶ء میں ایک نیو اسکیم ہائی مدرسہ قائم کیا۔ مشرقی بنگال ضلع نوا کھالی میں ایک اسلامیہ سینیر مدرسہ قائم کیا مشرقی بنگال (بنگلہ دیش) ضلع بگڑا میں مدرسہ مصطفیہ کے نام سے ایک ٹائٹل مدرسہ قائم کیا۔ مشرقی بنگال کے ضلع بریشال میں دار السنہ کے نام سے ایک ٹائٹل مدرسہ قائم کی۔ ضلع نیل فماری میں دار العلوم مدرسہ قائم کیا۔ ضلع بریشال میں سینیر مدرسہ قائم کیا۔ مشرقی بنگال چاٹگام میں دار العلوم

مدرسہ قائم کیا۔مشرقی بنگال ضلع دیناج پور میں ایک جونیر ہائی مدرسہ قائم کیا مشرقی بنگال بڑ گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کیا۔طبک پور میں ایک مدرسہ قائم کیا، کاندک پور میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ پہاڑیہ میں ایک مدرسہ اور یتیم خانہ قائم کیا۔مشرقی بنگال ضلع فینی میں ایک سینیر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔مشرقی بنگال ضلع بگوڑا میں ایک مدرسہ قائم کیا،ضلع دام گاڑ میں ایک مدرسہ بنائی،مشرقی بنگال ضلع پبنا میں ایک سینیر مدرسہ قائم کیا۔ پوشیو پاڑا میں ایک سینیر مدرسہ قائم کیا مشرقی بنگال ضلع باگیر ہاٹ میں ساٹھ گنبد کا ایک مدرسہ قائم کیا۔

اس کے علاوہ فرفرہ میں طلبہ کے رہنے کے لیے ایک ہاسٹل کی بنیاد بھی رکھی تھی۔اور مدرس کے رہنے کے لئے کواٹر بھی بنائے تھے وہ آج بھی موجود ہے۔اور فرفرہ میں ایک لائبریری قائم کی جس میں مختلف زبانوں میں حدیث،تفسیر،فقہ،منطق،حکمت،فلسفہ،عربی ادب،اردوادب،فارسی،انگریزی اور بنگلہ میں سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں اور فرفرہ میں دارالافتاء کے نام سے ایک دفتر کے قیام کا بھی فیصلہ فرمایا جو آج بھی موجود ہے اور آج بھی وہاں سے سینکڑوں مسائل حل کیے جاتے ہیں۔

مکتب،مسجد اور مدرسہ کے علاوہ دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے اور بدعت وگمراہی دور کرنے کے لیے مختلف نام سے رسائل بھی نکالتے تھے۔جن میں درج ذیل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مہر الٰہی
۲۔ شودراک
۳۔ المسلم
۴۔ اسلامی درشن
۵۔ ابوحنیفہؒ
۶۔ سنۃ الجماعت
۷۔ محمدیہ
۸۔ نور نبی

وفات :- ۱۹۳۹ء میں آپ نے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹی چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی تدفین فرفرہ میں آپ کے مکان کے برابر میں ہوئی ۔[۲۰]

مولانا عبدالحیٔ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں مولانا عبدالغفور جسری سے حاصل کی جو آپ کے گھر میں رہتے تھے ۔ اور جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کے والد صاحب نے آپ کو قریب کے مکتب میں داخلہ کرا دیا ۔ اسی مکتب میں آپ نے مولانا حفیظ اللہ نوا کھالی سے عربی ، فارسی ، اردو ، بنگلہ کی ابتدائی کتابیں اور قرآن کریم و دیگر دینی کتابیں پڑھیں ۔ اس کے بعد آپ کے والد صاحب نے فرفرہ کے بہت قدیم مدرسہ فاتحہ میں آپ کا داخلہ کر دیا اس میں آپ نے پانچ سال تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ نے مغربی بنگال کے مشہور سرکاری اسلامی درس گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ لیا۔ دو سال میں آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے عالمیت پاس کیا اس کے بعد آپ نے فاضل کلاس میں داخلہ لیا۔ اور تین سال کے اندر آپ نے اچھے نمبرات سے کامیاب ہو کر ممتاز المحدثین کی جماعت میں داخلہ لیا دو سال میں ممتاز المحدثین پاس کرنے کے بعد پھر مزید ممتاز الفقہاء کی ڈگری حاصل کی ۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد خاص طور سے فقہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے نوا کھالی ضلع کے مشہور عالم مولانا احمد اللہ صاحب جو علم الفقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت فرفرہ کے مدرسہ فاتحیہ کے مدرس تھے ان سے آپ نے نور الہدیٰ شرح الوقایہ اور دوسری مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں ۔ اس کے بعد ضلع نوا کھالی کے مشہور عالم دین مولانا رضاء الکریم صاحب سے تفسیر بیضاوی ، جامع صحیح بخاری ، صحیح مسلم ، جامع ترمذی ، سنن ابوداؤد ، سنن نسائی ، اور سنن ابن ماجہ پڑھیں ۔

مولانا احمد صاحب سے پورے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی اور مولانا انور صاحب سے فقہ کی کتابیں پڑھیں ۔ اس کے علاوہ خود اپنے والد محترم سے حدیث کی مختلف کتابیں پڑھیں اور مجاہدہ اور تصوف کا علم بھی حاصل کیا ۔[۲۱]

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کے علاوہ آپ نے دین کے ہر پہلو میں نمایاں خدمت انجام دی۔ وعظ ونصیحت اور دینی محفل وجلسے کرنا آپ کی اصل خدمات تھیں۔ اس کے علاوہ مکتب، مسجد اور مدرسہ قائم کرنا بھی آپ کا ذاتی مشغلہ تھا۔

۱۹۴۸ء میں آپ نے فرفرہ میں ایک عوامی جلسہ کیا جس میں آپ نے صوبہ بنگال وآسام کے تمام علماء وفضلاء کرام کو مدعو کیا تھا۔ اس جلسہ میں آپ نے جمعیۃ علماء احناف کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی اور آپ خود ہی تاحیات اس انجمن کے صدر رہے۔ اس انجمن کو چلانے کے لئے آپ نے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی اس کے علاوہ صوبہ بنگال وآسام کے مختلف شہروں اور گاؤں کی مساجد میں بچوں بچیوں کی تعلیم کے لئے مکتب کے قیام کا فیصلہ کیا تھا۔

آپ ہی کی کوشش سے فرفرہ کے عالم تک کی سینیر تعلیم کو ٹائٹل کلاس تک کر دیا تھا کیوں کہ دوسرے مقام پر ٹائٹل کی کلاسیز نہ ہونے کی وجہ سے صوبہ بنگال کے طلبہ کو ٹائٹل کی تعلیم حاصل کرنے میں بہت دشواری ہوتی تھی۔ اس لیے آپ نے اس وقت کے وزیر تعلیم مولانا ابو الکلام آزاد سے سفارش کر کے فرفرہ کے عالم تک کی سینئر کلاسیز کو ٹائٹل (M.M ممتاز المحد ثین) تک منظوری کرادی جب آپ وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس پہنچے اور اپنی درخواست پیش کی تو مولانا ابوالکلام آزاد نے فوراً منظور کرلیا۔

اس کے علاوہ آپ نے تین مدارس کو ٹائٹل کا درجہ دلا دیا تھا۔ ایک ضلع مرشد آباد کا سینیر مدرسہ، ایک ضلع بالدہ کا سینیر مدرسہ اور ایک ضلع مدنا پور کا سینیر مدرسہ۔ اس کے علاوہ بنگلہ دیش پاکشی میں ریاض الجنۃ کے نام سے ایک خانقاہ بھی قائم کی تھی۔

اس کے علاوہ پچاس کے تعداد میں چھوٹے بڑے بنگال وآسام میں مدراس ومکاتب قائم کیا۔ چنانچہ آپ نے فرفرہ سے کچھ فاصلہ پر ایک ہائی مدرسہ قائم کی۔ اور ضلع اتر ۲۴ پرگنہ قصبہ بنگاں میں دارالعلوم سینئر مدرسہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور ضلع ہوڑہ گاؤں الوبیڑیا میں ایک سنیئر مدرسہ قائم کیا۔ ضلع مرشد آباد موضع کلپی میں ایک مدرسہ محسنیہ سنیئر مدرسہ قائم کیا قصبہ ڈانکونی میں ۱۹۵۷ء میں

یت صدیقیہ سنئیر مدرسہ قائم کیا۔ ضلع مدنا پور میں ایک سینئر مدرسہ قائم کیا ضلع ندیا گاؤں اُلاسی میں ایک دارالسنہ صدیقیہ سنئیر مدرسہ قائم کیا۔ ضلع ہگلی گاؤں دکھی پور میں ایک سنئیر مدرسہ قائم کیا، ضلع مدنا پور موضع ڈ گاچیہ میں ایک مصطفیہ صدیقیہ سینئر مدرسہ قائم کیا۔ ضلع ۲۴ پرگنہ قصبہ ہاسنا پور میں ایک صدیقیہ سنئیر مدرسہ قائم کیا۔ ضلع ہگلی گاؤں ہائی میں ایک صدیقیہ سنئیر قائم کی۔ ضلع مرشدآباد گاؤں پومپ پور میں ایک صدیقیہ مدرسہ قائم کیا۔ ضلع دیناج پور میں ایک سنئیر مددرسہ قائم کیا۔ ضلع ہگلی گاؤں شیتل پور میں ایک سنئیر مدرسہ قائم کیا۔ ضلع مدنا پور گاؤں پن پورا میں ایک دارالعلوم صدیقیہ مدرسہ قائم کی۔ قصبہ فرید پور گاؤں کمار کھالی میں نصر الاسلام صدیقیہ مدرسہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ مشرقی بنگال (بنگلہ دیش قبل تقسیم و بعد تقسیم بہت سے مدرسہ اور دینی تعلیم گاہ قائم کی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طلباء کے رہنے کے لیے الیٹ ہاسٹل بند ہو گیا تھا آپ نے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد سے سفارش کروا کے ہاسٹل کو دوبارہ طلبہ کے لئے کھلوا دیا۔

۱۹۶۳ء میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے ایک سینٹر کا قیام بھی آپ ہو کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ جس کی شاخیں بنگلہ دیش کے مختلف اضلاع میں قائم کر دیں تھیں۔

۱۹۷۰ء میں پورے دنیا میں اسلامی دعوت پھیلانے کی غرض سے دعوت اسلامی مشن قرآنی وسنتی جامعۃ المسلمین کے نام سے ایک سینٹر کی بنیاد رکھی تھی۔ اس سینٹر سے مختلف رسائل کا اجراء کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی دعوت کے لئے ندائے اسلام کے نام سے ماہنامہ رسالہ نکالنے کا فیصلہ بھی کیا لیکن ہندو پاک کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں وہ رسالہ نکلنا بند ہو گیا بنگلہ دیش ڈھاکہ سے وہ آج بھی اسلام کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ ۲۲

وفات: ۱۹۷۷ء میں آپ کا انتقال فرفرہ میں ہوا اور آپ کی تدفین اپنے والد محترم کے قبر کے بغل میں ہوئی۔

آپ کے پس ماندگان میں چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی آپ کے بڑے بیٹے نے آپ کی جگہ خلافت حاصل کر کے آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ ۲۳

مولوی مقبول احمد (ولادت۱۹۰۲ء)

آپ مشرقی بنگال کے ایک مشہور ضلع بریشال گاؤں پارتاشی کے رہنے والے تھے۔آپ کی ولادت۱۹۰۲ء میں اپنے گاؤں میں ہوئی۔آپ کا گھرانہ بہت دین دار مذہب پسند اور صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا اس لیے اس زمانے کے مطابق اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم کے حصول کے بجائے دینی تعلیم کے حصول کی طرف متوجہ کیا۔آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ ہی سے شروع ہوئی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا۱۹۱۶ء میں عالم کے امتحان میں شرکت کی اور نمایاں نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔اس کے بعد فاضل کلاس میں داخلہ لے کر حدیث کی کتابیں پڑھتے رہے۱۹۱۸ء میں فاضل کا امتحان دیا اور اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

اس کے بعد آپ کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں اینگلو پریشن ڈپارٹمنٹ میں داخلہ لے لیا اور ۱۹۲۰ء میں میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہوکر کلکتہ پرسیڈنسی کالج میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ لیا چوں کہ آپ ذہین اور تیز طرار واقع ہوئے تھے اس لیے۱۹۲۲ء میں بارہویں کلاس پاس کر کے۱۹۲۴ء میں B.A کی ڈگری حاصل کر لی اور ۱۹۲۶ء میں M.A کا امتحان امتیازی نمبرات سے پاس کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کلکتہ اسلامک کالج کے شعبہ عربی اور فارسی کے لکچرار کے عہدہ پر آپ کا تقرری ہوا اور ایک سال بعد ۱۹۲۸ء میں کلکتہ پرسیڈنسی کالج میں تبادلہ ہوگیا۔اور ۱۹۳۰ء میں اس کالج کے شعبہ عربی و فارسی کے پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوکر بڑی محنت ولگن کے ساتھ مسلسل ۱۹۴۲ء تک اس میں عربی فارسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔اور ۱۹۴۲ء میں مشرقی بنگال ضلع راج شاہی ٹائٹل مدرسہ کے پرنسپل کے عہدہ پر راج شاہی چلے گئے اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں سینٹر سورس میں ترقی ہوکر ہوگلی ضلع کے انٹرمیڈیٹ کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر چلے گئے ۱۹۵۵ء تک اس کالج کی خدمت کرتے رہے اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں مدرسہ ڈھاکہ کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوکر مدرسہ عالیہ

ڈھاکہ چلے آئے۔ ۱۹۵۷ء میں مدت ملازمت ختم ہو جانے کے بعد ریٹائر ہو گئے۔ لیکن ریٹائر ہونے کے بعد بھی حکومت پاکستان نے اگست ۱۹۵۷ء سے آپ کو پانچ سال کے لیے صوبائی پبلک سروس کمیشن کا ممبر نامزد کر دیا جہاں ایسے ہی تجربہ کار ذی علم افسر کی ضرورت تھی۔

آپ کلکتہ رہنے کے زمانہ میں مسٹر ایچ ای اسٹیپلٹن کے ساتھ مل کر ایک قیمتی اور مفید آرٹیکل گیارہویں صدی کی کیمیاوی ایجادات لکھا تھا جس کو ایشیاٹک سوسائٹی نے شائع کیا ہے۔

اخلاق کے اعتبار سے آپ بے نظیر انسان تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند اسلامی شعار کا دل دادہ اور بہت ہی منکسر المزاج واقع ہوئے تھے آپ سے ملنے والا شخص کبھی ناخوش نہیں ہوتا تھا۔ آپ ہی کے دور پرنسپلی میں مدرسہ ڈھاکہ کے ریسرچ کی اشاعت کے لیے حکومت پاکستان نے پہلی بار گراں قدر عطیہ عنایت فرمایا تھا۔

آپ نے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کی نئی عمارت کے سلسلے میں بھی بڑی جدو جہد کی مگر حکومت پاکستان کی لگاتار تبدیلیوں کی وجہ سے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کی عمارت تعمیر نہ ہو سکی ریٹائر ہو جانے کے بعد ڈھاکہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔

وفات:- آپ کا انتقال ڈھاکہ میں ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں آپ کے پس ماندگان میں چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ [۲۴]

حافظ مولانا محمد عبد الحفیظ: (ولادت ۱۸۹۹)

آپ محلّہ مسلمان پاڑہ کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام حافظ شریف صاحب تھا آپ کی ولادت ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی آپ نے اپنے والد صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا دس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے محلّہ میں اپنے نانا عبد اللہ صاحب سابق مدرس مدرسہ محسینیہ ڈھاکہ اور مولانا ولایت حسین کلکتوی سابق مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سے حاصل کی۔ انھیں سے آپ نے علم صرف وعلم نحو اور فارسی کی کچھ متداول کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں سینیر سال

اول میں داخلہ لے کر تعلیم کے حصول میں مشغول ہو گئے اور عالم و فاضل کے امتحانات امتیازی نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کر کے ۱۹۲۴ء میں ٹائٹل کی جماعت میں داخلہ لیا اور حدیث کی کتابوں کی تکمیل کی۔ اور ۱۹۲۶ء میں ٹائٹل کی ڈگری حاصل کر لی۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۶ء میں میٹرک کا امتحان پرائیوٹ کنڈیڈیٹ کی حیثیت سے دیا اور اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

مدرسہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا اس لیے ۱۹۲۷ء میں آپ نے انٹر کلاس میں کلکتہ کے ایک کالج میں داخلہ لیا ۱۹۲۹ء میں انٹر پاس کرنے کے بعد ۱۹۳۱ء میں B.A کا امتحان دیا اور ۱۹۳۳ء میں فارسی میں M.A کی ڈگری حاصل کر لی۔

۱۹۳۳ء میں تحصیل علوم سے فراغت کے بعد ۱۹۳۴ء میں چاٹگام کے ایک کالج میں عربی لکچرار مقرر ہوئے ۱۹۳۵ء میں پرائیوٹ (عربیM.A) امتحان دیا امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد ۱۹۳۷ء میں کلکتہ پرسیڈنسی کالج کے عربی کے لکچرار کے عہدہ پر آپ کا تبادلہ ہو گیا اور ۱۹۳۹ء میں ڈھاکہ اسلامک انٹرمیڈیٹ کالج کے عربی پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہو کر آپ ڈھاکہ چلے گئے۔

آپ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے آپ کا قوت حافظہ بھی خدا کا انعام تھا طالب علمی کے زمانہ میں آپ کو مروجہ کھیلوں سے کافی دلچسپی تھی چناں چہ آپ فٹ بال کے ایک اچھے کھلاڑی مانے جاتے تھے۔ ادھر پڑھنے لکھنے میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہے عموماً ہر امتحان میں آپ نمبر اول ہوا کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کی بھی پابندی کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں ہر سال قرآن کریم سنایا کرتے تھے۔

انگریزی پر بھی آپ کو کافی عبور تھا۔ مگر یہ پتا لگانا مشکل ہوتا تھا کہ آپ نے انگریزی کی بھی تعلیم حاصل کی کیوں کہ نہایت سادگی سے آپ زندگی گزارتے تھے۔ آپ نیک سیرت، خاموش مزاج اور سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے جب ۱۹۴۷ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے منتقل ہو کر ڈھاکہ چلا گیا اور ڈھاکہ میں از سر نو مدرسہ کی تاسیس ہوئی۔ تو آپ ہی نے سب سے پہلے اس کی بنیاد ڈالی۔ اور سب سے پہلے پرنسپل کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا آپ نے پرنسپل شپ میں مدرسہ کی عمارت کو مکمل کروالیا مدرسہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے ڈھاکہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ وہیں آپ کا انتقال ہوا اور تدفین

بھی ڈھاکہ میں ہوئی ۔ ۲۵

شیخ الحدیث علامہ شمس الحق فرید پوری: (متوفی ۱۹۶۹ء)

آپ کا نام شمس الحق اور آپ کے والد محترم کا نام منشی عبد اللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا۔ آپ کے دادا ملک عرب سے ہندوستان دین کی دعوت اور اسلامی علوم کی اشاعت کی غرض سے آئے تھے۔ اور صوبہ بنگال کے مشہور ضلع فرید پور میں اقامت پذیر ہوکر علوم نبوی کی اشاعت میں لگ گئے۔ ۔ کی ولادت فرید پور میں ہوئی ۔ ۲۶

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ چلے آئے اور وہاں سے عالم، فاضل، اور ممتاز المحدثین کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اتر پردیش ضلع مظفر نگر قصبہ تھانا بھون حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں پہنچ کر تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کی تعلیم حاصل کی ۔ اس کے بعد وہاں سے ضلع سہارن پور چلے گئے اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں پھر از سر نو عربی اول میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ایشیا کے مشہور دینی درس گاہ دار العلوم دیو بند چلے گئے ۔ دیو بند میں باقاعدہ داخلہ لے کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی ۔ آپ کے مشہور شیوخ میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ اصغر حسین دیو بندی، اور مولانا اعجاز علی رحمہم اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔

تعلیم کے زمانہ ہی سے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لئے حکیم الامت علامہ اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا کرتے ۔

حکیم الامت کے علاوہ علامہ ظفر احمد عثمانی اور شیخ عبد الغنیؒ سے بھی تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا علم حاصل کیا اور ان ہی سے آپ نے خلافت حاصل کی تھی ۔

جملہ درس وتدریس سے فراغت کے بعد ۱۹۲۸ء میں اپنے وطن واپس لوٹ کر چلے گئے ۔ اور سب سے پہلے اپنے مرشد کے حکم سے ڈھاکہ برہمن باڑی مدرسہ میں مدرس ہو گئے ۔

آپ اور آپ کے دوست شیخ عبد الوہاب اور شیخ محمد اللہ فرید پوری کی محنت اور کوشش سے مدرسہ

ترقی کرنے لگا اور جلد ہی ان حضرات کی کوششوں سے مدرسہ دورہ حدیث کی کلاس تک پہونچ گیا۔

اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں آپ نے حسینیہ اشرف العلوم کے نام سے ایک مدرسہ ڈھاکہ میں قائم کیا۔ ۱۹۳۷ء میں اپنے گاؤں گوہرڈانگا ضلع فرید پور میں ایک بڑا مدرسہ دار العلوم خادم الاسلام کی بنیاد ڈالی ۱۹۵۰ء میں آپ کے خاص مرشد شیخ علامہ ظفر احمد عثمانی، شیخ محمد اللہ حافظی حضورؒ اور مفتی محمد خاں صاحب کے حکم سے ڈھاکہ لال باغ میں جامعۃ قرآنیہ عربیہ کے نام سے ایک بڑا مدرسہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ ڈھاکہ فرید آباد اور ضلع فرید پور میں امداد العلوم اور شمس العلوم کے نام سے دو مدرسے قائم کئے اس وقت ہزاروں کی تعداد میں طلبہ قرآن وحدیث کی درس لے رہے ہیں۔

آپ ایک متبحر عالم دین تھے آپ کو علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ میں کافی مہارت تھی آپ کی اتنی ساری مشغولیات کے باوجود آپ نے ملت اور اسلام کی اشاعت کے لیے سو کی تعداد میں مختلف فنون میں کتابیں لکھیں۔ جس میں پچاس سے زیادہ بنگلہ زبان میں ہیں۔ آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(۱) بہشتی زیور (ترجمہ بنگلہ)

(۲) قصد السبیل (ترجمہ بنگلہ)

(۳) حدیث اربعین (ترجمہ بنگلہ)

(۴) فرع الایمان (ترجمہ بنگلہ)

(۵) حلال روزی (ترجمہ بنگلہ)

(۶) فضیلت نماز

(۷) فضیلت علم

(۸) فضیلت ذکر

(۹) فضیلت تجارت

(۱۰) تعلیم الدین

(۱۱) اصلاح نفس (ترجمہ بنگلہ)

(۱۲) حیاۃ المسلمین (ترجمہ بنگلہ)

(۱۳) مناجات مقبول

(۱۴) حقانی تفسیر ۱۸ جزو

(۱۵) اصلاح الاخطاء

(۱۶) فضیلت صوم

(۱۷) معنی الصلوٰۃ

(۱۸) بیعت نامہ

(۱۹) توبہ نامہ وغیرہ

وفات:۔ اس کے علاوہ آپ تاحیات ضلع فرید پور دارالعلوم خادم الاسلام گوہرڈانگا میں جامع صحیح بخاری کی تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۶/ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ بمطابق فروری ۱۹۶۹ء میں مدرسہ دارالعلوم خادم الاسلام گوہرڈانگا میں آپ کا انتقال ہوا اور اسی مدرسہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ ۲۷

علامہ مفتی ابوجعفر صدیقیؒ: (۱۹۰۶ء۔۲۰۰۳ء)

آپ ضلع ہگلی گاؤں فرفرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا نام ابوجعفر اور صدیقی نسبت ہے آپ کی ولادت ۱۹۰۶ء میں فرفرہ گاؤں میں ہوئی تھی آپ کے والدین دونوں نیک سیرت اور دین دار تھے والد محترم اپنے دور کے مشہور علماء و بزرگ میں تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی نواکھالی کے مولانا حفیظ اللہ صاحب سے قرآن کریم پڑھا اور اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں فرفرہ کے مولانا شاہ منشی غنیمت اللہ، علامہ سید قناعت حسین فرفرہوی اور سید احمد علی نواکھالی سے حاصل کی۔ پانچ سال تک ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے بعد فرفرہ کے مشہور مدرسہ فاتحیہ میں داخلہ لیا۔ یہاں پر کئی سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اور پانچ سال تک درس نظامیہ (غیر سرکاری) مدرسہ میں نحو، صرف اور عربی و فارسی گرامر کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں صوبہ بنگال کے مشہور اسلامی سرکاری مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا۔

یہاں سے آپ نے عالم، فاضل اور ٹائٹل (فخر المحدثین) کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے خاص طور پر اصول فقہ اور شعبہ افتاء کی کچھ کتابیں پانچ سال تک خارجی طور پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس شمس العلماء شاہ شفیع اللہ صاحب سے پڑھی۔ ۲۸ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد محترم سے جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، سنن دارمی اور سنن دارقطنی وغیرہ حدیث کی کتابوں کی سندیں حاصل کی۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کے علاوہ غیر مسلمین تک دین کی دعوت پہونچانے کی ذمہ داری بھی آپ نے اپنے سر لے لی تھی اسلام پھیلانے اور مسلم سماج کی فلاح وکامیابی وترقی اور سنت نبوی ﷺ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وعظ ونصیحت اور دینی جلسے کا اہتمام آپ کا مشغلہ تھا مغربی بنگال ومشرقی بنگال اور آسام کے مختلف شہروں وگاؤں میں مذہبی جلسے وغیرہ کا انتظام کر کے دینی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ جس کے ذریعہ مسلم سماج سے بدعت، شرک اور گمراہی رسم ورواج کو دور کیا۔ مغربی بنگال ومشرقی بنگال اور صوبہ آسام کے مسلمانوں کے تعلیم کے لئے چھوٹے چھوٹے مکاتب کے علاوہ اعلیٰ تعلیم کے لیے ۴۵ سے بھی زیادہ اداروں کی بنیاد ڈالی۔

اس کے علاوہ بنگال اور صوبہ آسام میں آپ کی کوشش سے دینی تعلیم کے کئی مراکز قائم ہوئے آپ کی کوشش سے مغربی بنگال میں دو ایسے مدرسے بھی قائم ہوئے جس میں صرف یتیم طلبہ تعلیم پاتے تھے ایک قصبہ تیتولیہ میں مدرسہ ابوجعفریہ صدیقیہ خارجی مدرسہ۔ اور دوسرا پولیر ہاٹ ابوجعفریہ مدرسہ ان دونوں مدرسوں کی آپ ہی نگرانی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے گاؤں وشہروں میں قرآنیہ مدرسہ کے نام سے مختلف مراکز قائم کیے تھے۔ جس میں مسلم طلبہ کے لئے حفظ قرآن کا انتظام تھا۔ ان مدارس کے اخراجات کی ذمہ داری زیادہ تر آپ نے اپنے ذمہ رکھی تھی۔ تین مدارس کی مکمل اخراجات کی ذمہ داری آپ کے اوپر تھی (۱) ضلع ہگلی حفظ القرآن صدیقیہ مدرسہ (۲) ضلع ہگلی مخدومیہ صدیقیہ قرآنیہ حافظیہ مدرسہ (۳) ضلع ہگلی صدیقیہ لطیفیہ دار القرآن مدرسہ یہ تینوں مدارس آج بھی

موجود ہیں۔ان کے علاوہ صوبہ بنگال کے شہروں اور گاؤں میں متعدد مساجد قائم کی ہیں۔آپ صوبہ بنگال وآسام کے جمعیت علماء بنگال کے منتظم وصدر بھی تھے۔۲۹

آپ کی کوشش سے چند بڑے مدرسہ بھی قائم ہوئے ہیں۔ضلع ہگلی گاؤں پیرنگر میں ایک سینیر مدرسہ قائم ہوا۔ضلع ۲۴ پرگنہ موضع مالی پور میں ایک سینیر مدرسہ قائم ہوا ضلع بیر بھوم موضع مصطفیٰ ڈانگا میں ایک سینیر مدرسہ قائم ہوا قصبہ کھجورتلا میں ایک سینیر مدرسہ کا قیام ہوا۔ضلع ۲۴ پرگنہ گاؤں کردالیہ میں ایک ہائی مدرسہ قائم ہوا۔قصبہ فرید پور میں ایک ابوجعفریہ سینیر مدرسہ قائم ہوا ضلع کوسٹیہ قصبہ سینگرام پور میں ایک سینیر مدرسہ قائم ہوا۔ضلع دکھن ۲۴ پرگنہ میں موضع بھانگر میں ایک ہائی مدرسہ قائم ہوا۔۳۰

تصنیفات وتالیفات:

آپ اپنے مبارک عمر کی تمام تر مشاغل کے باوجود مختلف فنون اور مختلف زبانوں میں اسّی سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔

(۱) فتویٰ صدیقیہ دوجلدوں میں۔

(۲) تعلیم وطریقت۔

(۳) فرفرہ پیر صاحب کی حیات زندگی

(۴) نصیحۃ النبی ﷺ کی آٹھ سو حدیث کا ترجمہ (بنگلہ زبان میں)

(۵) تعلیم ووظیفہ

(۶) کامل ولی کی علامت

(۷) بیڑی سگریٹ منع اوراس کا فائدہ

(۸) اچھی بدعت

(۹) مناۃ المغیث

(۱۰) حیات ابوحنیفہ

(۱۱) گاؤں میں جمعہ کی جماعت

(۱۲) کون سی ٹوپی سنت ہے؟

(۱۳) وعظ ونصیحت وتبلیغ

(۱۴) مائیک سے ختم قرآن جائز ہے یانہیں؟

(۱۵) قبرکو پکی بنانا جائز ہے یانہیں؟

(۱۶) وعظ کی فضیلت وفائدہ

(۱۷) رد بدعت

(۱۸) باطنی علم فرض ہے

(۱۹) ایصال ثواب جائز ہے یانہیں؟

(۲۰) تعلیم ووظیفہ

(۲۱) نصیحت صدیقیہ

(۲۳) عورتوں کا پردہ

(۲۴) باطل فرقوں کے عقیدے

(۲۵) نماز کی تعلیم

(۲۶) علماء دیو بند کے عقیدۂ میلا دو قیام کے بارے میں

(۲۷) مناجات رسول اللہ ﷺ

(۲۸) تحقیق المسائل

(۲۹) نماز میں ضآلین یاظآلین وغیرہ

(۳۰) غلط مسائل کا حل

(۳۱) دنیا پیدا کی گئی ہے یانہیں؟

(۳۲) جعلی حدیث کی پہچان۔[۳۱]

وفات :۔ ۲۹ ر اکتوبر بروز منگل ۲۰۰۲ء میں آپ اپنے گاؤں فرفرہ میں اس دار فانی سے رحلت

فرما گئے اور آپ کی تدفین اپنے والد محترم کے قبر کے بغل میں ہوئی ہے۔آپ کی نماز جنازہ میں صوبہ بنگال وآسام اور بنگلہ دیش سے ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

آپ کے پس ماندگان میں تین بیٹے (عالم وفاضل) اور ایک بیٹی ہے جو ابھی حیات ہیں۔۳۲

مولانا نجم السعادت صدیقی: (۱۹۱۳ء۔۱۹۸۲ء)

آپ مغربی بنگال ضلع ہگلی کے گاؤں فرفرہ کے رہنے والے تھے۔آپ کی ولادت ۱۹۱۳ء میں گاؤں فرفرہ میں ہوئی تھی۔آپ بچپن ہی سے نیک اور صالح تھے آپ کے والدین نیک اور دین دار تھے اور والد ماجد عالمِ دین تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی اور آپ کے اساتذہ جو آپ کے گھر میں رہتے تھے ان سے آپ نے قرآن کریم، فارسی، اردو اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا اور باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا شروع کیا ہر کلاس میں آپ اول درجہ سے پاس ہوتے تھے۔عالم، فاضل اور ٹائٹل (ممتاز المحدثین) کی ڈگری مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ہی حاصل کی۔تعلیم کے زمانہ میں آپ کلکتہ نیو مارکیٹ کے ایک مسجد میں امام کی حیثیت سے رہتے تھے۔ آپ بچپن سے نیک سیرت اور والدین کی فرمانبردار تھے کھیل کود اور دیگر مشاغل سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ عبادت وریاضت کی طرف زیادہ متوجہ تھے۔۳۳

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد لوگوں کو علم ظاہری وباطنی سے فیض پہنچاتے رہے ویسٹ بنگال کے شہر وگاؤں میں دینی جلسے کر کے عوام تک قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات پہونچاتے تھے۔اور مسلم سماج کے اندر جو غیر شرعی رسوم ورواج جڑ پکڑ چکے تھے۔اس کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

۱۹۴۹ء میں فرفرہ میں ایک ہسپتال کے قیام کا فیصلہ کیا جس میں آپ نے خود دس بیگھا زمین ہسپتال کے لئے وقف کر دیا۔اس کے علاوہ بہت سے یتیموں، معذوروں اور نادار بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنے گھر میں اس کا انتظام بھی آپ نے کیا تھا۔

صوبہ بنگال کے دوسرے علاقوں میں دینی تعلیم کے لیے مکتب، مسجد اور مدرسہ کے قیام کا فیصلہ بھی

آپ نے کیا تھا فرفرہ میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جس کے آپ منتظم تھے۔ دور دور سے طلباء درس کے لیے آیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی یہ مدرسہ اسلامی علوم وفنون کی اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہے۔

وفات :- ۱۹۸۲ء میں آپ کا انتقال فرفرہ میں ہوا اور فرفرہ میں ہی مدفون ہیں۔ آپ کی اولاد میں چار بیٹے اور دو بیٹی ہیں آپ کے چاروں بیٹے عالم وفاضل ہیں۔[۳۴]

مولانا مولا بخش : (۱۹۳۲ء۔۲۰۰۳ء)

آپ صوبہ بنگال کے مشہور ضلع دکھن ۲۴ پرگنہ قصبہ ڈیمنڈ ہاربار موضع نیتڑا کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۹۳۲ء میں گاؤں نیتڑا میں ہوئی۔ آپ کے والدمحترم کا نام بابر علی تھا وہ بھی عالم وفاضل اور دیندار تھے۔ والدہ محترمہ بھی والدصاحب کی طرح دیندار اور نیک سیرت تھیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں والدمحترم سے حاصل کی۔ تاریخ اسلام، قرآن کریم، اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی گرامر کی کتابیں اپنے والدمحترم سے پڑھنے کے بعد ضلع ۲۴ پرگنہ دارالعلوم شفتگرام سینیر مدرسہ میں داخلہ لیا آپ نے اس مدرسہ میں فارسی میں بڑی مہارت حاصل کی۔ کئی سال تک اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے اساتذہ کے مشورہ سے اکڑا سینیر مدرسہ میں داخلہ لے کر مولانا عبدالحنان صاحب کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے اور اسی مدرسہ سے عالم کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور مدرسہ عالیہ ہی سے آپ نے تکمیل حدیث وتکمیل تفسیر کر کے ٹائٹل کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کے زمانہ طالب علمی میں ۱۹۴۹ء میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل تھے۔ اور صدر مدرس عبدالحلیم صاحب تھے۔

۱۹۵٦ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے تحصیل علوم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ۲۴ پرگنہ قصبہ ہٹوگنج مہاراجا نرندر کرشنو کالج میں مدرس ہو گئے۔ اور اس کالج میں درس وتدریس کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ کلکتہ آشوتوش ڈگری کالج سے پرائیویٹ انٹر اور (B.A آنرس) کا امتحان دیا۔ B.A فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور سرکاری گولڈ میڈل کے مستحق ٹھہرے ۱۹٦۷ء میں آپ کلکتہ یونیورسٹی سے

عربی (M.A) کی ڈگری حاصل کی۔

جب آپ نے کلکتہ یونیورسٹی سے (M.A) عربی کی ڈگری حاصل کرلیا تو کالج کی نوکری چھوڑ کر ضلع ۲۴ پرگنہ خیاڑ یہ سینیر مدرسہ کے حدیث کے مدرس کے عہدہ پر چلے گئے۔ اور اس مدرسہ میں چند سال تک حدیث کا درس دینے کے بعد کلکتہ بڑٹلہ سینیر مدرسہ میں آپ کا تبادلہ ہوگیا اور ریٹائر ہونے تک اسی مدرسہ میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے آپ کی علمی قابلیت اتنی پختہ تھی کہ پورے بنگال میں ضرب المثل تھے آپ کی علمی فیض سے استفادہ کرنے کے لیے بنگال کے گوشہ گوشہ سے علماء وفضلاء کرام تشریف لاتے تھے۔ مولانا عبدالجلیل صاحب جو آپ کے رفیق خاص آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ مولانا مولا بخش صاحب گویا ایک اسلامی لائبریری تھے ان کے پاس سوال کا جواب موجود تھا۔

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کی سماجی خدمات کا لامتناہی سلسلہ ہے مسلم معاشرہ کو راہ راست پر لانے کی غرض سے خود جگہ جگہ وعظ کی محفلوں کا انتظام کرتے تھے۔ کوئی ایسی رات نہیں گزرتی تھی کہ آپ نے لوگوں کے دلوں کو نہ جھجھوڑا ہو وعظ نہ کی ہو آپ ایک اچھے مقرر تھے صوبہ بنگال میں آپ کا نام واعظی مولا بخش سے مشہور تھا۔

۱۹۷۲ء میں ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے انسپکٹر کے عہدہ پر آپ کی تقرری ہوئی اس زمانہ میں آپ نے صوبہ بنگال میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے لیے سو کی تعداد میں مکتب، مسجد، اور مدرسہ قائم کیا۔ اور اپنے گاؤں میں ایک بڑا سرکاری سینیر مدرسہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ چند دیگر مدرسوں کے قیام میں آپ کا ہاتھ رہا۔

سرکاری مدرسہ سے چھٹی کے بعد دیگر اوقات میں صحیح بخاری کا درس دیا کرتے تھے اور خاص طور سے عشاء کی نماز کے بعد اپنے گھر میں درس حدیث کا اہتمام فرماتے تھے۔ کبھی کبھی حدیث کے درس میں اتنا انہماک پیدا کردیتے تھے کہ طلبا رات بھر آپ کا درس سنتے رہتے اور فجر کی نماز پڑھ کر ہی اپنے گھروں کو واپس جاتے۔ صوبہ بنگال میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد موجود ہیں۔

درس وتدریس کے علاوہ آپ عوام کی روحانی وجسمانی خدمت بھی انجام دیتے تھے کیوں کہ آپ

ایک اچھے حکیم وطبیب بھی تھے۔آپ نے اپنے گھر میں شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا جو آج بھی موجود ہے۔

آپ شیخ الاسلام و جمعیت العلماء ہند کے صدر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت تھے اور حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل تھا۔

آپ نے انگریزی، بنگلہ، اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں مگر غریبی کی وجہ سے ایک دو کے علاوہ کوئی کتاب شائع نہ ہوسکی۔

(۱) الشفاء کے نام سے آپ نے ایک کتاب لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

(۲) عربی گرامر پر ایک کتاب لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

وفات:- ۲۰۰۳ء میں اپنے گھر میں آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔آپ نے چار شادیاں کی تھیں آپ کی موجودگی میں تین بیوی کا انتقال ہو چکا تھا ایک بیوی اور چار بیٹی اور پانچ بیٹے آپ کے انتقال کے وقت آپ کے گھر میں موجود تھے۔[۳۵]

مولانا عبدالستار ابن محمد جان: (ولادت ۱۹۰۸ء)

آپ کی ولادت ۱۹۰۸ء میں ضلع پٹنہ (صوبہ بہار) کے ایک چھوٹے سے گاؤں سرائے میں ہوئی تھی۔ یہ گاؤں دانا پور شہر سے اتر پچھّم تین میل کی دوری پر واقع ہے۔اور آپ کی پرورش اور تربیت مغربی بنگال ضلع ۲۴ پرگنہ کے مقام گریفہ میں ہوئی کیوں کہ آپ کے والد بزرگوار طلب معاش کے سلسلے میں تقریباً مستقل طور پر گوریفہ میں مقیم ہو چکے تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم ۲۴ پرگنہ میں ہوئی اور جب آپ نے سکندر نامہ اور انشاء (فارسی) کا مطالعہ کر لیا تو میزان منشعب سے عربی کی ابتدا کی اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں آپ ضلع ہگلی مدرسہ محسنیہ کے جونیر سال سوم میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنا شروع کیا۔لیکن ہگلی مدرسہ کا نصاب تعلیم بدل گیا اور ایک نئی نصاب تعلیم نافذ ہوا۔ اس لیے آپ نے وہاں سے تعلیم چھوڑ دی۔ مالی حالت کی کمزوری کی وجہ سے کچھ دنوں تک بیکار رہنا پڑا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ذریعہ پیدا کر دیا جس کے سبب سے آپ

۱۹۲۰ء میں کلکتہ پہنچے ۔اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ امتحان دے کر سال جونیر ششم میں داخل لے لیا اور مچھوا بازار اسٹریٹ کلکتہ میں رہائش اختیار کی ۔وہاں سے تقریبا تین میل روزانہ پیدل چل کر مدرسہ آتے تھے اور واپس جاتے تھے ۔۱۹۲۲ء میں جب سینیر سال دوم میں تھے تو ترک موالات کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور سرکاری درس گاہوں کا بائیکاٹ کیا جانے لگا مدرسہ کے طلبہ نے بھی اس میں حصہ لیا اور آپ نے بھی مجبوراً ترک موالات میں حصہ لیا چنانچہ آپ کو بھی مدرسہ چھوڑنا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی تعلیم ختم ہوگئی ۔کچھ دنوں کے بعد جب تحریک ترک موالات کا خاتمہ ہوگیا۔تو ۱۹۲۳ء میں پھر آپ سینیر سال سوم میں داخلہ لیا عالم کا امتحان دے کر کامیاب ہوئے ۔اور تیسرے سال چہارم کے سالانہ امتحان میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہونے کے صلہ میں ماہوار چودہ روپیہ سرکاری وظیفہ کے مستحق ہوگئے ۔اس وظیفہ نے آپ کی تعلیمی مشکلات کے حل کرنے میں بڑی مدد کی کیوں کہ اس زمانہ میں چودہ روپیہ کی بڑی اہمیت تھی ۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے فاضل کا امتحان دیا اور اس امتحان میں آپ نمبر اول آئے اور تین سال کے لیے پندرہ روپیہ ماہوار سرکاری وظیفہ ٹائٹل کی جماعتوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ کو دیا گیا اور آپ کو دو گولڈ میڈل بھی ملے ۔جماعت ٹائٹل میں آپ نے داخلہ لے کر مزید تعلیم کی شروعات کی ۔ ۱۹۲۶ء میں آپ کے والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے کلکتہ یونیورسٹی سے میٹرک کا (پرائیویٹ) امتحان دیا ۱۹۲۸ء میں آپ نے فخر المحدثین کا امتحان دیا اور آپ کو طلائی میڈل انعام سے نوازا گیا۔

۱۹۲۸ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں اردو ٹیچر کی حیثیت سے استاذ مقرر ہوئے اور ۱۹۲۹ء میں سینٹرل مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کا کام اعزازی طور پر آپ کے سپرد کیا گیا۔لیکن چوں کہ آپ بالکل جونیر تھے اس لیے اسسٹنٹ رجسٹرار کا اعزازی عہدہ آپ کو نہیں دیا گیا۔ کیوں کہ اس کے لیے سینیر مدرس ہونا شرط تھا۔

۱۹۴۰ء میں آپ کو باضابطہ اسسٹنٹ رجسٹرار کا چارج دیا گیا۔ اس وقت تک یہ دفتر بالکل

غیر منظّم حالت میں تھا اس کو منظّم کرنے کے لئے آپ کو سخت محنت کرنے پڑی بیشتر اوقات دفتر کو منظّم کرنے میں صرف ہو جاتے تھے ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے ساتھ ساتھ آپ بھی ڈھاکہ چلے گئے اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۹۵۰ء میں کلکتہ اور نواحی کلکتہ میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور ہنگامہ برپا ہو گیا آپ کا مکان ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا۔ تمام کتابیں جلا دی گئیں اور سامان لوٹ لئے گئے آپ کے اہل وعیال چوں کہ پہلے ہی ڈھاکہ منتقل ہو گئے تھے اس لیے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ مگر زبردست مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ ۱۹۵۲ء میں پٹنہ بہار کی جائداد کو حکومت بہار نے غصب کر لیا۔ آپ مرضیِ مولا پر صبر وشکر کرتے رہے۔ اس کے بعد ڈھاکہ میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے تھے اور باقی مدت ملازمت مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں گزار دی۔ آپ نے علم حدیث اور علم تفسیر میں درک حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے پرنسپل مدرسہ عالیہ ڈھاکہ نے آپ کو مدرسہ کی تکمیل کی جماعتوں میں حدیث وتفسیر کا درس دینے کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔

آپ اپنی شدید مشغولیت کی وجہ سے زیادہ وقت تصنیف وتالیف پر نہیں لگا سکے کیوں کہ سرکاری ذمہ داری اتنی زیادہ تھی کہ تصنیف وتالیف کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اردو کی چند درسی کتابیں لکھیں۔

(۱) منتخبات اردو

(۲) بہار اردو

یہ کتابیں بنگال کے اکثر مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں اسسٹنٹ رجسٹرار کی اعزازی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو جانے کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تاریخ لکھنے کا فیصلہ کیا اور ۱۹۵۷ء میں لکھ کر مکمل کر لیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں قابل ذکر مولانا ماجد علی جون پوری۔ مولانا محمد یحیٰی سہسرامی، مولانا سید وصی الدین، مولانا محمد حسین سلہٹی، مولانا صفی اللہ سرحدی اور مولانا جمیل انصاری جیسے علماء وفضلاء تھے۔ [۳۶]

مولانا ارشاد علی جسری: (ولادت ۱۹۲۴ء)

آپ مشرقی بنگال کے مشہور ضلع جسر قصبہ منی رام پور گاؤں ثنیٰ کے رہنے والے ہیں آپ کی ولادت ۱۹۲۴ء میں ثنیٰ گاؤں میں ہوئی۔ آپ کے والدین دین دار اور نیک سیرت تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مکتب میں ہوئی اس کے بعد ضلع جسر کے مشہور مدرسہ لوڑی میں مختلف فنون کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے مغربی بنگال کے مشہور اسلامی سرکاری درس گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لیے رخت سفر باندھا مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ امتحان دے کر داخل ہو گئے اور مدرسہ عالیہ میں ۱۹۴۰ء۔۱۹۴۴ء تک رہ کر عالم، فاضل کی ڈگری حاصل کی۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ۱۹۴۴ء میں فراغت کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے۔ اور ایک مکتب میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا دوسال تک اس میں تعلیم دینے کے بعد آپ کے دل میں ایک بڑا مدرسہ قائم کرنے کا خیال ہوا چناں چہ ۱۹۴۶ء میں آپ نے ثنیٰ گاؤں میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ مگر جب آپ نے مدرسہ کے قیام کا فیصلہ فرمایا تو شر پسندوں نے آپ کی سخت مخالفت کی لیکن آپ نے استقلال اور صبر سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے آپ مدرسہ چلانے میں کامیاب ہوئے ۔علاقہ کے لوگوں نے بھی آپ کی سخت مخالفت کی چندہ دینا تو درکنار اپنے بچوں کو مدرسہ میں پڑھانے کے لئے بھی راضی نہ تھے اس کے برخلاف لوگ مولانا کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم مدرسہ میں اپنے بچوں کو پڑھا کر ان کا مستقبل خراب نہیں کرنا چاہتے ہیں مگر جب لوگوں نے دینی تعلیم کی اہمیت کو سمجھ لیا تو مجبوراً انہوں نے اپنے بچوں کو مدرسہ میں بھیجنا شروع کر دیا۔

اس کے بعد مدرسہ دھیرے دھیرے ترقی کرتا رہا اور مدرسہ کا تعلیمی معیار بھی بڑھتا رہا۔ ۱۹۶۰ء سے مدرسہ کا تعلیمی معیار ایک اعلیٰ بلند مقام پر پہونچ گیا۔ اور دور دراز سے طلبہ دینی علوم کو حاصل کرنے کے لئے مدرسہ میں آنے لگے۔ آپ نے اس مدرسہ کے ذریعہ سے آس پاس کے طلبہ کے علاوہ پورے بنگال کے طلبہ کی علمی پیاس بجھائی۔

اس کے علاوہ بہت سے گاؤں میں آپ نے مکتب مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی آپ کا اخلاق

کریمانہ ہے اس وجہ سے ہر شخص آپ کی عزت کرتا ہے۔

آپ کے چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں سب بیٹے عالم، فاضل ہیں تین بیٹے دارالعلوم دیوبند سے فاضل ہیں۔ آپ کی اس وقت عمر تقریباً اسّی سال کے قریب ہے۔ ۳۷

شیخ تزمل حسین خاں: (۱۹۰۸ء۔۱۹۷۹ء)

آپ مشرقی بنگال ضلع بریشال گاؤں ''ریبونیا'' کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں اس گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والدین بڑے دین دار اور بزرگ انسان تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے محلّہ کے ابتدائی مدرسہ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ''مدرسہ داؤدیہ'' میں علم قراءت اور تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں سے فراغت کے بعد مشرقی بنگال ضلع نواکھالی کے مدرسہ کرامیہ سے عالمیت کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد بنگال کے مشہور اسلامی درس گاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ۱۹۲۰ء میں فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۳ء میں ٹائٹل کلاس کے امتحان میں شریک ہوکر نہایت اعلیٰ نمبرات سے پاس ہوئے۔ پورے مدرسہ میں اول آئے، حکومت انگریز کی طرف سے آپکو گولڈ مڈل ملا۔

آپ کو فقہ، حدیث اور ادب پر مہارت تھی، آپ کا شمار بنگال میں مشہور علماء میں کیا جاتا ہے۔ آپ ایک جلیل القدر محدث کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں ہیں، ان میں آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں:

(۱) مترجم مرقات

(۲) خلاصۃ المیزان۔ (یہ دونوں کتاب مشرقی بنگال کے سرکاری مدرسہ کے عالم کلاسوں کے نصاب تعلیم میں داخل ہیں۔)

(۳) تعلیم الاردو اس کتاب میں آپ نے اردو قواعد کو بیان کیا ہے۔ اس کو دارالسنہ نے ۱۹۴۸ء میں شائع کیا ہے۔

(۴) مرأۃ الادب۔ یہ کتاب عربی ادب پر لکھا ہے۔

(۵) وشاح الادیب۔

وفات:- آپ کا انتقال ۱۹۷۹ء میں ضلع بریشال میں ہوا۔ اور وہیں مدفون ہیں۔ ۳۸؎

مولانا مفتی عبدالرزاق جلالی: (ولادت: ۱۹۶۰ء)

آپ مغربی بنگال ضلع ۲۴ پرگنہ گاؤں درگاپور کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں اس گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام صوفی عطاء الرحمٰن تھا۔ آپ کے والدین دونوں نیک اور بزرگ انسان تھے۔ جب آپ ماں کے پیٹ میں تھے اس وقت آپ کے والد محترم اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد موڑی گاچھی دار العلوم مدرسہ میں آپ نے فارسی اور عربی گرامر کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ صوبہ یوپی کے مشہور ضلع میرٹھ چلے آئے، میرٹھ کے مشہور مدرسہ اعزازیہ میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرتے رہے، وہاں کے مشہور علماء مولانا شوکت صاحب، مولانا اسلام صاحب بستوی اور دیگر اساتذہ سے فارسی کی اعلیٰ کتابیں اور عربی کی دیگر کتابیں پڑھیں اس مدرسہ میں آپ نے عربی پنجم تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ دہلی کے مشہور مدرسہ جامعہ اسلامیہ حسین بخش میں داخلہ لے کر بقیہ تعلیم مکمل کی۔ مدرسہ جامعہ اسلامیہ حسین بخش کے مشہور محدث شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن مرادآبادی سے آپ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد پڑھیں اور ۱۹۷۵ء میں فراغت حاصل کی۔

درس و تدریس:

۱۹۷۵ء میں فراغت کے بعد سب سے پہلے اپنے علاقہ موڑی گاچھی دار العلوم مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دینے لگے۔ اس کے بعد آپ کلکتہ مدرسہ ندائے اسلام میں چلے گئے اس میں آپ نے ایک سال تک خدمت کی۔ اس کے بعد وہاں سے ہوڑہ ضلع کے مشہور سینیر مدرسہ ابوجعفریہ صدیقیہ میں صدر مدرس کے عہدے پر چلے گئے۔ اس مدرسہ میں آپ نے دوسال تک خدمت انجام دی۔ آپ کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ فراغت کے بعد مدرسہ کی خدمت کے دوران آپ برابر مزید علم حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ ۱۹۷۶ء میں آپ کلکتہ اکڑا اسینئر مدرسہ سے عالم

کا سند حاصل کیا۔ ۱۹۷۸ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فاضل کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ کو مغربی بنگال کے سرکاری مدرسہ عین العلوم مروئی بیڑیا میں ۱۹۸۲ء میں ملازمت مل گئی۔ اس مدرسہ میں آپ دینیات کی تعلیم دیتے ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ٹائٹل ممتاز المحدثین اور ۱۹۸۶ء میں ممتاز الفقہاء کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۸۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی فکلٹی آف تھیالوجی سے (M.Th.) کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۹۲ء میں جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل کی ڈگری پرائیویٹ سے حاصل کی۔

دینی وسماجی خدمت:

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ دینی وسماجی خدمت بھی برابر انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ نے درگا پور میں مدرسہ مدینۃ العلوم کی بنیاد ڈالی اور خود ہی اس کے مہتمم ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں آپ نے مدرسہ ابوبکریہ اسلامیہ حفظ القرآن قائم کیا اور آپ ہی اس کے صدر ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں ۲۴ پرگنہ ضلع نرائن تلہ علاقے میں یونوسیہ مدرسہ قائم کیا اور اس مدرسہ میں ایک مسجد بھی بنوائی۔ ۱۹۹۷ء میں ضلع ۲۴ پرگنہ گاؤں ڈانڈ پتڑا میں ایک مسجد بنائی۔ ۱۹۹۰ء میں ۲۴ پرگنہ ضلع موضع نباسن میں ایک جامع مسجد اور ایک مکتب بھی قائم کیا۔

آپ اچھے اخلاق کے حامل ہیں۔ آپ عموماً غریب لڑکیوں کی شادی میں مدد کرتے رہتے ہیں۔ اور مدرسہ کی طلبہ کو بھی مالی مدد کرتے رہتے ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں آپ نے حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۹۵ء میں فاضل دیوبند اور مشہور عالم دین علامہ مفتی عبدالغفار صاحب مگراہاٹی سے بیعت ہیں۔

تصنیفات:

آپ نے چند کتابیں بھی لکھیں لیکن دو کتاب کے علاوہ آپ کی کوئی کتاب طبع نہیں ہوئی۔

(۱) غیبت کیا چیز ہے (بنگلہ زبان میں) طبع ہو چکی ہے۔

(۲) پریم کا ایک حصہ (یعنی حج، عمرہ وزیارت بنگلہ زبان میں طبع ہو چکی ہے۔)

(۳) تبلیغ جماعت میں کیوں جائیں اور کیا کیا فائدے ہیں۔ (بنگلہ زبان میں) غیر مطبوعہ

(۴) جن صحابہ کے کرامات سے دل ہلتا ہے۔ (ترجمہ بنگلہ زبان) غیر مطبوعہ

(۵) غزل بے نظیر۔ (بنگلہ زبان) غیر مطبوعہ

(٦) سجدۂ سہو۔ (بنگلہ زبان) غیر مطبوعہ

(۷) ممتاز درود وسلام علی حبیب خیر الانام۔ (بنگلہ زبان) غیر مطبوعہ

آپ ابھی باحیات ہیں، مگر اس وقت شدید بیماری کی حالت میں مبتلا ہیں۔ [۲۹]

حواشی

۱۔ محمد ابوایوب قادری، تذکرہ علماء ہند،ص ۲۹۶ ۔ ۲۹۷ مطبوعہ ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۱ء ،نزہۃ الخواطرج ۷/ص ۲۵۸ طبع اول،۱۹۷۰ء طبع ثانی ۱۹۸۱ء مطبع مجلس دائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد تاریخ مدرسہ عالیہ ج۲/ص۱۶۶۔۱۶۷

۲۔ تاریخ ڈھاکہ (ترجمہ بنگلہ)،ص۱۷۸طبع ڈھاکہ ۱۹۸۵ء

۳۔ بنگلہ دیش کے وہ علماء جنہوں نے عربی لغت میں مہارت حاصل کی۔۴۰۔۴۷(بنگلہ زبان میں)

۴۔ الدکتور محمد ہارون الرشید۔ مساہمۃ بنغلا دیش تطورالللغۃ العربیۃ وآدابہا ص۱۷۰۔۱۷۱جامعہ علی کرھ اسلامیہ علی کرھ ۲۰۰۲ء

۵۔ ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن،ص۲۸۹۔۲۹۹

۶۔ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۲/ص۲۱۵

۷۔ عزیزالحق، کلجوئی پروش مولانا اکرم خاں،ص۸طبع اول علیم الدین اسٹریٹ کلکتہ، جون ۲۰۰۲ء

۸۔ کلجوئی پروش مولانا اکرم خاں،ص۱۲۔۱۳

۹۔ حوالہ بالاص،۱۴۔۱۶

۱۰۔ حوالہ بالا،ص۱۸

۱۱۔ حوالہ بالا،ص۲۴

۱۲۔ بنگیر پنچم رتنو،ص۲، درباراولیاءداستان فرفرہ شریف۔ص۲۱۔۲۲،محمد عبدالمجید، الحاج حضرت علامہ روح الامین کے بالتفصیل حیات زندگی،ص۱۔۲۰،طبع بشیر ہاٹ مولانا باغ عبنور پریس،طبع ۱۴۰۷ھ

۱۳۔ بنگیر پنچم رتنو،ص۳۔۶

۱۴۔ درباراولیاءداستان فرفرہ شریف،ص۲۶۔۲۸بنگیر پنچم رتنو،ص۶۔۹

۱۵۔ سورہ انفعال آیت ۶۵ /رکوع ۵(اس آیت میں مولانا نے لازمی معنیٰ مرادلیا ہے)

۱۶ بنگیر پنچم رتنو، ص۱۴۔۱۵

۱۷ شیخ محمد یعقوب صاحب و محمد خوشید انوار۔ دربار اولیاء داستان فرفرہ شریف، ص۳۸ طبع کلوٹلہ کلکتہ ۲۰۰۲ء،
رفیق الحسن، فرفرہ شریف کے پانچ پیر، ص۱۳، طبع مسلم لائبریری کلوٹلہ اسٹریٹ کلکتہ، ۱۹۹۷ء

۱۸ دربار اولیاء داہشان فرفرہ شریفہ ص۴۵

۱۹ حوالہ بالا، ص۶۲

۲۰ نفس مصدر ص۔۳۶۔۴۰

۲۱ نفس مصدر، ص۴۸

۲۲ نفس مصدر، ص۶۹۔۷۳، دربار اولیاء داستان فرفرہ شریف، ص۱۱۳۔۱۱۴

۲۳ دربار اولیاء داستان فرفرہ شریف، ص۱۱۴۔

۲۴ تاریخ مدرسہ عالیہ ج۲/ص۱۶۲۔۱۶۳

۲۵ حوالہ بالا ج۲/۱۶۳۔۱۶۴

۲۶ مجلّہ ضوء القافلہ، ص۵۴، ناشر جامع قرآنیہ عربیہ لال باغ ڈھاکہ ۱۹۹۸ء

۲۷ مجلّہ ضوء القافلہ، ص۵۲۔۶۹، جمہور المحدثین فی البنجالادیش، ص۱۲۶۔۱۲۷، اصول حدیث اور اس کی
تاریخ، ص۲۸۳۔۲۸۴

۲۸ دربار اولیاء داستان فرفرہ شریف، ص۱۲۰۔۱۲۱۔ فرفرہ شریف کے پانچ پیر، ص۸۰۔۸۳، سید بہاء الدین
حضرت مجلّا حضور پیر قبلہ کی جیبون پنچی، ص۵۔۷ طبع اول ابو جعفر لائبریری جنوری، ۲۰۰۳ء

۲۹ حضرت مجلّا حضور پیر قبلہ کی جیبون پنچی، ص۶۔۱۲

۳۰ فرفرہ شریف کے پانچ پیر، ص۹۱

۳۱ حوالہ بالا، ص۹۲۔۹۳

۳۲ حضرت مجلّا حضور پیر قبلہ کی جیبون پنچی، ص۱۴

۳۳ فرفرہ شریف کے پانچ پیر، ص۱۳۱۔۱۳۵

۳۴؎ حوالہ بالا ،ص۱۴۴۔۱۶۲۔

۳۵؎ ماشیک رنیشا اخبار،ص۲،طبع (پروکاش کال) جولائی ۲۰۰۳ء (بنگلہ زبان)

۳۶؎ تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۲/ص۲۲۲۔۲۲۴،

۳۷؎ حافظ مولانا ابوطیب تاریخ ثنی مدرسہ (بنگلہ زبان) ص۱۵۔۲۰، طبع مینی رام پور، ۲۰۰۵ء

۳۸؎ الدكتو محمدهارون الرشيد۔ مساهمة البنجلاديش فى تطور اللغة العربية وآدابها ،ص

۱۹۱۔ ۱۹۲ جامعه على كره الاسلاميه على كره ۲سنہ ۲۰۰ع

۳۹؎ مولانا مفتی عبدالرزاق جلالی، حج ،عمرہ وزیارت ،ص۱۔۵،طبع ڈیمنڈ ہار بار پریس ۲۰۰۵ء

باب ششم

باب ششم

مدرسہ عالیہ کلکتہ کی موجودہ حالت

قیام پاکستان اور تقسیم بنگال

۱۹۴۷ء میں ملک کو آزادی ملی، لیکن ملک کی آزادی کے ساتھ قیام پاکستان کی تحریک بھی، کامیاب ہوگئی اور ۱۴/اگست سے ایک الگ ملک پاکستان کے نام سے وجود میں آ گیا۔ تقسیم ملک کے ساتھ بالکل غیر متوقع طور پر صوبۂ بنگال کو بھی تقسیم کر دیا گیا جو مغربی بنگال اور مشرقی بنگال کے نام سے موسوم ہوئے مغربی بنگال ہندوستان کا ایک مستقل صوبہ قرار پایا اور مشرقی بنگال پاکستان کے حصہ میں آیا، لیکن ۱۹۷۱ء میں مشرقی بنگال پاکستان سے الگ ہوکر ایک مستقل ملک کی حیثیت سے متعارف ہوگیا۔ صوبہ کی تقسیم کے ساتھ ساتھ تعلیمی ادارے بھی تقسیم ہوگئے۔ چنانچہ تعلیمی دفاتر کی تقسیم کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے سامنے مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تقسیم کا مسئلہ بھی تھا۔ کمیٹی کے فیصلے سے یہ طے پایا کہ مدرسہ عالیہ کا عربی شعبہ مشرقی بنگال ڈھاکہ میں منتقل کر دیا جائے اور مدرسہ کے اینگلو پرشین شعبہ کو اپنے حال پر باقی رکھا جائے۔ چنانچہ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق مدرسہ عالیہ کا عربی شعبہ اور اس کے اکثر اساتذہ مع کتب و مدرسہ و ہاسٹل کے ساز و سامان (الماری، کرسی وغیرہ) کے ڈھاکہ چلے گئے اور مدرسہ عالیہ کی قدیم تاریخی عمارت یونہی اپنی جگہ کھڑی رہ گئی۔

۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ از سرنو جاری

تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی۔ مولانا ابوالکلام آزاد سینٹرل گورنمنٹ کے سب سے پہلے وزیر تعلیمات مقرر ہوئے تو مغربی بنگال کے چند تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ہندوستان کے اس قدیم اسلامی درسگاہ (مدرسہ عالیہ کلکتہ) کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد سے درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے جمعیۃ علمائے ہند کے صدر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، جمعیۃ علماء بنگال کے صدر مولانا احمد علی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مولانا محمد زماں حسینی اور

ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کے مشورہ کے بعد صوبہ بنگال کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر پی سی گھوش سے درخواست کی کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کو دوبارہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ وزیر اعلیٰ نے اس سلسلے میں کافی غور وخوض کیا لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے کہ کچھ دنوں کے بعد جب ڈاکٹر بیدھان چندر رائی بنگال کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے تو انھوں نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کو دوبارہ از سر نو جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ مدرسہ کا اینگلو پرشین شعبہ تو پہلے ہی سے دوبارہ جاری ہو چکا تھا۔ شعبہ عربی بھی اپریل ۱۹۴۹ء کی ابتدا میں باقاعدہ جاری کر دیا گیا۔ مدرسہ عالیہ کے افتتاح کے کچھ دنوں کے بعد مدرسہ کے لیے گورننگ باڈی بنادی گئی اور چند ماہ کے بعد ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی تشکیل عمل میں آ گئی اور ساتھ ہی ساتھ بورڈ کی ایک کمیٹی بھی بنادی گئی۔ تقسیم سے قبل شعبۂ عربی میں مشرقی بنگال کے طلباء کی تعداد کم وبیش ۷۵ فیصدی ہوتی تھی۔ لیکن تقسیم کے بعد مغربی بنگال کے طلبہ کی تعداد زیادہ اور چند صوبہ بہار اور یوپی کے طلباء ہوتی تھی۔ آزادی کے بعد حکومت بنگال نے بھی مدرسہ عالیہ کلکتہ اور صوبہ کے دیگر مدارس کے نصاب تعلیم اور دوسرے امور کی تحقیقات کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف کمیٹیوں کی تقرری کی۔ ۱۹۴۹ء میں جب مدرسہ از سر نو جاری ہوا تو مدرسہ کے دونوں شعبہ (جونیر اور سینیر) میں آزادی سے پہلے کا نصاب تعلیم تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن ۱۹۵۲ء میں مدرسہ کمیٹی نے ایک نیا نصاب تعلیم مرتب کیا جس کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن گورنمنٹ نے اس کو نافذ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا آزادی سے پہلے بنگال میں مدرسہ کے لیے دو بورڈ تھے ایک بورڈ جس کا تعلق ڈھاکہ سے تھا جونئ اسکیم کے مدارس کا امتحان لیتا تھا جو ہائی مدرسہ اکزامیشن کہلاتا تھا اور دوسرا بورڈ جس کا دفتر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تھا جو قدیم مدرسوں کے عالم، فاضل اور ٹائٹل کلاسوں کے امتحانات لیتا تھا۔ لیکن اب ایک ہی بورڈ کے ماتحت دونوں قسم کے مدارس کے امتحانات ہونے لگے۔ ۱۹۷۹ء میں مصطفیٰ بن قاسم کمیٹی نے ایک نیا نصاب تعلیم مرتب کیا جس کو گورنمنٹ نے ۱۹۸۱ء میں نافذ کرنے کا حکم صادر کیا، چنانچہ یہی نصاب تعلیم آج تک جاری ہے۔ ۱۹۸۳ء سے پہلے مدرسہ عالیہ میں جونیر/ اور سینیر دونوں شعبوں کی تعلیم ہوتی تھی لیکن ۱۹۸۳ء کے بعد سے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں فاضل، کامل اور ٹائٹل درجوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور مدرسہ میں جگہ کی کمی کی

وجہ سے پورا جونیر شعبہ اور سینئر شعبہ کی عالم کلاس کو مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ہٹا دیا گیا۔ ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا آفس حسب سابق مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں تھا لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے بعد میں وہاں سے پرنسپل صاحب کے کوارٹر میں منتقل کر دیا گیا تھا اس کے بعد جب ۱۹۹۲ء میں بورڈ کی اپنی عمارت تیار ہو گئی تو دفتر کا کام اس نئی عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ اس وقت بھی اسی پرانی تاریخی عمارت میں موجود ہے جو دو منزلہ ہے۔ اس وقت بھی مدرسہ میں (اینگلو پرشین ڈپارٹمنٹ قائم ہے جو پوری طرح مغربی بنگال کے بورڈ آف ہائی سکنڈری ایجوکیشن اور بورڈ آف ہائیر سیکنڈری ایجوکیشن کے ماتحت ہے اس شعبہ کی تعلیم مدرسے کی پہلی منزل میں ہوتی ہے۔ یہاں ہائی اسکول اور ہائر سیکنڈری درجات کی تعلیم ہوتی ہے۔ دوسرا شعبہ عربی اور اسلامی علوم کے لیے مخصوص ہے جو حکومت مغربی بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ماتحت کام کرتا ہے اس شعبہ کی تعلیم دوسری منزل میں ہوتی ہے۔ یہاں پر فاضل، کامل اور ٹائٹل کلاسوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ میں آمدورفت کے لئے ایک ہی صدر دروازہ جو دونوں شعبوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گیٹ کے سامنے ایک خالی میدان ہے جو طلبا کے لئے کھیل وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مدرسہ کی بائیں جانب مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال ہے جس میں اساتذہ یا طلباء مختلف پروگرام کرتے ہیں۔ مدرسہ کی دوسری جانب ایک چھوٹا سا ہسپتال ہے۔ جو طلبہ کے علاج و معالجہ کا کام کرتا ہے۔ یہ بالکل مدرسہ کے حدود میں مدرسہ کے متصل ہے۔ مدرسہ چاروں جانب سے دیوار سے گھرا ہوا ہے۔ مدرسہ کے سامنے دائیں بائیں جانب روڈ ہے اور پیچھے کی جانب ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ مدرسہ کے بالکل سامنے روڈ کے بعد ایک جانب مدرسہ کے طلبہ کے رہنے کا ہاسٹل اور ایک مسجد ہے اور ایک جانب ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا آفس ہے۔

اس وقت مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عربی شعبہ میں جو حضرات خدمت انجام دے رہے ہیں ان میں سے مشہور حضرات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد آفیس انچارج مدرسہ عالیہ کلکتہ

آپ کی ولادت ۱۹۵۵ء میں کلکتہ میں ہوئی۔ آپ نے کلکتہ یونیورسٹی کے پرشین ڈپارٹمنٹ سے B.A آنرس کی ڈگری حاصل کی اور اسی فیکلٹی سے M.A کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۱ء میں آپ مولانا آزاد کالج کلکتہ کے فارسی ڈپارٹمنٹ کے لکچرر مقرر ہوئے۔ ۱۹۹۵ء میں آپ نے کلکتہ یونیورسٹی کے پرشین ڈپارٹمنٹ سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔

اس وقت آپ مولانا آزاد کالج کلکتہ کے فارسی ڈپارٹمنٹ کے ریڈر اور عارضی طور پر فیکلٹی کے ڈین کے عہدے پر رہ کر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کلکتہ یونیورسٹی کے عربی و فارسی ڈپارٹمنٹ کے ایک اعزازی لکچرر بھی ہیں۔ آپ کو انتظامی صلاحیت کا بھی اچھا تجربہ ہے، ۳۰ دسمبر ۲۰۰۳ء کو جب کلکتہ مدرسہ عالیہ کالج کے آفس انچارج محمد منیر الزماں صاحب ریٹائر ہو گئے تو یکم جنوری ۲۰۰۴ء سے آپ کو کلکتہ مدرسہ عالیہ کالج کا آفس انچارج مقرر کیا گیا۔

۱۹۹۰ء سے آپ یو جی سی کوچنگ سینٹر تعلیمی بورڈ کے Co-ordinatar ہیں۔ ۲۰۰۴ء سے آپ کلکتہ مولانا آزاد کالج کے گورنمنٹ اولڈ بیکر ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اس کے علاوہ آل انڈیا پرشین ٹیچرس، ایمبسی ایران ریپبلک سوسائٹی، کلکتہ پرشین سوسائٹی، نیو دہلی پرشین سوسائٹی، انڈین کانگریس سوسائٹی اور انڈین یونیورسٹیز کے مختلف سیمپوزیم اور سیمناروں میں اعزازی مہمان کی حیثیت سے شرکت کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کلکتہ سچھا ابھیان کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، کلکتہ ایران سوسائٹی، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر ہیں اور کلکتہ نواب عبد اللطیف میموریل ٹرسٹ کے چیرمین اور کلکتہ مسلم انسٹی ٹیوٹ کے خزانچی بھی ہیں۔

آپ نے چند کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(۱) واقعات اکبر

(۲) تجلیات اشہر

(۳) شاہ نوری

(۴) مشاعرہ ایک تہذیبی درسیہ

(۵) صوفیائے ہندی کا اہل وطن سے وابستگی۔

قاضی مولانا محمد ذبیح الرحمٰن ولادت ۱۹۴۷ء:

آپ مغربی بنگال ۲۴ پرگنہ ضلع کے رہنے والے ہیں۔ ۱؍۴؍۱۹۴۷ء میں آپ کی ولادت ہوئی آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ۱۹۵۹ء میں عالم پاس کیا۔ ۱۹۶۱ء میں فاضل کی سند حاصل کی اور ۱۹۶۳ء میں ٹائٹل ممتاز المحدثین کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۷۳ء میں آپ نے کولکتہ یونیورسٹی سے عربی میں M.A کی ڈگری حاصل کی۔

۱۹۷۳ء میں علوم کلیہ سے فراغت کے بعد اپنے علاقے کے مدرسہ میں درس کا کام شروع کیا ۱۹۷۵ء میں آپ مدرسہ عالیہ کولکتہ کے فاضل کلاس کی فن بلاغت کے استاد مقرر ہوئے۔ آپ کو علم الادب میں کافی مہارت حاصل ہے اس وقت آپ مدرسہ عالیہ کولکتہ میں سینئر استاد کی حیثیت سے مختلف علوم وفنون (فقہ، حدیث، تفسیر اور بلاغت) کا درس دے رہے ہیں۔ آپ ایک لمبے عرصہ سے مدرسہ عالیہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا اخلاق کریمانہ ہے۔ ہر طالب علم آپ سے خوش رہتا ہے۔

حافظ مولانا شیخ عین الباری ولادت ۱۹۴۵ء:

آپ کلکتہ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ عین الدین اور دادا کا نام شیخ منیر الدین ہے۔ آپ کے والد محترم بنگال کے ایک محقق اور مشہور عالم وبزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر کے پاس دھوپا پاڑہ پرائمری اسکول سے پانچویں کلاس تک پڑھی۔ اس کے بعد آپ کی ماں کی خواہش کے مطابق اور اپنے استاد گل محمد کے مشورہ سے اکڑا سینیر مدرسہ میں داخلہ لے کر اول، دوم اور سوم کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے استاد مولانا عطاء اللہ بیر بھومی کے مشورہ سے اسی مدرسہ سے قرآن کریم حفظ کیا۔ ایک سال میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد اسی مدرسہ کے جونیر ششم کلاس میں داخلہ لے کر عربی کی تعلیم حاصل

کرتے رہے۔ ۱۹۶۰ء میں وہاں سے کلکتہ میٹیا برج بٹتلا عین العلوم مدرسہ میں چلے گئے یہاں پر ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۲۸ / جولائی ۱۹۶۱ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ عالم کلاس کے سالِ اول میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۳ء میں مدرسہ عالیہ سے عالم پاس کیا۔ اور ۱۹۶۵ء میں فاضل پاس کیا آپ کی یہ خصوصیت رہی کہ ابتدائی کلاس سے M.A تک آپ ہر کلاس میں اول درجہ سے کامیابی حاصل کی۔ فاضل میں تو آپ نے سات پرچہ میں امتیازی نمبرات حاصل کیے۔ ۱۹۶۷ء میں ٹائٹل کی ڈگری حاصل کی پورے بورڈ میں آپ اول پوزیشن سے کامیاب ہوئے۔ ۱۹۷۲ء سے آپ اہل حدیث ماہنامہ کے صدر کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۵ء تک آپ مغربی بنگال جمعیت اہل حدیث کے جنرل سکریٹری رہے، ۱۹۹۵ء سے مغربی بنگال اہل حدیث کے چیرمین کے عہدے پر رہ کر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء سے آپ جامعہ سلفیہ بنارس کے انتظامی کمیٹی کے ممبر ہیں۔ ۱۹۸۲ء سے آپ ممبئی کے اداراہ اصلاح المساجد کے ممبر ہیں۔ ۱۹۸۵ء سے آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طلبہ کے اصلاح منتظمین کے سکریٹری ہیں۔ ۱۹۸۶ء سے مغربی بنگال رحمانی ایجوکیشن بورڈ کے چیرمین ہیں۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک آپ ہندوستان جمعیت اہل حدیث کے نائب صدر رہے۔ ۱۹۹۱ء سے آپ مغربی بنگال اسلامی تعلیمی بورڈ کے نائب صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۹۵ء میں آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی فکلٹی آف عربک سے M.A کی ڈگری حاصل کی۔ اگست ۲۰۰۰ء میں لغون اور بارمیگ ہام شہر کی عام اسلامی کانفرنس میں آپ نے شرکت کی۔ اس وقت آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ایک سینئر استاد کی حیثیت سے حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔

۱۔ آپ نے چند سورہ کی تفسیر کی ہے تفسیر عینی عم پارہ، تفسیر سورہ فاتحہ، تفسیر سورہ یٰسین، تفسیر سورہ رحمٰن، تفسیر سورہ ملک، تفسیر سورہ ق اور تفسیر سورہ واقعہ۔

۲۔ صلوٰۃ مصطفٰے

۳۔ صیام رمضان

۴- عیدالاضحیٰ وقربانی

۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول

۶- نبی ورسول

۷- عقیقہ اور نام رکھنا

۸- امام، مسلک وعقیدہ

۹- صرف وحی کو ماننا ہوگا

۱۰- مختصر حج وعمرہ

۱۱- میلادالنبی ومختلف طریقہ

۱۲- قادیانی کہانی

۱۳- ۴۰۰ھ سے ۵۰۰ھ تک کے محدثین واصول حدیث۔

۱۴- شریعت کے علاوہ چند رواج۔

۱۵- دین اسلام کی تبلیغ

۱۶- اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

۱۷- معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ

مولانا عبدالمنان صاحب ولادت ۱۹۴۴ء:

آپ مغربی بنگال ضلع بیربھوم گاؤں بھراسی کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے والد کا نام مقیم الدین ہے۔ ۱۶/۳/۱۹۴۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مدرسہ نعمانیہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد گوریسہ سینیر مدرسہ میں داخلہ لے کر عالم تک تعلیم حاصل کی۔ پھر وہاں سے آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں فاضل کلاس میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے فاضل کی سند حاصل کیا۔ ۱۹۶۴ء میں ٹائٹل (ممتازالمحدثین) کی ڈگری حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ہوڑہ الوبڑیا حاجی اسحاق دارالعلوم صدیقیہ سینیر

مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دینا شروع کیا۔ اوراس مدرسہ میں ۱۹۶۶ء تک خدمت انجام دیتے رہے اس کے بعد سینیر مدرسہ فرفرہ ضلع ہگلی چلے گئے ۔ اس میں آپ نے ۱۹۷۱ء تک درست وتدریس کا کام کیا۔ ۱۹۷۱ء میں آپ نے کلکتہ یونیورسٹی سے عربی M.A کی ڈگری حاصل کی اوراسی سال آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے استاد مقرر ہوئے ۔ اس کے بعد سے آپ مدرسہ عالیہ میں مختلف علوم وفنون کی خدمت انجام دے رہے ہیں ۔ اسی دوران آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی فکلٹی آف سنی دینیات سے (M.th) کی ڈگری حاصل کی ۔ ۲۰۰۴ء میں آپ مدرسہ عالیہ سے ریٹائر ہوگئے ۔ لیکن اب بھی آپ مدرسہ عالیہ میں پارٹ ٹائم کے حیثیت سے مختلف علوم وفنون کی خدمت انجام دے رہے ہیں ۔

قاضی مولانا منظور عالم قاسمی :

آپ مغربی بنگال ضلع ہوگلی گاؤں دھرم پور کے رہنے والے ہیں ۔ والد محترم کا نام عبدالسبحان ہے ۔ آپ کی پیدائش ۱۲۔۱۔۱۹۵۲ء میں دھرم پور گاؤں میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم ہوگلی میں حاصل کی ۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد ہندوستان کے مشہور اسلامی ودینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اوراس مادر علمی میں کئی سال تک تعلیم حاصل کرنے بعد ۱۹۷۰ء میں اول پوزیشن سے فضیلت کی ڈگری حاصل کی ۔ اس کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے ۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے ویسٹ بنگال آف مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے اول پوزیشن میں فاضل کی ڈگری حاصل کی اورسرکار کی طرف سے گولڈ میڈل کی مستحق ٹھہرے ۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۷۳ء میں ضلع دکھن ۲۴ پرگنہ کشیلی برکتیہ سینئر فاضل مدرسہ میں محدث کے حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا اس مدرسہ میں آپ نے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۲ء تک احادیث کی خدمت انجام دی ۔ اسی دوران آپ نے ویسٹ بنگال آف مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے پرائیویٹ ٹائٹل (ممتاز المحدثین) کی ڈگری حاصل کی ۔ اور پورے بورڈ میں اول پوزیشن میں کامیاب ہوکر سرکار کی طرف سے گولڈ میڈل کے مستحق بنے ۔ ۱۹۸۲ء میں آپ کا تقرر مغربی بنگال کے مشہور اسلامی ودینی درسگاہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں محدث کی حیثیت سے ہوا ۔ آپ کو علم حدیث میں کافی مہارت حاصل ہے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو لکھنے پڑھنے کا بھی شوق

ہے۔آپ کے مضامین مختلف رسائل جیسے (۱) بنگالی ہفتہ وار ماہ نامہ (۲) انسانیت تعلیم (۳) ندائے اسلام (۴) ''الرائد'' (۵) ادارہ دعوۃ الحق (۶) دارالعلوم دیوبند (۷) مدرسہ عالیہ کلکتہ کی ماہ نامہ یا میگزین میں شائع ہوتے ہیں۔اس وقت آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے عربی شعبہ کے ایک سینئر محدث کی حیثیت سے خدمت انجام دیے رہے ہیں آپ ایک اچھے مقرر اور واعظ بھی ہیں بنگال کے اکثر وعظ محفل میں آپ کو دعوت دی جاتی ہے۔

مغربی بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ماتحت جو مدارس ہیں اس میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں تھا اس لئے حکومت مغربی بنگال نے لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے غور وفکر کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ۲۰۰۴ء میں گورنر نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کالج میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دو کلاس (کامل اور ٹائٹل) کا کھولنے کا فیصلہ کیا اور مندرجہ ذیل حکم نامہ جاری فرمایا:

Government of Wwst Bengal

95Highd Education Department

Appointmet Branch

Bikash Bhavan, Salt Lake, Kolkata - 700 091

O.879-Edn (A)   Dated, Kolkata, The 10th September,2004

10.1.100/04

NOTIFICATION

Government is Considering for some time to introduce Mumtazul Muhaddethin - 2 Year Course and Kamil - 2 Years Course for Girls Students in the Calcutta Madrasah College,Kolkata for development of female education.

New, the Governor is Pleased to accord sanction to the

introduction of higher Madrasah education for girls students in the Calcutta Madrasah College , 21, Hazi Md. Mohsin Square, Kolkata-700016 with in take capacity of 60 (sixty) girls Students is each class - Mumtazul Muhaddethin -2 Years Course and Kamil - 2 Years Course from the current academic session i.e. 2004 - 2005 Duration of the classes will be from 7.30.A.M. to 11. 00 A.M. daily (except holidays and Sundays)

By order of the Govermor

Sd/- K.K. Chakraborty

Deputy Secretary to the Government of West Bengal.

No. 879/1(9) - Edn (A) Dated, Kolkata, The 10 th September,2004

حکومت محسوس کرتی ہے کہ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ کلکتہ کالج (مدرسہ عالیہ کلکتہ) میں ممتاز المحد ثین اور کامل کا دوسالہ کورس شروع کر دیا جائے اس لیے گورنر صاحب نے اجازت دیدی ہے کہ مدرسہ کا کالج کلکتہ ۲۱ ر حاجی محمد محسن اسکوائر ۷۰۰۰۱۶ (جس میں ۶۰ طالبات کے بیٹھنے کی جگہ ہے) میں روزانہ ۳۰۔۷ سے ۰۰۔۱۱ بجے تک لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

بحکم گورنر

(کے۔کے۔چکرورتی)

ڈپٹی سکریٹری برائے حکومت بنگال

مغربی بنگال مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ماتحت جو مدارس چل رہے ہیں۔ اس کی تعلیمی ترقی اور نصاب تعلیم کے بارے میں غور وفکر کرنے کے لئے ۲۰۰۱ء میں ایک تعلیمی کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی تھے اس لئے یہ قدوائی کمیٹی کے نام سے مشہور ہے۔

۳/۵/ ۲۰۰۱ء میں قدوائی کمیٹی نے حکومت بنگال سے درج ذیل سفارشات پر غور کرنے کی دعوت دی۔

(۱) نصاب تعلیم پر از سرِ غور کیا جائے۔

(۲) مدارس کے ڈگری (عالم، فاضل، کامل ٹائٹل) کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے ڈگری (ہائی اسکول، انٹر، M.A B.A) کے مساوی قرار دیا جائے۔ اور کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی کہ عالم، فاضل، کامل اور ٹائٹل کلاسوں میں ہائی اسکول، انٹر، B.A اور M.A کلاسوں کا نصاب تعلیم پڑھایا جائے۔

(۳) مدرسہ عالیہ کلکتہ کو حسب سابق قانون چارہ جوئی کر کے دوبارہ بورڈ قرار دیا جائے۔

(۴) مدرسہ الیٹ ہاسٹل جو کلکتہ، مولانا آزاد کالج کے ماتحت چل رہا ہے اس کو حسب سابق مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ماتحت کر دیا جائے۔

چنانچہ گورنر نے ان سفارشات کو منظور کر کے مندرجہ ذیل حکم نامہ جاری فرمایا:

Government of west Bengal

Higher Education Department

Bikash Bhawan, Salt Lake

Kolkata- 700091

No.215-Edn(A)- 10M -13/06

Dt.22.02.2006

From Jawhar Sircar, IAS.

Principal Secretary to the

Govt, of west Bengal , Kolkata,

to: Prof S.S Sarkar,

Director of Public Instructions,

Govt, of West Bengal, Kolkata,

Sir.

Sub: Calcutta Madrasah Declaration as a Degree College.

1. As you are aware, an important, recommendation of the Madrasah, Committee, West Bengal, 2001-2002 (headed by Prof A R Kidwai) was, that "the Kamil Course Should be restructured to provide studies at par with B.A Course of 3 Years, duration of Calcutta Universty" and that the "Mumtazul Muhaddetin"(MM) Course Should be equivalent to M.A."(Terms of Reference nos.3-8 and Recommendation Under Para2.2 of the Report. "The Committee. (also felt) that teaching in advancd Studies in Economics. Political Science, History and Sociology is very important and therefore, Students of Islamic Studies will also have opportunity to Study these Subjects for better understanding of Islamic studies in the modern society" (Recommendation no. 2.5) The Committee, inter alia, suggested that in addition to tho their recommendations relating to " Islamic studies" and "" Social Sciences" Just mentioned, other" Centres" Covering Modern Languages/Literature'Mass Communication/ Journalism,Education/Modern Tehcnology thereof and Computers Should be set up- obviously, in phases.

2. It is learnt that steps have also been initiated for the restructuring of the 2 Courses on "Islamic Studies" (Kamil and MM) to Graduate/ PG Level and that a Computer Centre has been set up. The Committee also recommended (inpara 2.5.2) that, to start with, the Calcutta Madrasah should take up their Graduate and PG

Degree-Courses, These recommendations have been under Consideration of your Directorate and the Government since the receipt of the said report in end -2002 and many of the possibilities, the foreseeable structural problems and the possible solutions there of have been examined/. considered, government have made it clear that they are in favour of implementing ilage sections of the Recommendations of the said committee's Report in Such phases as are practical - taking into account the infrastructural requirements and the prospects of employment of the Under Graduates/Post Graduates/ other successful Students in the present Scenario.

3. Now, in the 225th year of this prestigious institution, the Government of West Bengal is pleased to inform you that:

a. the Calcutta Madrasah is hereinafter to be considered at par with a full- fledged Degree College- with the Consequential separation of the School -level activeities, that are being shifged to the sole jurisdiction of the School Education Deptt,

b. this Degree College shall, to begin with, be recognized by the Govt. of West Bengal andbe offically Known as the "calcutta Madrasah College"

c. immediate effective steps be undertaken to restructure/upgrade the existing 2 couses on "Islamic Studies/Theology" with such additional support as may be nccessary so that they be introduced as UG/ PG. Courses,

4. The Director of Public instruction , west bengal Shall be in

Supervision of this College unitil further orders, and Sucs administrative changes that are required, will also be brought about, ant the timely steps. In order to translate theseobjectives In to immediate leality with effect from july 2006, two Boards of Studies for the Under- Graduate and Post, Graduate levels are hereby Constituted with the Following Common member ship:

i. DPI or an Additional Dplof west bengal — Chairman

ii. President, West Bengal Board of Madrasah Education, or his senior representative — Member

iii. A nominee of the Vice Chancellor of Calcutta University — Member

iv. One Senior teacher, not below the rank of Reader (or equivalent) from Govt. Colleges To be nominated by the Govt. Separately for each Board. — Member

v. One Senior teacher, not below the rank of Reader (or equivalent) from non - Govt. Colleges To be nominated by the Govt. Separately for each Board. — Member

vi. Representatives from other Sinior Madrasahs. the Examinations, etc. for which also are to be conducted by thes Boards — Member

vii. One retired Professor/Redader (or equivalent), who has either served a University or as a Member of a Statutory body to be nominated

by the government Member

viii. Principal or Officer-in - Charge of a Professor of the Calcutta Madrasah College Convener

ix. One Expert well- versed in Madrasah Colleges/ Senior Madrasahs. Academic Administration to be nominated by the Govt, if required, from outside West bengal Member

5. Each Board of Studies may also take the assistance of other Experts, by inviting their Suggestions of hy vo- opting them temporaily as non-voting members, these Boards of Studies shall decide:

a. Within 2 months, the detailed Session / Semester-wise syllabi/ Curriculum:

b. the manpower and infrastructure that is absolutely essential for Successfully implementing the whole/portion of (a) above that is accepted by the Government

c. supervise the setting of question papers through Paper-S etters and Moderators

d. surpervise the Conduct of Examinations at the CM College and such other Senior Madrasahs as may be entrusted to it.

6. You are therefore, advised to take necessary steps immeditately for completing the executon of the actions mentioned above and to also draw up. at the very earliest, a proposal for upgradation. / conversion and creation (where absolutely necessary) of such posts as may be required to carrry out the functoos elucidated

hereinabovs.

7. The present Governing Body of the Calcutta Madrasah Shall Continue until further orders.

Yours faithally

sd/

(Jawhar Sircar)

Principal Secretary

Deptt higher Education

Eiliat (Govt) Hostel Was Under the administrative Contral of Maulana Azad College ,Kolkata but now the administrative Contral of the Hostel has been trans fered to Calcutta Madrasah College , Kolkata, by the West Bengal Government's Ordes no. 164/3 EDN(A) Dated 13.2.2006

موضوع: کلکتہ مدرسہ: اعلانیہ برائے ڈگری کالج:

ا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مدرسہ کمیٹی ویسٹ بنگال ۲۰۰۱ء-۲۰۰۲ء (پروفیسر اے، آر قدوائی) کی ایک اہم سفارش یہ تھی کہ ''کامل کورس کی ساخت از سر نو تشکیل دی جائے تاکہ کلکتہ یونیورسٹی کے تین سالہ B.A نصاب کے برابر مطالعہ کا موقع مل سکے'' اور یہ کہ ''ممتاز المحدثین کورس کو M.A کے برابر تسلیم کیا جائے'' (حوالہ دیکھیے نمبر ۸۰۳ اور سفارش رپورٹ کے پیراگراف ۲۰۲ کے تحت' کمیٹی نے محسوس کیا کہ معاشیات، سیاسیات تاریخ، عمرانیات کے مضامین میں تحقیقی مطالعہ اور اس کی تدریس بہت اہم ہے۔ اسی لئے اسلامک اسٹڈیز کے طلبہ کو موقع ملے کہ ان مضامین کو پڑھ کر جدید معاشرہ میں اسلامی مطالعات کا بہت فہم حاصل کر سکیں۔ (سفارش نمبر ۵۰۲) اسی لئے کمیٹی نے ''اسلامک اسٹڈیز'' اور ''شوشل سائنس'' کے تعلق سے اپنے سفارشات پیش کرنے کے ساتھ کچھ دوسرے مراکز کے کھولنے کی تجویز بھی رکھی جو جدید زبانوں/ ادب، ابلاغ عامہ/ صحافت، فن تدریس/ جدید ٹیکنالوجی وغیرہ پر مشتمل ہو۔ اور

کمپیوٹر کا نظم کیا جائے یہ کام مختلف مرحلوں میں انجام پائے۔

۲۔ سمجھا جاتا ہے کہ اسلامک اسٹڈیز کے دونوں نصابات (کامل، اور ممتاز المحدثین) کو B.A اور M.A کے سطح پر تشکیل نو کرنے کی اقدامات کر دیئے گئے۔ اور ایک کمپیوٹر سینٹر بھی تشکیل پا چکا ہے۔

کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی (پرگراف ۲۰۵۰۲) کہ آغاز میں کلکتہ مدرسہ اپنے تحت B.A اور M.A ڈگری کورس کا اہتمام کریں۔ یہ سفارشات آپ کی نظامت کے زیر عمل ہے اور حکومت نے ۲۰۰۲ء کو آواخر میں مذکورہ رپورٹ موصول ہوتے ہی اور ڈھانچوں کے تعلق متعدد مسائل اور ان کے ممکنہ حل پر توجہ دی ہے اور انھیں ملحوظ رکھا ہے حکومت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ ان سفارشات کے بڑے حصوں کو نافذ کرنے کے حق میں ہے ان مراحل میں جو قابل عمل ہو۔ اس کے بنیادی ضروریات اور لوازمات کے فراہمی اور B.A اور M.A کلاس سے فارغ التحصیل طلبہ کو ملازمت کے مواقع کو دھیان میں رکھتے ہوئے ۳۔۳۔ اب اس مشہور ادارہ کے ۲۲۵ سالہ مکمل ہونے پر حکومت مغربی بنگال کو یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ۔

(الف) کلکتہ مدرسہ عالیہ آئندہ مکمل ڈگری کالج کے مساوی تسلیم کیا جائے اور اسکول سطح کے سرگرمیاں اس سے بالکل الگ کر دیا جائے۔ اور خود اس کے اسکول ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے دائرہ اختیار میں تصور کیا جائے۔

(ب) یہ ڈگری کالج آغاز کار کے طور پر ویسٹ بنگال حکومت کے ذریعہ تسلیم کیا جائے اور سرکاری طور پر اسے کلکتہ مدرسہ کالج کا نام دیا جائے۔

(ج) فوری طور پر اسلامک اسٹڈیز/ دینیات کے موجودہ دونوں نصابات کی تشکیل نو کی جائے اور ضروری معاون اقدامات کی جائے تاکہ وہ انڈر گریجویٹ/ پوسٹ گریجویٹ نصابات کے طور پر متعارف ہو سکے۔

۴۔ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن، ویسٹ بنگال اگلے احکامات تک کے لئے اس کالج کی نگرانی میں ہوگی اور اس کے لئے ضروری انتظامی تبدلیاں بعمل لائی جائیگی۔ جولائی ۲۰۰۶ء سے ان اہم مقاصد کو حقیقت میں بدلنے کے لئے انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کے لئے الگ الگ دو بورڈ اُف اسٹڈیز تشکیل دی

جاری ہیں درجہ ذیل اراکین مشترکہ طور پر دونوں بورڈوں کے ممبر ہوں گے۔:

i.DPI or an Additional Dpl of west bengal Chairman

ii. President, West Bengal Board of Madrasah

Education, or his senior representative Member

iii. A nominee of the Vice Chancellor of Member

Calcutta University

iv. One Senior teacher, not below the rank

of Reader (or equivalent) from Govt. Colleges

To be nominated by the Govt. Separately

for each Board. Member

v. One Senior teacher, not below the rank

of Reader (or equivalent) from non - Govt. Colleges

To be nominated by the Govt. Separately

for each Board. Member

vi. Representatives from other Sinior

Madrasahs. the Examinations, etc. for which also are to be

conducted by thes Boards Member

vii. One retired Professor/Redader (or equivalent),

who has either served a University or as a

Member of a Statutory body to be nominated

by the government Member

viii. Principal or Officer-in - Charge of a Professor of the Calcutta Madrasah College — Convener

ix. One Expert well- versed in Madrasah Colleges/ Senior Madrasahs. Academic Administration to be nominated by the Govt, if required, from outside West bengal — Member

۵۔ دونوں بورڈ آف اسٹڈیز دوسرے ماہرین کے مدد بھی لے سکتے ہیں ان کی تجاویز کو طلب کر سکتے ہیں یا عارضی طور پر انھیں بورڈ کا ممبر بھی بنا سکتے ہیں لیکن انھیں ووٹ دینے کا حقدار نہیں ہوگا۔

دونوں بورڈ آئن اسٹڈیز درجہ ذیل فرائض انجام دیں گے۔

(الف) دو مہینے کے اندر سیشن/سمیسٹر کے مطابق نصاب کی تشکیل کریں۔

(ب) مذکورہ بالا ذمہ داری کے کامیابی سے نفاذ کے لئے ناگزیر ڈھانچوں اور افرادی قوت کی فراہمی جس کی منظوری حکومت دے گئی۔

(ج) پرچہ امتحانات کے تیاری کی نگرانی کرنا پرچہ بنانے والے ممتحن اور اصلاح کرنیوالے اساتذہ کی معرفت

(د) کلکتہ مدرسہ کالج اور دوسرے سینئر مدرسوں (جن کی ذمہ داری اسے تفویض کی گئی ہوں) میں امتحانات کا نظم ونسق اور ان کے نگرانی کرنا۔

۶۔ اس لئے آپ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا امور کے نفاذ کے لئے فوری قدم اُٹھایں اور جتنی جلدی ممکن ہوا مور بالا فرائض بجا آوری کے لئے جتنی آسانیوں کی ضرورت اس کی ترقی یا ترقی کا منصوبہ تیار کریں۔

۷۔ کلکتہ مدرسہ کی موجودہ گورننگ بوڈی اگلے احکامات تک علی حالہ کام کرتی رہے گے۔

آپ کا مخلص

دستخط

(جوہر سرکار)

پرنسپل سکریٹری

حکومت مغربی بنگال

الیٹ گورنمنٹ ہاسٹل جومولانا آزاد کالج کلکتہ کے نگرانی میں چلتے تھے۔لیکن ۲۰۰۶ء سے اس کا انتظام مدرسہ عالیہ کلکتہ کالج کے زیرنگرانی میں رہے گا۔ یہ فیصلہ نمبر۳/۱۶۴(END(A مغربی بنگال گورنمنٹ نے بتاریخ ۲/۲/۱۳/۶ ۲۰۰ء میں دیا ہے۔

قدوائی کمیٹی کے سفارش پر حکومت بنگال نے مدارس کے ڈگری (فاضل ،کامل اور ٹائٹل) کوکالج اور یونیورسٹی کی ڈگری (انٹر، B.A اور M.A) کے مساوی قرار دینے کا فیصلہ کیا اور آئندہ کے لئے مندرجہ ذیل نصاب تعلیم عالم، فاضل، کامل اور ٹائٹل کلاسوں کے لئے منتخب کیا۔

عالم سال اول وسال دوم (ضروری سبجکٹ یہ ہوگا)

۱۔ زبانیں ۔ بنگلہ/ اُردو، انگریزی، اورعربی

۲۔ اسلامک اسٹڈیز، احادیث، تفاسیر اورفقہ

۳۔ سائنس ۔علم ریاضی فزیکل سائنس اور لائف سائنس

۴۔ شوشل سائنس ۔انڈین ہسٹری، اسلامک ہسٹری اور جغرافیہ

(اڈیشنل سبجکٹ مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک لینا ہوگا) لائف سائنس/ فزیکل سائنس/ علم ریاضی/ مورڈن کمپیوٹر/ علم فرائض/ بنگلہ/ اُردو۔

فاضل، سال اول وسال دوم (مساوی انٹر) (ضروری سبجکٹ)

۱۔ بنگلہ/ اُردو دو پرچہ

۲۔ انگریزی دو پرچہ

۳۔ عربی ادب (قدیم وجدید) دو پرچہ

۴۔ تھیولوجی (حدیث وتاریخ حدیث، تفسیر وتاریخ تفسیر) دو پرچہ (کومینشن سبجکٹ مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک) (ان میں سے کسی ایک کا دو پرچہ)

تاریخ / اسلامک تاریخ / اسلامک اسٹڈیز (علم کلام وعلم فرائض، فقہ واصول فقہ)

پالٹیکل سائنس/ موڈرن کمپیوٹر

(اڈیشنل سبجکٹ)

بنگلہ/ اُردو، (ان میں سے کسی ایک کا دو پرچہ)

قدوائی کمیٹی نے کامل کورس کو B.A جنرل اور B.A آنرس کے مساوی قرار دیا اور اسی کے مطابق اس کے نصاب تعلیم بھی مرتب کیا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

کامل سال اول (مساوی B.A جنرل)

۱۔ انگریزی (برابر کلکتہ، یونیورسٹی)

۲۔ بنگلہ/ اُردو (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

۳۔ اینوائرمینٹل اسٹڈیز (علم ماحولیات) (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

۴۔ اسلامک اسٹڈیز (تھیولوجی) (To be Submitted)

۵۔ عربی لٹریچر (برابر کلکتہ، یونیورسٹی)

۶۔ مندرجہ ذیل سبجکٹ میں سے کوئی ایک لینا ہوگا۔

(الف) جنرل ہسٹری (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

(ب) اسلامک ہسٹری ″

(ج) پالٹیکل سائنس ″

(د) کمپیوٹر سائنس ″

(ہ) بنگلہ ″

(و) اُردو ″

کامل سال دوم (مساوی B.A جنرل)

۱۔ اسلامک اسٹڈیز (تھیولوجی (دو پرچہ (Tobesubmitted)

۲۔ عربی لٹیریچر دو پرچہ (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

۳۔ مندرجہ ذیل سبجکٹ میں سے کوئی ایک سبجکٹ کا دو پرچہ

(الف) جنرل ہسٹری (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

(ب) اسلامک ہسٹری "

(ج) اسلامک ہسٹری "

(د) کمپیوٹر سائنس "

(ہ) بنگلہ "

(و) اُردو "

کامل سال سوم (مساوی B.A جنرل)

۱۔ اسلامک اسٹڈیز (تھیولوجی) ایک پرچہ (To besubmitted)

۲۔ عربی لٹریچر ایک پرچہ (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

۳۔ مندرجہ ذیل سبجکٹ میں سے کوئی ایک اور اس کا ایک پرچہ

(الف) جنرل ہسٹری (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

(ب) اسلامک ہسٹری "

(۹) اُردو (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

کامل سال اوّل (مساوی B.A آنرس)

۱۔ اسلامک اسٹڈیز (تھیولوجی)

یا عربی لٹریچر چار پرچہ (برابر کلکتہ یونیورسٹی یا برابر اسلامک اسٹڈیز

۲۔ الیکٹب سبجکٹ عربی لٹریچر (برابر عربی لٹریچر کلکتہ یونیورسٹی (یا اسلامک اسٹڈیز) تھیولوجی

دو پرچہ

۳۔ مندرجہ ذیل سبجکٹ میں سے کسی بھی سبجکٹ کا دو پرچہ (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

(الف) جنرل ہسٹری (برابر کلکتہ یونیورسٹی)

(ب) اسلامک ہسٹری	〃
(ج) پالٹیکل سائنس	〃
(د) کمپیوٹر سائنس	〃
(ہ) بنگلہ	〃
(و) اُردو	〃
(ج) پالٹیکل سائنس	〃
(د) کمپیوٹر سائنس	〃
(و) بنگلہ	〃
(ہ) اُردو	〃

کامل سال دوم (مساوی B.A آنرس)

۱۔ انگریزی	(برابر کلکتہ یونیورسٹی)
۲۔ بنگلہ/اُردو	(برابر کلکتہ یونیورسٹی)
۳۔ اینوائرنمینٹل اسٹڈیز (علوم ماحولیات)	(برابر کلکتہ یونیورسٹی)
۴۔ عربی لٹریچر/اسلامک اسٹڈیز (تھیولوجی	(برابر کلکتہ یونیورسٹی یا اسلامک اسٹڈیز)
۵۔ مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک سبجکٹ	
(الف) جنرل ہسٹری	(برابر کلتہ یونیورسٹی)
(ب) اسلامک ہسٹری	〃
(ج) پالٹیکل سائنس	〃
(د) کمپیوٹر سائنس	〃
(و) بنگلہ	〃

کامل سال سوم (مساوی B,A آنرس)

۱۔ اسلامک اسٹڈیز (تھیولوجی) کا چار پرچہ

(برابر عربی لٹریچر کلکتہ، یونیورسٹی، یا برابر اسلامک اسٹڈیز تھیولوجی)

(قدوائی کمیٹی نے ٹائٹل کورس کو تین شعبہ میں تقسیم کیا ممتاز المحدثین، ممتاز المؤرخین اور ممتاز الادباء، اور اسی کے مطابق اس کے نصاب تعلیم مرتب کیا جو مندرجہ ذیل ہے۔

ممتاز المحدثین: سال اول (مساوی M.A)

حدیث کا پانچ پرچہ

ممتاز المحدثین: سال دوم

حدیث کا پانچ پرچہ

ممتاز المؤرخین سال اول (مساوی M.A)

تاریخ اسلام کا پانچ پرچہ

ممتاز المؤرخین: سال دوم

تاریخ اسلام کا پانچ پرچہ

ممتاز الادباء: سال اول (مساوی M.A)

عربی لٹریچر کا پانچ پرچہ

ممتاز الادباء: سال دوم

عربی لٹریچر کا پانچ پرچہ

مدرسہ عالیہ کلکتہ کا موجودہ مندرجہ بالا نصاب دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نصاب کو مرتب کرنے والے دانشوران قوم مدارس میں رائج درس نظامیہ کے نصاب سے بدظن تھے۔ اور مدارس کے نصاب میں عصری سماجی اور سائنسی علوم کی شمولیت کے شدت سے خواہاں تھے۔ چنانچہ موقع ملتے ہی انہوں نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں رائج درس نظامی کے نصاب کو یکسر مسترد کر دیا۔ اور عصری اور سماجی علوم کو نصاب میں شامل کر کے دین ودنیا کا حسین امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن نصاب کے مرتبین

کے ذہنوں سے یہ سوال ہی محو ہوگیا کہ اسلامی مدارس کے اغراض ومقاصد کیا ہیں ۔ اورموجودہ نصاب سے مدرسہ کے فارغین ان مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں یانہیں؟

اسلامی مدارس کی تاسیس کا مقصد اعلیٰ ہے کہ وہ ایسے علماء تیار کریں جن کا کتاب وسنت اور فقہ کا مطالعہ نہ صرف عمیق ہو بلکہ ان کی شخصیت بھی اسلامی شعائر کی عکاس ہو۔ اطاعت خدا ورسول ان کی سرشت میں داخل ہوتا کہ وہ اللہ کے پیغام اوررسول کی تعلیمات کو موثر انداز میں عوام الناس تک پہنچاسکیں ۔ دنیا اورآخرت کی حقیقت کوآشکار کریں ۔ اگرارتداد کا فتنہ سراٹھائے تو یہ اصحاب جبہ ودستار اسے کچل ڈالیں ۔ اسی طرح اگر اسلام پر دوسری سازشوں کی یورش ویلغار ہوتو وہ انھیں ناکام کردیں ۔ انسانی اخوت ومحبت کوفروغ دیں ۔صحت مند معاشرے کی تعمیر کریں ۔ مدارس اسلام کا مضبوط قلعہ ہوتے ہیں لہذا مذہب کی حفاظت ان کی ذمہ داری ہوتی ہے ۔اس لئے فارغین مدارس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں سے واقف رہیں ۔ اورخود کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کو پورا کرنے کا التزام کریں ۔

مندرجہ بالا نصاب میں اسلامک اسٹڈیز اورعربک لٹریچر کو خاطر خواہ جگہ دی گئی ہے ۔لیکن اسلام کے سب سے اہم اور بنیادی مآخذ قرآن وحدیث کے مطالعہ کو یکسر نظرانداز کردیا گیا ہے ۔ اگر امت مسلمہ کا رشتہ قرآن وحدیث سے کاٹ کر دیگر اسلامی علوم سے مضبوط تر کردیا جائے تو یہ امت اپنے مقصد وجود کو ہی بھلا بیٹھے گی ۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی حیثیت بالکل بنیادی اوراہم تر ہے ۔اس کی مثال انسان کی اپنی روح سے ہے کہ جسم میں روح باقی ہے تو انسان زندہ ہے ۔ اگر روح قبض کرلی جائے تو انسان کا جسم مردہ اور بےکار ہے ۔ جب تک مدارس کے نصاب تعلیم میں قرآن وسنت کی جامع تعلیم اورتدریس کو کلیدی اورمرکزی مقام نہیں دیا جاتا اس وقت تک امت میں وہ زندگی نہیں پیدا ہوسکتی ہے جو قرآن وسنت کو مقصود اور مدارس کے اغراض ومقاصد میں شامل ہیں ۔

موجودہ نصاب میں مذہبی اخلاقیات اوراسلامی افکار کا مطالعہ بطور ضمیمہ کے شامل نصاب کیا گیا ہے جب کہ ضرورت اس بات کی تھی کہ دین واخلاق اوراسلامی افکار کو نصاب تعلیم وتربیت

کا کلیدی جزو بنایا جائے۔ اوران کتابوں کے مطالعہ کو نصاب میں شامل کیا جائے جو انسان کو اخلاق حسنہ سے مزین کرتی ہیں۔ اوراسکو خودغرض، نفسانیت اور مادہ پرستی سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ دین و اخلاق اور دنیوی تعلیم اورفنی مہارت کا امتزاج محض ایک خیالی تصورنہیں ہے بلکہ ملت اسلامیہ کی ماضی کی شاندار روایات اس کی شہادت پیش کرتی ہیں۔ اگر ہم اس دور کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کی جامعات میں یورپ کے طلباء جوق درجوق آتے تھے اور قانون، ریاضیات، علم ہیئت، ہندسہ، طب نبوی وغیرہ علوم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس نظام تعلیم میں اخلاق، دین اور دنیوی تعلیم کو ایک ساتھ رکھا گیا تھا۔ یہ نظام صرف درس وتدریس کی حد تک ہی نہیں تھا بلکہ عملی دنیا میں بھی دین اور دنیا کے علوم کا امتزاج تھا۔ عالم دین، طبیب بھی ہوتا تھا۔ قانون داں بھی اور اکثر اوقات ریاضیات اورعلم ہیئت کا عالم بھی۔ ان اداروں میں تسخیر کائنات کے لئے طبیعی علوم حاصل نہیں کیے جاتے تھے بلکہ خالق کائنات کی قدرت اوراس کے فیضان کا مطالعہ محرک بنتے تھے اور ذات کی خدمت کے مقابلے میں انسانیت کی خدمت اعلیٰ اورارفع قدر سمجھی جاتی تھی۔ بحیثیت مجموعی علم کا حصول کسب معاش کا ذریعہ نہیں بلکہ انسان کو انسان بنانا اوراس کے مقصد وجود کو سمجھانا ہوتا تھا۔ اگر موجودہ نصاب میں دین واخلاق اوراسلامی افکار کی بنیادی تعلیمات کو شامل کر کے طلبہ کے زیر مطالعہ لایا جائے تو حصول علم کا مقصد خودبخود انسانوں کی خدمت کرنا قرار پا جائے اورانسان مادہ پرستی اورخودغرضی کے بجائے اخلاق، انسانیت دوستی اورملک وسماج کی خدمت کرنے پر آمادہ ہوجائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

کتابیات

کتابیات

	کتب	نام مصنفین	طبع وسن
(۱)	ابجد العلوم	علامہ صدیق حسن خاں، بھوپالی	مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۹۷۸ء
(۲)	اُردو دائرہ معارف اسلامیہ		دانش گاہ پنجاب، لاہور، طبع اول جلد ۱۷ ۱۹۷۸ء۔ طبع جلد ۴ ۱۹۶۹ء
(۳)	اُردو میں وہابی ادب	خواجہ احمد فاروقی	طبع اول یونین پرنٹنگ پریس اگست ۱۹۶۹ء
(۴)	اسلامی نظام تعلیم	مولانا سید ریاست علی ندوی	مطبع معارف دارالمصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء
(۵)	اصول حدیث اور اس کی تاریخ (بنگلہ)	مولانا نور محمد اعظمی،	ناشر، مکتبہ امدادیہ ڈھاکہ طبع چہارم، ۱۹۹۱ء
(۶)	آغاز اسلام میں مسلمان کا نظام تعلیم (عہد نبی امیہ تک)	پروفیسر محمد سلیم،	طبع اول اصلیہ آفیسٹ پرنٹرز دہلی، ۱۹۸۲ء
(۷)	النامی شرح حسامی، (عربی)	مولانا عبدالحق حقانی،	طبع دہلی
(۸)	انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ	علامہ عبداللہ یوسف علی	مطبع جاوید پریس کراچی اشاعت اول ۱۹۶۷ء
(۹)	اُنوشرن جگو چھ مہان شخصیت (بنگلہ)	مولانا شیخ عین الباری،	طبع اول شوقیہ پریس اکڑا روڈ، کلکتہ جون، ۲۰۰۲ء
(۱۰)	اوجز التاریخ لمدرستہ العالیہ بداکا (عربی)	مولانا محمد ایوب علی،	الناشر، جنۃ الاحتفال ۱۹۸۱ء
(۱۱)	بحوث وتنبیہات (عربی)،	ابو محفوظ الکریم المعصومی	طبع اول دار الضرب، الاسلامی ۲۰۰۱ء
(۱۲)	بنگلہ دیش میں تدوین حدیث اور اس کی تاریخ (بنگلہ)	مفتی عمیم الاحسان برکتی،	طبع مکتبہ رشیدیہ ڈھاکہ
(۱۳)	بنگلہ دیش کے وہ علماء جنہوں نے عربی لغت میں مہارت حاصل کی	ڈاکٹر محمد عبداللہ	طبع ڈھاکہ ۱۹۷۸ء
(۱۴)	بنگیر پنچم رتنو (بنگلہ)،	عزیز الحق	طبع اول ڈیمنڈ ہار بار دکھن ۲۴ پرگنہ ۱۹۹۶ء
(۱۵)	بنگلہ انسائیکلو پیڈیا		طبع ڈھاکہ، بنگلہ دیش
(۱۶)	تاریخ مدرسہ عالیہ،	عبدالستار	ناشر، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، طبع اول بنک پریس ڈھاکہ ۱۹۵۹ء

(۱۷) تاریخ دارالعلوم دیوبند — سید محبوب علی رضوی — مطبوعہ ادارہ اہتمام دارالعلوم دیوبند مطبع حیدر پریس بلیماران، طبع جلد اول ۱۹۷۷ء طبع جلد دوم ۱۹۸۷ء

(۱۸) تاریخ مشائخ چست — پروفیسر خلیق احمد نظامی — طبع ادارہ ادبیات دہلی، ۱۹۸۴ء

(۱۹) تاریخ دستور حکومت ہند، — ڈاکٹر یوسف حسین — انجمن ترقی اُردو دہلی

(۲۰) تاریخ ہندوستان، — مولوی ذکاء اللہ — طبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ، ۱۹۱۸ء۔ ۱۳۳۶ھ

(۲۱) تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت — سید ہاشمی فرید آبادی — انجمن ترقی اُردو کراچی، پاکستان، ۱۹۵۳ء

(۲۲) تاریخ ہند — سید فرید ہاشمی فرید آبادی — دارالطبع جامعہ عثمانیہ دکن، حیدرآباد

(۲۳) تاریخ ہند، — صادق صدیقی لکھنوی — احسان بکڈپو

(۲۴) تاریخ فرشتہ — محمد قاسم فرشتہ، مترجم خواجہ عبدالحیٔ، مکتبہ ملت دیوبند

(۲۵) تاریخ تمدن ہند — محمد محبوب — طبع اول قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان دہلی ۱۹۷۶ء

(۲۶) تاریخ تعلیم ہند — سید نوراللہ، مترجم سعید انصاری، سن اشاعت اردو ترقی اُردو دہلی، ۱۹۸۰ء

(۲۷) تاریخ ڈھاکہ (بنگلہ) — منشی رحمٰن علی طائش، مترجم شرف الدین، طبع ڈھاکہ ۱۹۸۵ء

(۲۸) تاریخ شنی مدرسہ، (بنگلہ) — مولانا ابوطیب — کبیر پریس منیرام پور، ۲۰۰۵ء

(۲۹) تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ — ڈاکٹر احمد شبلی — طبع مدنی پریس، لاہور

(۳۰) تذکرۃ مشائخ دیوبند — مفتی عزیز الرحمٰن — مدینہ پریس بجنور ۱۹۶۷ء

(۳۱) تذکرہ کاملان رام پور — حافظ احمد علی خان — ہمدرد پریس واقع کوچہ چیلان، دہلی ۱۹۲۹ء

(۳۲) تذکرۃ المصنفین والمؤلفین — پروفیسر اختر راہی — ناشر اسلامی دارالمطالعہ دیوبنہ سہارنپور

(۳۳) تذکرۂ علماء بہار — ابوالکلام قاسمی — انیس آفیسٹ پریس دریا گنج، دہلی ۱۹۹۵ء

(۳۴) تذکرۂ علماء ہند — محمد ابوایوب قادری — مطبوعہ ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء

(۳۵) تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں ایس، ایم جعفر، مترجم سعید انصاری، سن اشاعت اُردو، ترقی اردو، دہلی ۱۹۸۰ء

(۳۶) الجامع الصحیح للبخاری، — محمد بن اسماعیل البخاری

(۳۷) جامع ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی

(۳۸) جمہور المحدثین فی بنغلا دیش، ومکانۃ خدماتہم، شیخ سکندر علی ناشر، جامع اسلامیہ کوشتیا بنغلا دیش ۱۹۹۷ء

(۳۹) حج، عمرہ وزیارت (بنگلہ) مفتی عبدالرزاق جلالی طبع دوم رام داش پریس ڈیمنڈ ہار بار ۲۰۰۵ء

(۴۰) حضرت مجلا حضور پیر قبلہ کی جیبون پنجی (بنگلہ) سید بہاؤ الدین، طبع اول ابوجعفر لائبریری، جنوری ۲۰۰۳ء

(۴۱) حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری ، المخزن پنٹرز کراچی، پاکستان، ۲۰۰۱ء

(۴۲) حضرت علامہ روح الامین صاحب کی تفصیلی حیات محمد عبدالمجید طبع بشیر ہاٹ مولا باغ عنبور پریس

(۴۳) حیات شیخ الاسلام مولانا اصغر حسین

(۴۴) خلاصۃ العقائد، حکیم محمد اسحاق حقانی مکتبہ امام فاطمہ منزل برالس کراچی، روڈ، ۱۹۶۶ء، ۱۳۸۶ھ

(۴۵) درباراولیاء داستان، فرفرہ شریف (بنگلہ) شیخ محمد یعقوق وخورشید انوار طبع کلوٹلہ کلکتہ، ۲۰۰۲ء

(۴۶) رود کوثر شیخ محمد اکرام ناشر آفیسٹ پریس، دہلی طبع ۱۹۹۱ء

(۴۷) ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) (فارسی) سلیم غلام حسین طبع ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ

(۴۸) سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ ابن ماجہ القزوینی

(۴۹) سیرۃ النبی، لابن ہشام اُردو ترجمہ عبدالجلیل صدیقی طبع اول کلاسیکل پرنٹرس، دہلی ۱۹۸۲ء

(۵۰) شنکفتو اسلامی بشوکورس (بنگلہ) طبع اسلامی فاؤنڈیشن ڈھاکہ ۱۹۸۲ء

(۵۱) ظفر المحصلین باحوال المصنفین مولانا حنیف گنگوہی ناشر، حنیف بکڈپو دیوبند سہارنپور

(۵۲) عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں پروفیسر سید احتشام احمد ندوی طبع اول، مطبع انٹرنیشنل پریس، علی گڑھ ۱۹۸۸ء

(۵۳) علمائے مظاہر العلوم اور ان کی تصنیفی خدمات، شاہد سہارن پوری طبع سہارن پور

(۵۴) عہد اسلامی کا ہندوستان سید ریاست علی ندوی ناشر، ادارۃ المصنفین پٹنہ طبع اول ۱۹۵۰ء

(۵۵) فرفرہ شریف کے پانچ پیر (بنگلہ) اے، ٹی، ایم رفیق الحسن طبع کلوٹلہ اسٹریٹ کلکتہ، ۱۹۹۷ء

(۵۶) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ماشنکر ترپاٹی، مترجم سید سخی نقوی، سن اشاعت اُردو، بیورود، دہلی ۱۹۸۱ء

(۵۷) قرآن کریم

(۵۸) کلچوئی پروش مولانا اکرم خاں (بنگلہ) عزیز الحق طبع اول علیم الدین اسٹریٹ کلکتہ جون ۲۰۰۲ء

(۵۹) کمپنی کی حکومت، باری علیگ، مکتبہ اُردو لاہور

(۶۰) لارڈ کلائیو، کرنل، جی، بی مالیسن، مترجم ابن حسن، طبع دار الطبع جامعہ عثمانیہ، دکن حیدرآباد ۱۹۲۶ء

(۶۱) مختصر تاریخ ہند، سید مولانا ابوظفر ندوی طبع سوم معارف اعظم گڈھ، ۱۹۴۸ء۔۱۳۶۸ھ

(۶۲) مسلم لیگ ایک قومی تحریر پروفیسر محمد مظفر مرزا مقبول اکاڈمی شاہراہ قائد اعظم، لاہور پرنٹرز لاہور ۱۹۹۱ء

(۶۳) مسلمانوں کا عروج و زوال سعید احمد اکبرآبادی طبع ثانی اعلیٰ پریس پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۳ء

(۶۴) مساهمة النبجلاديش فى تطور اللغة العربية وآدابها محمد ہارون الرشید جامعہ علی کرہ اسلامیہ، علی کرہ ۲۰۰۲ء

(۶۵) مساهمة المدرسة العالية بداكا فى النغلاديش فى تطور اللغة العربية وآدابها محمد ہارون الرشید، جامعہ علی کرہ اسلامیہ، علی کرھ، ۱۹۹۳ء

(۶۶) مشکوٰۃ المصابیح، محمد بن عبداللہ خطیب التبریزی

(۶۷) مقالات شبلی علامہ سید سلیمان ندوی مطبع معارف اعظم گڈھ، طبع دوم ۱۹۵۵ء۔۱۳۷۵ھ

(۶۸) مولانا سعید احمد اکبرآبادی احوال وآثار، مرتبہ ڈاکٹر سعود عالم قاسمی، مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس، ۲۰۰۵ء

(۶۹) نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحئی لکھنوی مطبع مجلس دائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد جلد سات طبع ثانی ۱۹۷۹ء جلد آٹھ طبع ثانی ۱۹۸۱ء

(۷۰) نقش حیات، مولانا سید حسین احمد مدنی الجمعیۃ بکڈپو قاسم جان اسٹریٹ، دہلی ۱۹۵۴ء

(۷۱) نواب صدر یار جنگ بہادر عرض اخلاص، مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی، شیروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ، ۱۹۳۶ء۔۱۳۵۵ھ

(۷۲) ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن ڈاکٹر مجیب الرحمٰن طبع اول مدرسہ عالیہ کلکتہ، ۱۹۷۷ء

(۷۳) ہسٹری آف بنگال (انگریزی) ایڈیٹ آر، سی، موزم ڈار، طباعت دہلی، طبع اول ۱۹۴۳ء، طبع ثانی ۲۰۰۵ء

(۷۴) ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں مولانا عبدالحئی لکھنوی طبع معارف دار المصنفین، اعظم گڈھ ۱۹۷۱ء

(۷۵) ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں، سید محمد میاں، جمال پریس دہلی طبع دوم، ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۸ء

(۷۶) ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، طبع معارف پریس، اعظم گڈھ، ۱۹۶۳ء

(۷۷) ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج، ڈاکٹر رفیق زکریا، مترجم ڈاکٹر ثاقب انوار، طبع ترقی اُردو بیورو، دہلی ۱۹۸۵ء

(۷۸) ہندوستان کے اہم مدارس، محمد قمر اسحاق سن طباعت، مطبع بھارت آفیسٹ، دہلی، ۱۹۹۶ء

رسائل و جرائد

(۱) ماہنامہ برہان شائع ندوۃ المصنفین دہلی اکتوبر ۱۹۸۰ء

(۲) برہان نومبر ۱۹۴۳ء

(۳) برہان دسمبر ۱۹۸۰ء

(۴) پچھّم بنگال مدرسہ شکاک سمیتی (بنگلہ) ۱۷/اپریل ۲۰۰۵ء

(۵) پچھّم بنگال مدرسہ شکاک سمیتی (بنگلہ) ۱۹۹۴ء

(۶) پچھّم بنگال بلدے پوتا آمینیہ سینئر مدرسہ پٹوپوستا کیر کا تالیقہ (نصاب تعلیم بنگلہ) ۱۹۹۲ء-۱۹۹۳ء

(۷) کلکتہ مدرسہ کالج (ڈاکٹر تنویر احمد آفس انچارج مدرسہ عالیہ کلکتہ کالج) ناشر، حاجی محمد محسن اسکوائر کلکتہ جون ۲۰۰۴ء

(۸) میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ، (بنگلہ) ۱۹۸۵ء

(۹) مجلّہ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ (بنگلہ) ۱۹۵۶ء

(۱۰) میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگلہ) ۱۹۸۶ء

(۱۱) میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگلہ) ۲۰۰۵ء

(۱۲) مجلّہ ضوء القافلہ (بنگلہ) ناشر، جامعہ قرآنیہ عربیہ لال باغ ڈھاکہ ۱۹۹۸ء

(۱۳) ماشک رینیشا اخبار (بنگلہ) جولائی ۲۰۰۳ء

(۱۴) مدرسہ شکا نیتی تے وشنگوتی پورنو کدوائی کمیٹیر رپورٹ (بنگلہ) ۲۸/دسمبر ۲۰۰۲ء

(۱۵) مجلّہ روابط فرہنگی ہند و ایران (فارسی) ناشر، مدرسہ عالیہ کلکتہ دسمبر ۲۰۰۳ء

(۱۶) میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ مئی ۱۹۵۱ء

(۱۷) میگزین مدرسہ عالیہ کلکتہ ۲۰۰۳ء

(۱۸) ہفتہ روزہ ترجمان، مدیر مبشر کریمی علی گڑھ، ۹/۵/۲۰۰۳ء

(۱۹) مجلّہ ''الرائد'' صفر ۱۴۱۴ھ

☆☆☆